قادر نہیں ہے جو بدیہی ہیں اور جب بدیہی تصدیقات کے حاصل کرنے پر قادر نہیں ہو تو کل تصدیقات کے حاصل کرنے پر قادر نہیں ہے ہمنے جو یہ کہا ہے کہ بندہ تصورات
کے حاصل کرنے پر قادر نہیں ہے ہمارے اس قول کی یہ دلیل ہے کہ تصورات کے طالب اور تصورات کے حاصل کرنیوالے کو اگر تصورات حاصل ہیں تو اُسے اُن کا
طالب ہونا اور اُن کا حاصل کرنا ناممکن ہے کیونکہ تحصیل حاصل (یعنی جو چیز حاصل ہو چکی ہے اُسے پھر دوبارا حاصل کرنا) ناممکن ہے اور اگر تصورات کا طالب تصورات
سے غافل اور جاہل ہے تو وہ اُن کا طالب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو شخص کسی چیز سے غافل اور جاہل ہے وہ اُسے طلب نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے
کہ یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ شے ایک وجہ سے معلوم ہو اور دوسری وجہ سے مجہول تو ہم اس کا یہ جواب دینگے کہ جس وجہ پر یہ بات صادق آتی ہے کہ وہ معلوم ہے وہ اور
ہے اور جس وجہ پر یہ صادق آتا ہے کہ وہ معلوم نہیں ہے وہ اور ہے اگر دونوں وجہیں ایک ہوں تو ایک چیز پر نفی اور اثبات کا صادق ہونا لازم آئیگا اور ایک چیز پر
نفی اور اثبات کا صادق ہونا ناممکن ہے جب یہ ثابت ہو گیا کہ وجہ معلوم اور وجہ غیر معلوم دونوں ایک نہیں ہیں بلکہ وہ اور ہے اور وہ اور تو اب ہم یہ کہتے ہیں کہ وجہ
معلوم کی تحصیل اور طلب ناممکن ہے کیونکہ وجہ معلوم کی تحصیل تحصیل حاصل ہے اور تحصیل حاصل ناممکن ہے اور وجہ غیر معلوم کی تحصیل اور طلب بھی ناممکن ہے کیونکہ
انسان جس چیز سے غافل اور جاہل ہے اُسے حاصل نہیں کر سکتا اور یہ جو ہمنے کہا ہے کہ جب بندہ تصورات کے حاصل کرنے پر قادر نہیں ہے تو اُن تصدیقات کے حاصل
کرنے پر بھی قادر نہیں ہے جو بدیہی ہیں ہمارے اِس قول کی دلیل یہ ہے کہ ذہن میں بدیہی قضیے کے موضوع اور محمول کے حاصل ہونیکے وقت یا اُن دونوں کے حاصل
ہوتے ہی اُن دونوں میں نفی یا اثبات کے ساتھ جو اسناد اور نسبت ہے۔ اُسکے ساتھ ذہن کا جزم کرنا لازم ہے یا نہیں اگر لازم نہیں ہے تو وہ قضیہ بدیہی نہیں ہے بلکہ مشکوک
اور نظری ہے اور اُسے بدیہی فرض کر چکے ہیں اگر لازم ہے تو موضوع۔ محمول کے تصور کے حاصل ہونیکے وقت اِس تصدیق کا حاصل ہونا واجب اور ضروری ہے اور جسوقت اُن
دونوں کا تصور نہ ہو تو اُس وقت اِس تصدیق کا حاصل ہونا ناممکن ہے اور جس چیز کا نہ ہونا اور ہونا اُس شے کے نہ ہونے اور ہونیکے ساتھ واجب و ضروری ہے
جس کا نہ ہونا اور ہونا بندے کی قدرت اور اختیار میں نہیں ہے تو اُس چیز کا بھی نہ ہونا اور ہونا بندے کی قدرت اور اختیار میں ضرور بالضرور نہ ہوگا تو یہ امر ثابت
ہو گیا کہ بدیہی تصدیقات کے حاصل کرنے پر بندہ قادر نہیں ہے اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ جب بدیہی تصدیقات کے حاصل کرنے پر بندہ قادر نہیں ہے تو اُسے
تصدیقات میں سے کسی تصدیق کے حاصل کرنے کی قدرت نہیں ہے ہمارے اِس قول کی دلیل یہ ہے کہ جو تصدیق بدیہی نہیں ہے ضرور بالضرور نظری ہے تو ان
بدیہی تصدیقات کے حاصل ہونیکے وقت اُس کا حاصل ہونا ضروری اور واجب ہے یا نہیں اگر ان بدیہی تصدیقات کے حاصل ہونیکے وقت اُس کا حاصل ہونا
ضروری نہیں ہے تو ان مقدمات کے صادق ہونے سے اُسکا صادق ہونا لازم اور ضروری نہ ہوا اور جب لازم اور ضروری نہ ہوا تو یہ یقینی استدلال نہ ہوا۔ بلکہ ظنی
یا تقلیدی ہوا۔ اگر ان تصدیقات کے حاصل ہونیکے وقت اِس تصدیق کا حاصل ہونا ضروری ہے تو اِن بدیہی قضایا کے نہونے اور ہونیکے ساتھ اِن نظری تصدیقات
کا نہونا اور ہونا واجب اور ضروری ہوا۔ اور ان بدیہی قضایا کا نہونا اور ہونا بندے کے اختیار میں نہیں تو ان نظری تصدیقات کا بھی نہ ہونا اور ہونا بندے کے
اختیار میں نہ ہوا لہٰذا یہ ثابت ہو گیا کہ ان نظری تصدیقات میں سے کسی تصدیق کے حاصل کرنیکی بندے کو قدرت نہیں ہے (دوسری دلیل) یہ ہے کہ انسان کسی چیز کے
موجود کرنے پر جبھی قادر ہوتا ہے کہ اُس میں اور اُن چیزوں میں جو اُسکی مقابل ہیں فرق اور امتیاز کر سکے تو علم کے موجود کرنے پر بھی اُسی وقت قادر ہوگا کہ اُس میں اور
اُسکے مقابل یعنی جہل میں فرق اور امتیاز کر سکے اور علم اور جہل میں فرق اور امتیاز یہی ہے کہ علم معلوم کے مطابق ہے اور جہل مطابق نہیں ہے اور یہ بات کہ یہ علم ہے یا جہل
ہے معلوم کے مطابق ہے یا نہیں ہے انسان کو اُسی وقت معلوم ہو سکتی ہے جسوقت وہ معلوم کو اُسی طرح جان لے جس طرح وہ واقع میں ہے تو انسان کسی شے کے علم کو
اُسی وقت ایجاد اور حاصل کر سکتا ہے جسوقت کہ اُسے اُس شی کا علم ہو اور علم حاصل ہونیکے وقت علم کا حاصل کرنا ناممکن ہے کیونکہ یہ تحصیل حاصل ہے اور تحصیل حاصل
ناممکن ہے تو یہ ثابت ہو گیا کہ بندہ علم کے ایجاد کرنے اور طلب کرنے پر قادر نہیں (تیسری دلیل) یہ ہے کہ فکر اور نظر کا واجب ہونا بدیہی ہے یا نظری یا سمعی اور نقلی یعنی اللہ
تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واجب کرنے سے فکر اور نظر کا کرنا واجب ہوا ہے (پہلی صورت) باطل ہے کیونکہ بدیہی وہی چیز ہے جس میں تمام عقلا شریک اور

جب بندہ تصورات کے حاصل کرنے پر قادر نہیں تو بدیہی تصدیقات کے حاصل کرنے پر بھی قادر نہیں

دوسری دلیل

تیسری دلیل

اور منفق ہوں۔ اور فکر اور نظر کا واجب ہونا ایسا نہیں ہے بلکہ بہت سے عاقل فکر اور نظر کو بُرا جانتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ فکر اور نظر غالباً فکر کرنے والے کو جہل اور نادانی کیطرف
پہنچاتا ہے لہذا فکر کرنے سے احتراز اور اجتناب کرنا واجب اور ضروری ہے اور (دوسری صورت) بھی باطل ہے کیونکہ جب فکر اور نظر کے واجب ہونیکا علم نظری ہے۔ یعنی فکر اور
نظر سے حاصل ہوا ہے تو فکر اور نظر کرنیسے پہلے فکر اور نظر کے واجب ہونیکا علم نہیں ہوسکتا تو فکر اور نظر کرنیسے پہلے فکر اور نظر کے واجب ہونیکے علم کے حاصل کرنیکی تکلیف
دینی تکلیف مالایطاق (یعنی ایسی چیز کے کرنے کی تکلیف دینی ہے جس کے کرنے پر بندہ قادر نہیں ہے) ہے اور فکر اور نظر کرنیکے بعد بھی فکر اور نظر نہیں کرسکتا کیونکہ فکر اور
نظر کرنیکے بعد فکر اور نظر کرنیسے کچھ فائدہ نہیں ہے اور تیسری صورت (یعنی اللہ کے واجب کرنیسے فکر واجب ہوا ہے) بھی باطل ہے کیونکہ فکر اور نظر کرنیسے پہلے فکر اور نظر کے واجب ہونیکو بندہ نہیں جان سکتا فکر اور
نظر کرنیکے بعد تقدیر سے بعد فکر اور نظر کرنیکو واجب نہیں کرسکتا کیونکہ فکر اور نظر کرنیکے بعد فکر اور نظر کے واجب نیسے کچھ فائدہ نہیں ہے اور جب تینوں صورتیں باطل ہوگئیں تو یہ ثابت ہوگیا کہ فکر اور نظر کرنا واجب نہیں ہے (تیسری
بحث) یہ ہے اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ فکر اور نظر سے علم حاصل ہوتا ہے اور جس فکر اور نظر سے علم حاصل ہوتا ہے بندہ اُسپر قادر ہے تو اُسکے تسلیم کرنیکے بعد ہم یہ کہتے ہیں کہ فکر اور نظر کرنا قبیح اور نازیبا ہے اور قبیح اور نازیبا کے ساتھ اللہ
تعالی بندے کو امر نہیں کرسکتا اور اسکی کئی دلیلیں ہیں (پہلی دلیل) یہ ہے کہ فکر اور نظر غالباً فکر اور نظر کرنیوالے کو جہل اور نادانی کیطرف پہنچاتا ہے تو فکر اور نظر میں مشغول رہنے والا ایسے امر میں مشغول ہے جو — پہلی دلیل
غالباً جہل اور نادانی کا سبب ہے اور جو امر غالباً جہل اور نادانی کا سبب ہے وہ قبیح اور نازیبا ہے تو ضرور بالضرور فکر قبیح اور نازیبا ہے اور اللہ تعالی قبیح اور نازیبا کے ساتھ
بندے کو امر نہیں کرتا (دوسری دلیل) یہ ہے کہ جب ہماری عقل وفہم اسقدر ناقص اور ضعیف ہے اور ہمیں بہت سے متعارض شبہے ہوتے ہیں یعنی بعض شبہے ایک چیز — دوسری دلیل
کے حق ہونے پر ہوتے ہیں اور بعض اُسی چیز کے باطل ہونے پر تو ہم میں سے کسی کو حق اور باطل کے امتیاز کرنے میں اپنی عقل پر اعتماد اور بھروسا کرنا جائز نہیں
ہے جب ہم نے مذہب والوں کو یہ دیکھا کہ ہر ایک مذہب والا یہی کہتا ہے اور دعوی کرتا ہے کہ میرا مذہب حق ہے اور مخالف کا باطل اور غلط اور جب اُنھوں نے تعصب چھوڑ دیا
اور انصاف اختیار کیا تو مذاہب کے دلائل کو متعارض اور متقابل پایا یعنی بعض دلائل سے ایک مذہب کا باطل ہونا اور دوسرے کا حق ہونا ثابت ہوتا ہے اور
بعض سے دوسرے کا باطل ہونا اور پہلے کا حق ہونا اور یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عقل ان حقائق اور مسائل اور دلائل کے علم اور ادراک سے عاجز ہے (تیسری دلیل)
یہ ہے اگر دین کا مدار دلائل کے حقائق میں غور اور فکر کرنے پر ہوتا تو گھڑی بھر بھی انسان کا ایمان قائم اور برقرار نہ رہتا کیونکہ جب فکر کرنے والے کے دل میں دین کی دلیل کے — تیسری دلیل
کسی مقدمے پر کوئی اعتراض اور شبہ آیا تو اُس اعتراض اور شبہے کے سبب سے اُس مقدمے میں شک ہوگیا اور جب دلیل کا ایک مقدمہ مشکوک ہوگیا تو نتیجہ بھی مشکوک
ہوگیا۔ کیونکہ مشکوک سے یقینی نتیجہ نہیں نکل سکتا لہذا یہ لازم آیا کہ دین کے مسائل کی دلیلوں کے مقدموں پر جو انسان کے دل میں اعتراض اور شبہے آتے ہیں اُن کے
سبب سے ہر گھڑی انسان کا دین بدلتا رہے (چوتھی دلیل) یہ ہے کہ یہ بات عام وخاص میں مشہور ہے اور ہر کہ ومہ کی زبان پر ہے مَنْ طَلَبَ الْمَالَ بِالْكِيمِيَاءِ أَفْلَسَ وَمَنْ طَلَبَ — چوتھی دلیل
الدِّيْنَ بِالْكَلَامِ تَزَنْدَقَ (جس نے کیمیا کے ساتھ مال طلب کیا وہ مفلس ہوا اور جس نے علم کلام کے ساتھ دین طلب کیا وہ زندیق اور کافر ہوا) اور یہ قول اس بات پر
دلالت کرتا ہے کہ علم کلام کا دروازہ کھولنا جائز نہیں ہے (چوتھی بحث) یہ ہے اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ فکر اور نظر فی ذاتہ قبیح اور نازیبا نہیں ہے تو ہم یہ بات دلیل سے ثابت کرتے
ہیں کہ اللہ تعالی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بندوں کو فکر کرنیکا امر نہیں کیا ہے اور اسکی دلیل یہ ہے کہ ان مطالب اور مسائل کی دلیلوں کا علم یا بدیہی ہے اُسکے سیکھنے
اور دوسرے سے حاصل کرنیکی حاجت نہیں ہے یا ایسا نہیں ہے بلکہ اُسکے حاصل ہونے میں تامل اور تفکر کرنے اور دوسرے سے حاصل کرنیکی ضرورت اور حاجت ہے۔
پہلی صورت (یعنی ان مسائل کے دلائل کا علم بدیہی ہے کسی سے سیکھنے کی ضرورت نہیں) باطل ہے ورنہ ان مسائل کے دلائل کا علم سب آدمیوں کو ہوتا اور یہ کہنا کہ ان مسائل
کے دلائل کا علم سب آدمیوں کو ہے محض غلط اور صریح مکابرہ ہے اور نیز ہمنے اُن لوگوں کا تجربہ اور امتحان کیا ہے جو اس علم میں سب سے زیادہ ذکی ہیں۔ اُستاد اور تصنیفات
سے مدد لینے کے بعد بھی سالہا سال میں ان مسائل کے دلائل کا علم اُنھیں حاصل نہ ہوسکا۔ اگر دوسری صورت ہے (یعنی ان مسائل کے دلائل کا علم بدیہی نہیں ہے اور تامل
اور تفکر کرنے اور سیکھنے کی ضرورت ہے) تو بے انتہا مشق اور مزاولت اور بہت سے مباحثے کے بغیر انسان کو ان مسائل کے دلائل کا علم حاصل نہیں ہوسکتا اگر دین ان
مسائل کے دلائل کے جاننے پر موقوف ہوتا تو ان مسائل کے پوچھنے اور ان دلائل کے پورے پورے طور سے جاننے کے امتحان اور تجربہ کرنیکے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ

پانچویں بحث علم کلام میں مشغول ہونا بدعت ہے

وسلم کسی شخص کے مسلمان ہونیکا حکم نفرماتے اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے مسلمان ہونیکے حکم کرنے کے وقت اِن مسائل وران دلائل کو دریافت فرمایا کرتے تو یہ بات مشہور اور معروف ہوجاتی اور جب یہ بات مشہور اور معروف نہوئی بلکہ تواتر اور یقینی طریق کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا مر مشہور اور منقول ہے کہ آپ اُن لوگوں کے مسلمان ہونیکا حکم فرمادیا کرتے تھے جنکی نسبت آپ بالبداہتہ یہ جانتے تھے کہ اُن کے دل میں ان مسائل اور دلائل میں سے کسی مسئلے اور دلیل کا خیال بھی نہیں آیا ہے تو ہمیں یہ معلوم ہوا کہ ان مسائل اور ان مسائل کے دلائل کے جاننے کا دین میں اعتبار نہیں ہے اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اصلی دلائل اکثر عقلا جانتے ہیں البتہ اُن دلائل پر جو اعتراض اور شبہے ہوتے ہیں اُنکے دور کرنے اور جواب دینے میں تامل اور تفکر کرنے اور زیادہ تدقیق اور باریک بینی کی حاجت پڑتی ہے اور اُن اعتراضوں اور شبہوں کا جواب دینا اصل دین میں داخل نہیں ہے تو ہم اس کا یہ جواب دینگے کہ یہ اعتراض ضعیف ہے۔ کیونکہ دلیل میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی اسکی دلیل یہ ہے اگر کوئی دلیل دس مقدموں سے مرکب ہو تو جس شخص کو ان دسوں مقدموں کے صحیح ہونیکا علم اور یقین ہے اُس شخص کو اِس دلیل کا پورا پورا علم اور پوری پوری معرفت ہے اُسکے اِس علم اور معرفت پر زیادتی نہیں ہوسکتی کیونکہ جو مقدمہ ان دسوں مقدموں کے علاوہ ہے اور ان دس سے زیادہ ہے اگر اُسے اس دلیل میں دخل ہے اور اس دلیل کے وجود میں اُس کا اعتبار ہے تو ہمارا یہ قول غلط ہوگیا کہ یہ دلیل فقط دس مقدموں سے مرکب ہے۔ اگر اُسے اس دلیل میں دخل نہیں ہے اور اس دلیل کے وجود میں اُسکا اعتبار نہیں ہے تو اُس کے علم سے دلیل کے علم کی زیادتی نہ ہوئی بلکہ اُس کا علم ایک ایسی چیز کا علم ہے۔ جو دلیل سے الگ ہے اور جسے دلیل سے کچھ تعلق نہیں ہے لہذا یہ ثابت ہوگیا کہ دلیل کمی بیشی کی قابل نہیں ہے۔ اور نیز اگر ان دس مقدموں میں سے نو مقدمے یقینی ہوں اور دسواں ظنی تو نتیجہ یقینی نہیں ہوسکتا کیونکہ جو چیز ظنی پر موقوف اور مبنی ہے اُس کا ظنی ہونا ضروری ہے لہذا یہ ثابت ہوگیا کہ دلیل کمی بیشی کی قابل نہیں ہے جب یہ بات باطل ہوگئی کہ دلیل کمی بیشی کی قابل ہے تو یہ اعتراض بھی باطل اور زائل ہوگیا اِس کی مثال یہ ہے کہ کسی آدمی نے ہوا کے صاف ہونیکے بعد مینہ اور گرج اور بجلی کو دیکھ کر سبحان اللہ کہا۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس آدمی کا سبحان اللہ کہنا اِس بات کی دلیل ہے کہ اُس نے اللہ کو دلیل سے پہچانا اور اُن لوگوں کا یہ قول غلط ہے کیونکہ وہ اللہ کو دلیل سے اُسی وقت پہچان سکتا ہے کہ دلیل کے ساتھ پہلے اس بات کو جانے کہ اس حادث کے لیئے کوئی موثر اور موجد اور پیدا کنندہ ضرور ہے۔ پھر دلیل کے ساتھ اس بات کو جانے کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی موثر اور خالق نہیں ہوسکتا اور اس دوسرے مقدمے کو دلیل سے اُسی وقت جان سکتا ہے کہ دلیل کے ساتھ یہ بات جانے کہ آسمان اور تاروں اور طبیعت اور علت موجبہ کی طرف اس حادث کے حادث ہونیکی اسناد اور نسبت نہیں ہوسکتی اگر اس کا باطل ہونا دلیل سے نہ جانا تو اُسے اِس دوسرے مقدمے کا اعتقاد دلیل کے بغیر ہوا۔ اور یہ دوسرا مقدمہ تقلیدی ہوگیا اور جو علم اور معرفت اس تقلیدی مقدمے پر مبنی اور موقوف ہے وہ بھی تقلیدی ہوگیا۔ یقینی نہ رہا ہمارے اِس بیان سے یہ ثابت ہوگیا کہ اُن لوگوں کا یہ قول کہ سبحان اللہ کہنا اِس بات کی دلیل ہے کہ اس آدمی نے اللہ کو دلیل سے پہچانا غلط ہے (پانچویں بحث) یہ ہے کہ علم کلام میں مشغول ہونا بدعت ہے اور اس بات کی دلیل قرآن اور حدیث اور اجماع اور قول سلف اور حکم شرعی ہے قرآن کی یہ دو آیتیں علم کلام کے بدعت ہونے کی دلیلیں ہیں مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ (انھوں نے عیسیٰ کی مثال تجھے صرف مجادلے کے طور سے بیان کی ہے بلکہ یہ جھگڑالو قوم ہے) اللہ تعالی نے اس آیت میں جدل اور مناظرے کی مذمت اور برائی بیان کی ہے وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ (جو لوگ ہماری آیتوں میں غور اور خوض کرتے ہیں جب تو اُنھیں دیکھے تو اُن سے یہانتک اعراض کر کہ وہ کسی اور بات میں غور اور خوض کرنے لگیں) اس آیت میں اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ امر فرمایا کہ جب وہ لوگ ہماری آیتوں میں غور اور خوض کرنے لگیں تو اُن سے اعراض کر اور اُنکی طرف ملتفت نہ ہو اور علم کلام کا بدعت ہونا اِن تین حدیثوں سے ثابت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تَفَكَّرُوْا فِي الْخَلْقِ وَلَا تَفَكَّرُوْا فِي الْخَالِقِ (خلق میں فکر کرو اور خالق میں فکر نہ کرو) عَلَيْكُمْ بِدِيْنِ الْعَجَائِزِ (بڑھیوں کا دین اختیار کرو) اِذَا ذُكِرَ الْقَدَرُ فَاَمْسِكُوْا (جب تقدیر کا ذکر ہو تو سکوت اختیار کرو اور کچھ نہ کہو) اور یہ بات کہ علم کلام کا بدعت ہونا اجماع سے ثابت ہے اسکی تقریر یہ ہے کہ علم کلام ایک ایسا علم ہے کہ جس میں صحابہ نے بحث اور کلام نہیں کیا ہے۔ جب صحابہ نے اُس میں بحث اور کلام نہیں کیا تو وہ بدعت ہے اور جب بدعت ہے

تو وہ حرام ہے لیکن یہ بات کہ علم کلام میں صحابہ نے بحث اور کلام نہیں کیا ظاہر ہے کیونکہ صحابہ میں سے کسی شخص سے یہ بات منقول نہیں ہوئی ہے کہ اُس نے اپنے تئیں
دینی مسائل پر دلائل قائم کرنے اور اُن میں مباحثہ کرنے کے لیئے قائم کیا تھا بلکہ جو لوگ علم کلام میں غور اور خوض کرتے تھے صحابہ اُنکو اسقدر بُرا جانتے تھے کہ اَور
لوگ اسقدر بُرا نہیں جانتے تھے اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ صحابہ نے علم کلام میں بحث اور کلام نہیں کیا تو یہ ثابت ہو گیا کہ علم کلام بدعت ہے اور اس بات پر سب کا
اتفاق ہے کہ ہر ایک بدعت حرام ہے تو علم کلام حرام ہوا۔ اور جن آثار و اقوال سے کہ علم کلام کا بدعت ہونا ثابت ہوتا ہے وہ ذیل میں درج ہیں مالک بن انس نے ارشاد *جن آثار اور اقوال سے کہ علم کلام کا بدعت ہونا ثابت ہوتا ہے وہ ذیل میں درج ہیں*
فرمایا ہے بدعتوں سے بچو۔ لوگوں نے کہا اے ابو عبد اللہ کونسی چیزیں بدعتیں ہیں آپنے فرمایا جو لوگ اللہ کے اسمار اور صفتوں اور کلام میں بحث اور کلام کرتے
ہیں اور صحابہ اور تابعین نے جس میں سکوت اختیار کیا ہے اُس میں سکوت اختیار نہیں کرتے وہ لوگ اہل بدعت ہیں۔ کسی نے سفیان بن عیینہ سے علم کلام
کی نسبت دریافت کیا آپنے فرمایا سنت پر چلو اور بدعت کو چھوڑو۔ شافعی رحمۃ اللہ نے کہا ہے علم کلام میں مبتلا ہونے سے شرک کے سوا اور سب گناہوں میں بندہ
کا مبتلا ہونا بہتر ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص دوسرے شخص کے لیئے اپنی علمی کتابوں کی وصیت کرے اور اُن میں علم کلام کی بھی کتابیں ہوں تو علم
کلام کی کتابیں وصیت میں داخل نہ ہونگی۔ شافعی رضی اللہ عنہ کے اِس قول سے یہ ثابت ہوا کہ علم کلام کی کتابیں علمی کتابیں نہیں ہیں اور علم کلام علم نہیں ہے
اور جو حکم شرعی ہمارے اِس مدعی کی دلیل ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی نے علمار کے لیئے وصیت کی تو اس وصیت میں متکلم یعنی عالم علم کلام داخل نہ ہوگا۔ اِس حکم شرعی سے
یہ ثابت ہوا کہ متکلم عالم نہیں ہے اور علم کلام علم نہیں ہے واللہ اعلم فکر اور استدلال اور علم کلام میں جن لوگوں نے طعن کیا ہے یہ اُنکے کلام کا مجموعہ ہے **جواب**
از شبہات منکرین علم کلام جو شبہے اور اعتراض اسبات پر ہیں کہ فکر اور نظر سے علم حاصل نہیں ہوتا وہ فاسد ہیں کیونکہ یہ شبہے بدیہی نہیں ہیں
بلکہ نظری ہیں لہذا اُنھوں نے فکر اور نظر کے بعض انواع اور اقسام کے ساتھ اُسکے کل انواع اور اقسام کو باطل کیا اور اس میں تناقض ہے اور جو شبہے اِس بات پر
ہیں کہ فکر اور نظر پر بندہ قادر نہیں ہے وہ بھی فاسد ہیں کیونکہ منکرین علم کلام ان شبہوں کے نکالنے پر قادر اور مختار ہیں تو اُن کا یہ قول باطل ہو گیا کہ فکر اور نظر
اختیاری نہیں ہے اور جو شبہے اِس امر میں ہیں کہ فکر اور نظر پر اعتماد اور بھروسا کرنا قبیح اور نازیبا ہے وہ شبہے باہم متناقض و متقابل ہیں کیونکہ اُن شبہوں سے یہ لازم
آتا ہے کہ منکرین علم کلام نے جو اِن شبہوں پر اعتماد اور بھروسا کیا اُن کا یہ اعتماد اور بھروسا کرنا قبیح اور نازیبا ہے اور جو شبہے اِس امر پر ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فکر اور نظر کرنے اور دلائل قائم کرنے کا امر نہیں کیا ہے وہ شبہے بھی باطل ہیں کیونکہ ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ سب کے سب نبی فکر اور نظر کرنے کے ساتھ
امر کرنے ہی کے لیئے آئے ہیں منکرین علم کلام نے اللہ تعالی کے قول مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا سے جو استدلال کیا ہے کہ اِس آیت میں اللہ تعالی نے جدل کی
مذمت بیان کی ہے تو اس استدلال کا یہ جواب ہے کہ اس آیت میں جدل سے باطل کے ساتھ مجادلہ اور مناظرہ کرنا مراد ہے تاکہ اس آیت اور اس دوسری آیت
میں مطابقت ہو جائے وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (یعنی جو طریق سب طریقوں سے اچھا ہے اُس طریق کے ساتھ اُن سے مجادلہ اور مناظرہ کر) اِس آیت میں
اللہ تعالی نے مجادلہ اور مناظرہ کرنے کا حکم کیا تو معلوم ہوا کہ پہلی آیت میں اُس مجادلے اور مناظرے کی بُرائی ہے جو باطل کے ساتھ ہو اور اللہ تعالی کے قول وَاِذَا رَاَیْتَ
الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ (یعنی جو لوگ ہماری آیتوں میں غور اور خوض کرتے ہیں تو اُن سے اعراض کر) سے جو استدلال کیا ہے اُس کا یہ جواب ہے
کہ اس آیت میں اللہ تعالی نے خوض کی مذمت اور بُرائی بیان کی ہے اور خوض فکر اور نظر کو نہیں کہتے ہیں بلکہ خصومت اور جھگڑے کو کہتے ہیں تو اس آیت
سے فکر اور نظر کی بُرائی ثابت نہیں ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے قول تَفَكَّرُوْا فِی الْخَلْقِ (خلق میں فکر کرو) میں جو خلق میں فکر کرنے کا امر کیا ہے
تو یہ امر صرف اسی سبب سے کیا ہے کہ اُس سے خالق کی معرفت حاصل ہو اور یہی ہمارا مقصود اور مدعی ہے کہ اللہ تعالی کی معرفت خلق میں فکر کرنے سے حاصل
ہوتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول عَلَیْكُمْ بِدِیْنِ الْعَجَائِزِ (یعنی بڑھیوں کا دین اختیار کرو) سے یہ مراد ہے کہ اپنے کل کام اللہ کے تفویض اور سپرد
کرو اور سب کاموں میں اللہ پر اعتماد اور بھروسا رکھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اِذَا ذُكِرَ الْقَدَرُ فَاَمْسِكُوْا (یعنی جب قدر کا ذکر ہو تو سکوت اختیار کرو)

اور کچھ نہ کہو) سے جو استدلال کیا ہی وہ ضعیف ہی۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مین تقدیر مین فکر کرنے سے منع فرمایا ہی۔ اور تقدیر مین فکر کرنے سے منع فرمانے سے۔ ہر چیز مین فکر کرنے سے منع فرمانا لازم نہین آتا۔ اور اجماع سے جو استدلال کیا ہی۔ اُسکا یہ جواب ہی۔ اگر تمہاری یہ مراد ہی۔ کہ صحابہ نے متکلمین کے الفاظ اور اصطلاحون کا استعمال نہین کیا ہی۔ تو ہم اسے تسلیم کرتے ہین۔ لیکن اس سے علم کلام مین کسی طرح کی خرابی لازم نہین آتی جسطرح صحابہ نے فقہا کے الفاظ اور اصطلاحون کا استعمال نہین کیا اور اس سے فقہ مین کسیطرح کی خرابی لازم نہ آئی۔ اور اگر تمہاری یہ مراد ہی کہ صحابہ نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دلیل سے نہین پہچانا تو تمہارا یہ قول بدترین اقوال ہی۔ اور سلف نے جو علم کلام پر تشدد کیا ہی۔ تو اُس علم کلام سے اُن کی مراد اہل بدعت کا علم کلام ہی۔ اور وصیت کے مسئلے سے جو استدلال کیا ہے اُسکے مقابل اور معارض۔ وصیت کا یہ دوسرا مسئلہ ہی یعنی اگر کسی شخص نے اُن لوگون کیلئے وصیت کی جنکو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور افعال اور اللہ تعالیٰ کی نبیون اور رسولون کی معرفت حاصل ہی۔ تو اس وصیت مین فقیہ داخل نہ ہوگا۔ اور نیز وصیتون کا دار مدار عرف پر ہی۔ یہ اس مسئلہ کی پوری تقریر ہی۔ واللہ اعلم۔ (دوسرا مسئلہ) عبادت کی حقیقت ہم اللہ تعالیٰ کے قول اِیَّاكَ نَعْبُدُ کی تفسیر مین بیان کر چکے ہین۔ اور تہذیب کے مصنف ازہری نے ابن انباری سے یہ روایت کی ہی۔ کہ خلق کے معنی تقدیر یعنی اندازہ کرنا) اور تسویہ (یعنی برابر کرنا) کے ہین۔ اور آیات اور اشعار اور محاورات سے وہ اس پر دلیل لائے ہین جن آیتون سے استدلال کیا ہی۔ وہ تین ہین پہلی آیت اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہی اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ (یعنی سب اندازہ کرنے والون سے بہتر) اس آیت مین خلق کے معنی تقدیر یعنی اندازہ کرنیکے ہین اور دوسری آیت اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہی وَتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا (یعنی تم جھوٹ کا اندازہ کرتے ہو) اس آیت مین بھی خلق کے معنی تقدیر کے ہین اور تیسری آیت اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہی وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ (یعنی جسوقت تو پرند کی صورت کا مٹی سے اندازہ کرتا ہی) اس آیت مین بھی خلق کے معنی تقدیر یعنی اندازہ کرنے کے ہین۔ اور جن اشعار سے استدلال کیا ہی اُن مین سے پہلا یہ زہیر کا شعر ہی ؎

وَلَاَنْتَ تَفْرِیْ مَا خَلَقْتَ وَبَعْـ ۔۔۔ ضُ الْقَوْمِ یَخْلُقُ ثُمَّ لَا یَفْرِیْ

اور جس چیز کا تو اندازہ کرتا ہی تو اُسے شق کر ڈالتا ہی ۔۔۔ اور بعض آدمی اندازہ تو کر لیتے ہین۔ اور شق نہین کرتے

اس شعر مین بھی خلق کے معنی تقدیر اور اندازہ کرنیکے ہین۔ اور دوسرا شعر کسی اور شاعر کا ہی ؎

وَلَا یَئِطُّ بِاَیْدِی الْخَالِقِيْنَ وَلَا ۔۔۔ اَیْدِی الْخَوَالِقِ اِلَّا جَیِّدُ الْاَدَمِ

گردن ہی کا چمڑا اندازہ کرنیوالون کے ہاتھون اور اندازہ کرنے والیونکے ہاتھون کی زیارت کرتا ہے۔

اس شعر مین خالقین کے معنی اندازہ کرنیوالے۔ اور خوالق کے معنی اندازہ کرنے والیان ہین۔ اور جن محاورات سے استدلال کیا ہی۔ اُن مین سے ایک محاورہ یہ ہی خَلَقَ النَّعْلَ یعنی جوتے کا اندازہ کیا۔ اور اُسکی مثال کیساتھ اُس کا اندازہ کرکے اُسے برابر کیا۔ اور جن باتون کی تصدیق نہین کر سکتے ہین۔ اُنکو جو عرب احادیث الخلق کہتے ہین۔ ان کا یہ قول بھی اِسی محاورے سے ماخوذ ہی یعنی اندازہ کی ہوئی باتین۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول اِنْ هٰذَا اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ بھی اِسی محاورے سے ماخوذ ہی۔ یعنی یہ اگلے لوگون کا اندازہ ہی ہی۔ اور خَلَاقٌ نیکی کی مقدار کو کہتے ہین۔ اور هُوَ خَلِيْقٌ کے یہ معنی ہین۔ کہ وہ لائق ہی۔ اور لائق کو خلیق اس سبب سے کہتے ہین۔ کہ گویا وہ ایسا شخص ہی۔ کہ خلاق یعنی نیکی کی مقدار اُسی سے ہی۔ اور چکنے پتھر کو صَخْرَةٌ خَلْقَاءُ اس سبب سے کہتے ہین کہ وہ ہموار اور برابر ہوتا ہی۔ اور کھردرے پن مین ہمواری اور برابری نہین ہوتی۔ اور اَخْلَقَ الثَّوْبُ (یعنی کپڑا پرانا ہوگیا) بھی اِسی سے ماخوذ ہی۔ کیونکہ کپڑا پرانا ہوکر چکنا اور ہموار اور برابر ہو جاتا ہی لہٰذا یہ ثابت ہوگیا۔ کہ خلق کے معنی تقدیر یعنی اندازہ کرنے۔ اور استوا یعنی برابر ہونیکے ہین۔ قاضی عبد الجبار نے کہا ہی خَلْقٌ فَعْلٌ کے وزن پر ہی۔ جسکے معنی تقدیر یعنی اندازہ کرنیکے ہین۔ اور عربی زبان اس بات کو نہین چاہتی۔ کہ خلق صرف اللہ ہی کا فعل ہی اللہ کے سوا اور کسی سے اسکا صدور اور وقوع نہین ہوتا۔ بلکہ قرآن شریف اسکے خلاف پر شاہد اور ناطق ہی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہی فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ (یعنی اللہ برکت والا ہی۔ جو سب اندازہ کرنیوالون سے بہتر ہی) اس آیت مین اللہ کے سوا اورون پر بھی خالق کا اطلاق کیا۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہی وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ (اے عیسے جب تو مٹی سے پرند کی صورت کا اندازہ کرتا ہی) اس آیت مین عیسیٰ کو خالق ارشاد فرمایا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ انجام اور مصلحت کے جاننے کے سبب سے

افعال کرتا ہی۔ اور اُس کا ہر ایک فعل ایسا ہی ہوتا ہی۔ اِس سبب سے یہ اسم (یعنی اسم خالق) اللہ تعالیٰ کیساتھ خاص ہوگیا۔ اور قاضی عبدالجبار کے اُستاد ابو عبداللہ بصری نے کہا ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ کو خالق کہنا محال ہی۔ کیونکہ خلق کے معنی تقدیر یعنی اندازہ کرنے اور تسویہ یعنی برابر کرنیکے ہین۔ اور تقدیر اور اندازہ کرنا۔ فکر اور ظن اور گمان کو کہتے ہین۔ اور یہ سب چیزین اللہ تعالیٰ پر محال ہین۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا خالق ہونا محال ہوا۔ اور جمہور اہل سنت وجماعت کا یہ قول ہی۔ کہ خلق۔ ایجاد اور انشا یعنی پیدا کرنے کو کہتے ہین۔ اور وہ تمام مسلمانون کے اِس قول سے دلیل لائے ہین لَا خَالِقَ اِلَّا اللّٰہُ (یعنی اللہ کے سوا اور کوئی خالق نہین ہی) اور خلق کے معنی تقدیر اور اندازہ کرنیکے ہوتے۔ تو تمام مسلمانون کا یہ قول صحیح اور درست نہ ہوتا۔ لہٰذا یہ معلوم ہوا کہ خلق کے معنی ایجاد اور پیدا کرنیکے ہین (تیسرا مسئلہ) جاننا چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا امر کیا۔ اور عبادت کا امر اللہ تعالیٰ کے وجود کے جاننے پر موقوف ہی۔ اور اللہ تعالیٰ کے وجود کا علم بدیہی نہین ہی۔ بلکہ نظری اور استدلالی ہی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہان وہ دلیلین بیان کین۔ جو اسکے وجود پر دلالت کرتی ہین۔ جاننا چاہیے۔ کہ ہم نے عقلی کتابون مین یہ بیان کیا ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ثابت کرنیکا طریق یا امکان ہی (یعنی ممکن ہونا) یا حدوث (یعنی حادث ہونا) یا دونون کا مجموعہ اور ان مین سے ہر ایک یا جواہر مین ہی۔ یا اعراض مین۔ تو جو طریق اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتے ہین۔ اُن سبکا مجموعہ چھ ہی چھ سے زیادہ نہین ہی (پہلا طریق) ذاتون اور جوہرون کے امکان (یعنی ممکن ہوتے) سے دلیل لانا ہی اور اِسی طریق کی طرف اللہ تعالیٰ کے اِن اقوال مین اشارہ ہی۔ وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاۗءُ (اللہ ہی غنی ہی۔ اور تم محتاج ہو) فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ پروردگار عالم کے سوا وہ سب میرے دشمن ہین) وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى (تیرے رب ہی کیطرف انتہا ہی) قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ (اللہ کہہ پھر انہین چھوڑ دے) فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ (اللہ ہی کیطرف بھاگو) اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ (ہوشیار اور متوجہ ہو کر سنو اللہ ہی کے ذکر سے دلون کو اطمینان ہوتا ہی (دوسرا طریق) صفات اور عرض کے امکان (یعنی ممکن ہونے) سے دلیل لانا ہی۔ اور اسی طریق کیطرف اللہ تعالیٰ نے اپنے اِن دو قولون مین اشارہ کیا ہی خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (اللہ تعالیٰ نے آسمانون اور زمین کو پیدا کیا) اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَاۗءَ بِنَاۗءً (جسنے زمین کو تمہارے لیے فرش بنایا اور آسمان کو چھت (تیسرا طریق) اجسام کے حدوث (یعنی حادث ہونے) سے دلیل لانا ہی۔ اور اسی طریق کی طرف ابراہیم علیہ السلام کے اِس قول مین اشارہ ہی لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ (مین چھپ جانیوالون کو پسند نہین کرتا (چوتھا طریق) اعراض کے حدوث (یعنی حادث ہونے) سے دلیل لانا ہی۔ اور یہ طریق خلق کی فہم کی طرف سب طریقون سے زیادہ قریب ہی۔ اور یہ طریق دو امرون یعنی دلائل نفس۔ اور دلائل آفاق مین منحصر ہی۔ اور آسمانی کتابین غالبًا اِن ہی دونون امرون پر مشتمل ہین۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہان اِس آیت مین اِن دونون وجہون کو جمع کیا ہی۔ دلائل النفس یہ ہین۔ کہ ہم مین سے ہر ایک شخص بالبداہت یہ جانتا ہی۔ کہ مین اِس سے پہلے موجود نہ تھا۔ اور اب موجود ہوا۔ اور جو چیز نہ ہونیکے بعد موجود ہوتی ہی۔ اُس کیلیے کوئی موجود کرنیوالا۔ اور پیدا کرنیوالا ضرور ہونا چاہیے۔ اور اُسکا موجود کرنیوالا۔ اور پیدا کرنے والا۔ نہ وہ خود ہی۔ نہ اُسکے ماں باپ۔ نہ اور آدمی۔ کیونکہ مخلوق کا ایسی ترکیب سے عاجز ہونا ظاہر اور بدیہی ہی۔ تو ضرور بالضرور اُسکا موجود کرنیوالا۔ اور پیدا کرنے والا۔ ایک ایسا امر ہی جس کی حقیقت۔ اِن موجودات اور اِن اشخاص کی حقیقت کو مخالف ہی۔ اور جو اِن موجودات اور اِن اشخاص کو موجود کرنے اور پیدا کرنے پر قادر ہی۔ مگر اعتراض کرنیوالا یہان یہ اعتراض کرسکتا ہی۔ کہ یہ کیون نہین جائز ہی۔ کہ فصلون اور موسمون کی طبیعتین۔ اور آسمان اور تارے ہمارے موجود کرنے والے۔ اور پیدا کرنیوالے ہون۔ چونکہ یہان یہ اعتراض ہوسکتا تھا۔ اِسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے اِسکے بعد اُن دلیلون کا ذکر کیا۔ جو اِس بات پر دلالت کرتی ہین۔ کہ اِن چیزون کو بھی۔ موجود کرنیولے اور پیدا کرنے والے کی طرف حاجت ہی۔ اور اُن دلیلون کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اِس قول مین ہی۔ اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَاۗءَ بِنَاۗءً یعنی جسنے زمین کو تمہارے لیے فرش اور آسمان کو چھت بنایا۔ اور دلائل آفاق سے یہی دلائل مراد ہین۔ اور عالم کو جو اِن مین جو تغیر ہوتے ہین۔ یعنی گرج اور بجلی۔ اور ہوائین اور بادل۔ اور فصلون۔ اور موسمون کی اختلاف۔ وہ سب کے سب دلائل آفاق مین داخل ہین۔ اور دلائل آفاق کا حاصل یہ ہی۔ کہ تمام جسم خواہ فلکی ہون۔ خواہ عنصری جسم ہونے مین شریک ہین۔ تو اِن مین سے بعض جسمون کے بعض صفتون یعنی مقدارون اور شکلون اور حیزون اور مکانون کیساتھ خاص ہونے کی علت جسم ہونا۔ یا جسم ہونیکے لازمون مین سے کوئی لازم نہین ہوسکتا۔ ورنہ سب جسمون کو اِنہین صفتون مین شریک ہونا چاہیے تھا یعنی سب جسمون کی

ابوعبداللہ بصری نے کہا ہی کہ اللہ تعالیٰ کو خالق کہنا محال ہی

دلائل آفاق کا حاصل یہ ہی

یہی مقدار۔ اور یہی شکل۔ اور یہی حیز۔ اور یہی مکان ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ اس مقدار۔ اور اس شکل۔ اور اس حیز اور اس مکان کی علت جسم ہونی۔ یا جسم ہونیکے لازمون مین سے کسی لازم کو فرض کیا ہے۔ اور جسم ہونا اور جسم ہونیکا لازم سب جسمون مین ہے۔ تو جس مقدار اور جس شکل اور جس حیز اور جس مکان کی علت جسم ہونا۔ یا جسم ہونیکے لازمون مین سے کوئی لازم ہے۔ اُس مقدار اور اُس شکل اور اُس حیز اور اُس مکان کو بھی سب جسمون مین ہونا چاہئے۔ کیونکہ جہان علت ہو۔ وہان معلول کا ہونا ضروری ہے اور یہ مقدار اور یہ شکل اور یہ حیز اور یہ مکان سب جسمون مین نہین ہے۔ تو یہ ظاہر اور واضح ہوگیا۔ کہ ان بعض جسمون کے ان بعض صفتون کیساتھ خاص ہونے کی علت جسم ہونا اور جسم ہونیکے لازمون مین سے کوئی لازم نہین ہے۔ تو ضرور بالضرور ان جسمون کے ان صفتون کے ساتھ خاص ہونیکی علت۔ کوئی ایسا امر ہے۔ جو ان جسمون سے الگ اور منفصل ہے۔ اور یہ امر جو ان جسمون سے الگ اور منفصل ہے۔ اگر کوئی اور جسم ہے۔ تو اُس جسم مین بھی یہی بحث ہوگی۔ کہ یہ جسم مؤثر اور علت ہونیکے ساتھ کیون خاص ہوا۔ اور جسم علت اور مؤثر کیون نہین ہوئے۔ لہذا وہ امر جو ان جسمون سے الگ اور منفصل ہے۔ کوئی اور جسم نہین ہوسکتا۔ اور اگر وہ امر جو ان جسمون سے الگ اور منفصل ہے جسم نہین ہے۔ تو وہ یا مجبور ہے یا قادر اور مختار۔ پہلی صورت یعنی اُس امر کا مجبور ہونا باطل اور ناممکن ہے۔ ورنہ بعض جسمون کا بعض صفتون کے ساتھ خاص ہونا اولی اور بہتر نہوگا۔ لہذا وہ امر مجبور نہین ہے تو ضرور بالضرور وہ امر قادر اور مختار ہے۔ اس دلیل سے یہ ثابت ہوگیا۔ کہ تمام جسمون کو ایسے امر کی طرف احتیاج ہے۔ جو مؤثر اور قادر ہے۔ اور نہ جسم ہے۔ اور نہ جسم سے اسکو کسی طرح کا تعلق اور لگاؤ ہے۔ اور اس بیان سے یہ ظاہر ہوگیا۔ کہ اعراض اور صفات کے امکان کی استعانت کے بغیر اعراض کے حادث ہونے سے صانع اور خالق کے وجود پر استدلال نہین ہوسکتا جیسے تجھے یہ معلوم ہوچکا۔ تو اب ہم یہ بیان کرتے ہین۔ کہ اللہ تعالی جو اپنی کتاب کے اول مین اسی قسم کے دلائل لایا۔ اس کی دو وجہین ہین (پہلی وجہ) یہ ہے۔ کہ یہ طریق خلق کے فہم کیطرف اور سب طریقون سے زیادہ قریب۔ اور اس طریق کو عقل کیساتھ اور طریقون کی نسبت زیادہ شدید اتصال ہے۔ اور قرآن شریف مین ایسی ہی دلیلون کا ذکر ہونا چاہئے جن مین کسی طرح کی دقت اور دشواری اور اشکال نہو۔ اور جو خلق کے فہم کی طرف نہایت ہی قریب ہون۔ تاکہ ہر خاص و عام انہین سمجھے۔ اور ان سے فائدہ اُٹھائے۔ اسی سبب سے اللہ تعالی نے قرآن شریف کے اول مین اسی قسم کی دلیلون کا ذکر کیا (دوسری وجہ) یہ ہے کہ قرآن کی دلیلون سے مجادلہ کرنا۔ اور الزام دینا اور مخالف کو لاجواب کردینا غرض نہین ہے۔ بلکہ قرآن کی دلیلون سے غرض یہ ہے۔ کہ دلون مین سچے عقیدے حاصل ہون۔ اور اس باب مین اس قسم کی دلیلین اور سب قسمون کی دلیلون سے نہایت قوی ہین۔ کیونکہ اس قسم کی دلیلون سے جس طرح خالق کے وجود کا علم حاصل ہوتا ہے۔ اسیطرح ان مین اُن نعمتون کا بھی ذکر ہے۔ جو خالق نے ہمین عطا کی ہین۔ کیونکہ وجود اور زندگی اُن بڑی بڑی نعمتون مین سے ہین جو اللہ نے ہمین عطا کی ہین۔ اور نعمتونکا ذکر اُن چیزون مین سے ہے جو محبت اور ترک نزاع اور اطاعت کرنیکی سبب ہین۔ اسی سبب سے اس قسم کی دلیلون کا ذکر اور سب قسم کی دلیلون کے ذکر سے اولی اور بہتر ہے۔ جاننا چاہئے۔ کہ اس باب مین سلف کے لطیف لطیف طریقے ہین (پہلا طریق) روایت ہے کہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک زندیق نے صانع اور خالق کے وجود کا انکار کیا۔ جعفر صادق رض نے کہا تجھے کبھی دریا کے سفر کا بھی اتفاق ہوا ہے۔ اُسنے کہا۔ ہان۔ آپنے کہا۔ تونے کبھی دریا کی ہولناک حالتین بھی دیکھی ہین۔ اُسنے کہا۔ ہان دیکھی ہین۔ ایکدن ہولناک ہوائین زور شور سے چلین۔ اور اُنہون نے کشتیون کو توڑ ڈالا۔ اور ملاحون کو غرق کردیا۔ کشتی کا ایک تختہ میرے ہاتھ آگیا۔ مین نے اُسے پکڑ لیا۔ پھر وہ بھی میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اور موجون کا تلاطم کبھی مجھے اِدھر کو دھکیلتا تھا۔ کبھی اُدھر کو۔ یہانتک کہ مجھے دھکیلتے دھکیلتے دریا کے کنارے تک پہنچا دیا۔ جعفر صادق رض نے ارشاد فرمایا۔ پہلے تو تیرا اعتماد اور بھروسا کشتی اور ملاح پر تھا۔ جب کشتی ٹوٹ گئی۔ اور ملاح ڈوب گیا۔ تو تیرا اعتماد اور بھروسا کشتی کے تختے پر ہوا۔ کہ وہ تجھے نجات دیگا اور اِس مصیبت سے بچائیگا۔ جب وہ بھی تیرے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ تو تونے اُسوقت مرنے اور ہلاک ہونے پر دل دھر لیا تھا۔ یا اُسوقت بھی تجھے بچ جانیکی اُمید تھی۔ اُس نے کہا۔ مجھے مرنے اور ہلاک ہوجانیکا یقین نہین تھا۔ بلکہ بچ جانیکی اُمید تھی۔ جعفر صادق رض نے کہا۔ اُسوقت تجھے کس شخص سے اُمید تھی کہ وہ تجھے ڈوبنے سے بچائیگا۔ وہ زندیق یہ سنکر چپ ہو رہا۔ جعفر صادق رض نے کہا جس شخص سے کہ تجھے اُسوقت یہ اُمید تھی۔ کہ وہ تجھے ڈوبنے سے بچائیگا۔ وہی عالم کا صانع اور خالق ہے۔ اور اُسی نے تجھے ڈوبنے سے بچایا۔ اُسیوقت وہ زندیق جعفر صادق رض کے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا (دوسرا طریق) کتاب دیانات عرب مین مذکور ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمران بن حصین سے کہا۔ تیرے کتنے معبود ہین۔ اُسنے کہا دس ہین۔ آپنے ارشاد فرمایا۔ اُن مین سے تجھے کون رحمت اور رنج پہنچاتا ہے۔ اور جب تجھ پر کوئی بڑی مصیبت آئے۔ تو اُسے دفع کرتا ہے۔ اُسنے کہا۔ اللہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تو اللہ کے سوا تیرا کوئی معبود نہین (تیسرا طریق) ابوحنیفہ رحمہ اللہ دہریون کے

اللہ کے ثبوت پر امام جعفر صادق کی دلیل

امام ابوحنیفہ کی دلیل

حق مین شمشیر تھے اور وہ ہمیشہ اُن کے قتل کرنیکی گھات مین رات دن لگے رہتے تھے۔ ایک دن ابو حنیفہؒ مسجد مین بیٹھے ہوئے تھے کہ دہریون کا ایک گروہ ننگی تلوارین ہاتھون مین لیے ہوا آ پہنچا
اور اُن کے قتل کرنیکا ارادہ کیا۔ ابو حنیفہ رحنے اُن سے کہا۔ مین تم سے ایک بات پوچھتا ہون۔ تم مجھے اُسکا جواب دیدو۔ پھر جو تمہارے جی مین آئے کرو۔ اُنہون نے کہا۔ پوچھو۔ آپنے ارشاد فرمایا
جو شخص یہ کہتا ہے۔ کہ مین نے ایک کشتی دیکھی ہے۔ جو اسباب سے لدی ہوئی ہے۔ اور بوجھ سے بھری ہوتی ہے۔ موجون کا تلاطم۔ اور مختلف ہواؤن کا تموج دریا کے بھنور مین اُسے جھکولا دے رہا ہے اور وہ
خود بخود سیدھی تلاطم اور ہواؤنکے اختلاف اور تموج کے درمیان برابر چلی جا رہی ہے۔ نہ کوئی ملاح اُسے چلا رہا ہے۔ اور نہ کوئی حافظ اور نگہبان اُسے دھکیل رہا ہے۔ کیا تمہارے نزدیک اُسکا یہ قول عقلاً صحیح ہو سکتا ہے۔ اُنہون نے کہا۔ نہین عقل سلیم تسلیم
نہین کر سکتی۔ ابو حنیفہ رحنے کہا۔ سبحان اللہ عجب عقل ہے نہین سمجھتا۔ کہ دریا مین کشتی برابر چلے۔ اور اُس کا نہ کوئی نگہبان اور حافظ ہو۔ اور نہ کوئی چلانیوالا۔ تو یہ کس طرح آ سکتا ہے۔ کہ یہ دنیا
جسکے احوال مین اس قدر اختلاف ہے۔ اور جسکے کامون مین اسقدر تغیر اور جسکے اطراف مین اس قدر وسعت۔ اور جسکے جوانب مین اسقدر بعد اور فرق۔ حافظ اور نگہبان کے بغیر
قایم رہے۔ وہ اس دلیل کے سنتے ہی سب کے سب رو دئے۔ اور یہ کہنے لگے۔ کہ آپنے سچ فرمایا۔ اور سب نے اپنی اپنی تلوارین نیام مین کر لین۔ اور آپکے ہاتھ پر توبہ کی (چوتھا طریق)

دلیل وجود باری امام شافعی

دہریون نے شافعی رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ اللہ کے وجود کی کیا دلیل ہے۔ آپنے فرمایا۔ شہتوت کے پتے اسکے وجود کی دلیل ہین۔ تمہارے نزدیک اُن کا مزا اور رنگ اور بو
اور طبیعت ایک ہے۔ اُنہون نے کہا۔ ہان۔ آپنے ارشاد فرمایا اُن کو ریشم کا کیڑا کھاتا ہے۔ تو اُس سے ریشم نکلتا ہے۔ اور شہد کی مکھی کھاتی ہے۔ تو اُس سے شہد نکلتا ہے۔ اور بکری
کھاتی ہے۔ تو اُس سے مینگنیان نکلتی ہین۔ اور ہرن کھاتے ہین تو اُن کے نافون مین مشک منجمد ہوتا ہے۔ تو کس نے اِن چیزون کو ایسا کیا۔ باوجودیکہ طبیعت ایک ہے

دلیل وجود باری ابو حنیفہ

دہریون نے شافعی رح کی یہ دلیل پسند کی۔ اور وہ اُن کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔ اور وہ سترہ تھے (پانچواں طریق) دہریون نے ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے دوبارہ پوچھا۔ کہ اللہ کے
وجود کی کیا دلیل ہے۔ آپنے ارشاد فرمایا۔ کہ باپ یہ چاہتا ہے۔ کہ بیٹا ہو۔ اور بیٹی ہوتی ہے۔ کبھی یہ چاہتا ہے۔ کہ بیٹی ہو۔ اور بیٹا ہوتا ہے۔ یہ اللہ کے وجود کی دلیل ہے۔

دلیل وجود باری امام احمد بن حنبل

(چھٹا طریق) احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے اللہ کے وجود کی یہ دلیل بیان کی ہے۔ کہ ایک مضبوط اور چکنا قلعہ ہے جس مین کہین سوراخ نہین ہے۔ سب طرف سے بند ہے اور باہر
سے پگھلی ہوئی چاندی کی مانند ہے۔ اور اندر سے زر خالص کی مثل پھر اُس کی دیوارین پھٹ گئین۔ اور اُس مین سے ایک جانور نکلا جو سنتا اور دیکھتا ہے۔ تو کوئی اسکا فاعل ہونا چاہئے

دلیل وجود باری امام مالک

قلعے سے انڈا مراد ہے۔ اور جانور سے بچہ (ساتوان طریق) ہارون رشید نے مالک رح سے اللہ کے وجود کی دلیل پوچھی تو آپنے ارشاد فرمایا۔ کہ آوازون اور نغمون کا اختلاف اور زبانون کا
تفاوت اللہ کے وجود کی دلیل ہے۔ (آٹھوان طریق) کسی نے ابو نواس سے اللہ کے وجود کی دلیل دریافت کی۔ اُس نے جواب مین یہ شعر کہے

دلیل وجود باری ابو نواس

تَأَمَّلْ فِي نَبَاتِ الْأَرْضِ وَانْظُرْ إِلَىٰ آثَارِ مَا صَنَعَ الْمَلِيكُ

زمین کی روئیدگی مین غور اور تامل کر اور اللہ کی قدرت کے آثار کو دیکھ

عُيُونٌ مِنْ لُجَيْنٍ شَاخِصَاتٌ وَأَزْهَارٌ كَمَا الذَّهَبُ السَّبِيكُ

کھلی ہوئی آنکھون کو دیکھ جو چاندی کی مثل ہین اور اُن کلیون پر نگہ کر جو پگھلے ہوئے سونے کی مانند ہین

عَلَىٰ قُضُبِ الزَّبَرْجَدِ شَاهِدَاتٌ بِأَنَّ اللهَ لَيْسَ لَهُ شَرِيكُ

زبرجد کی شاخ پر اسبات کے گواہ ہین کہ اللہ کا کوئی شریک نہین ہے

دلیل وجود باری اعرابی

(نوان طریق) کسی نے ایک اعرابی سے پوچھا کہ اللہ کے وجود کی کیا دلیل ہے۔ اُس نے کہا الْبَعْرَةُ تَدُلُّ عَلَى الْبَعِيرِ وَالرَّوْثُ عَلَى الْحَمِيرِ وَآثَارُ الْأَقْدَامِ عَلَى الْمَسِيرِ فَسَمَاءٌ ذَاتُ أَبْرَاجٍ
وَأَرْضٌ ذَاتُ فِجَاجٍ وَبِحَارٌ ذَاتُ أَمْوَاجٍ أَمَا تَدُلُّ عَلَى الصَّانِعِ الْحَلِيمِ الْعَلِيمِ الْقَدِيرِ (یعنی اُونٹ کی مینگنی اُونٹ پر دلالت کرتی ہے۔ اور لید گدھے پر۔ اور پاؤن کے نشان
چلنے پر۔ تو برجون والا آسمان۔ اور فراخ رستون والی زمین۔ اور لہرون والی دریا کیا اُس صانع اور خالق پر دلالت نہین کرتے ہین۔ جو حلم اور علم اور قدرت والا ہے (دسوان طریق)
کسی شخص نے کسی طبیب سے دریافت کیا۔ تو نے اپنے رب کو کس دلیل سے پہچانا۔ اُسنے کہا مین نے اِس دلیل سے پہچانا ہے کہ ہڑ سے جو یبوست اور خشکی پیدا کرتی ہے۔ دست آتے ہین اور لعاب
جو تری اور رطوبت پیدا کرتا ہے۔ دست بند ہو جاتے ہین۔ دوسرے طبیب نے کہا۔ کہ مین نے اپنے رب کو شہد کی مکھی سے پہچانا ہے۔ کہ اُسکی ایک طرف سے شہد نکلتا ہے اور دوسری طرف سے وہ کاٹتی ہے اور لسع (ڈنک) ما...

کے لفظ کا جو قلب یا عکس کرو۔ تو عسل ہوتا ہے (گیارھواں طریق) بدنہ کا حکم ہے جس کا بیان اللہ تعالیٰ کے اِن دو قولوں میں ہے۔ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ (اے محمدؐ اگر تو اُن سے یہ پوچھیگا۔ کہ اُنھیں کس نے پیدا کیا۔ تو بیشک وہ یہی کہیں گے کہ اللہ نے) فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ (یعنی وہ ہمارے عذاب کو دیکھتے ہی یہ کہنے لگے کہ ہمارا صرف اللہ ہی پر ایمان ہے۔ اور جنکو ہم اللہ کا شریک جانتے تھے اُن کے ہم منکر ہیں۔ (چوتھا مسئلہ) قاضی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول اَلَّذِیْ خَلَقَكُمْ (یعنی جس نے تمہیں پیدا کیا) میں یہ فائدہ ہے کہ پیدا کرنے کے بغیر عبادت کا استحقاق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب بندوں کو عبادت کرنے کا حکم کیا۔ تو اُس چیز کو بھی بیان کر دیا جس کے سبب سے بندوں کو عبادت کرنی لازم اور ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے۔ کہ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (یعنی جو تم سے پہلے ہیں۔ اُنھیں بھی پیدا کیا) کے کہنے سے کیا فائدہ ہے۔ حالانکہ پہلوں کے پیدا کرنے سے پچھلوں کو عبادت کرنی لازم اور ضروری نہیں ہے۔ تو ہم اس کے دو جواب دیں گے (پہلا جواب) یہ ہے کہ جو کچھ تم نے کہا ہے۔ اگرچہ وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ لیکن اُن کا اس بات کو جاننا کہ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں پیدا کیا ہے۔ اُن کے اس بات کے جاننے کی مثل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کو بھی پیدا کیا ہے۔ جو اُن سے پہلے تھے۔ کیونکہ ان دونوں باتوں کے جاننے کا طریق ایک ہی ہے (دوسرا جواب) یہ ہے کہ جو لوگ اُن سے پہلے تھے۔ وہ اُن کے اُصول کی مانند ہیں۔ او ر ا ... ا ... کا پیدا کرنا وسیع پر انعام اپنے کے قائم مقام ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ بندہ کو اُ ... پر ایک انعام عظیم کیا ہے۔ وہ اُنھیں یاد دلاتا ہے۔ گویا یہ ارشاد فرماتا ہے۔ اے بندے تو یہ گمان نہ کر کہ میں نے تیرے اوپر صرف اُ ... وقت انعام کیا ہے۔ جس وقت تو موجود اور پیدا ہوا ہے۔ بلکہ تیرے موجود اور پیدا ہونے سے ہزاروں برس پہلے سے میں تجھ پر انعام کر رہا ہوں۔ کیونکہ میں تیرے اُصول و باپ دادا کو ہزاروں برس پہلے سے پیدا کر رہا ہوں (پانچواں مسئلہ) اللہ تعالیٰ کے قول لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (اُمید ہے کہ تم ڈرنے لگو) میں دو بحثیں ہیں (پہلی بحث) یہ ہے کہ لَعَلَّ کا کلمہ ترجی اور اشفاق یعنی امید اور ڈر کے لیے ہے۔ تو کہتا ہے۔ لَعَلَّ زَيْدًا يُكْرِمُنِیْ (یعنی مجھے امید ہے۔ کہ زید میرا اکرام اور تعظیم کرے) تیرے اس قول میں لَعَلَّ ترجی یعنی اُمید کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ لَعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى (اُمید ہے کہ فرعون کو پند اور نصیحت ہو۔ یا خوف اور خشیت) اللہ تعالیٰ کے اِس قول میں بھی لَعَلَّ ترجی یعنی اُمید کے لیے ہے۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ (قیامت کے قریب آجانے کا خوف اور ڈر ہے) اللہ تعالیٰ کے اس قول میں لَعَلَّ اشفاق یعنی ڈر کے لیے ہے۔ کیا تجھے اللہ تعالیٰ کا یہ قول معلوم نہیں ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا (ایمان والے قیامت سے ڈر رہے ہیں) اور ترجی اور اشفاق یعنی اُمید اور ڈر اُسی وقت ہوتے ہیں۔ کہ انجام کا علم نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کا انجام سے جاہل ہونا ناممکن ہے۔ تو لَعَلَّ کے کلمے میں تاویل ہونی چاہیے۔ اور تاویلیں کئی ہیں (پہلی تاویل) یہ ہے کہ لَعَلَّ کے معنے یعنی ترجی اور اُمید بندوں کی طرف راجع ہیں۔ اللہ کی طرف راجع نہیں ہیں یعنی بندوں کو امید ہے۔ اللہ کو امید نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے قول لَعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى کے یہ معنی ہیں (اے موسیٰ اور ہارون تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ۔ اور فرعون کے ایمان کی اُمید اور طمع رکھو۔ اور فرعون کے انجام کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے (دوسری تاویل) یہ ہے کہ بادشاہوں اور رئیسوں کی عادتوں میں ایک عادت یہ بھی ہے کہ جن وعدوں کے پورا کرنے کا اُن کا پورا عزم اور پکا ارادہ ہوتا ہے۔ اُن کا بھی زبان سے پختہ وعدہ نہیں کرتے۔ بلکہ یا زبان سے صرف یہ کہتے ہیں۔ اُمید ہے کہ یہ امر ہو جائے۔ یا شاید اس امر کا وقوع ہو۔ یا اسی قسم کے اور کلمات کہتے ہیں۔ یا صرف اشارے۔ یا تبسم۔ یا مہربانی کی نگاہ سے ایک دفعہ دیکھ لینے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور طالب اور ذی حاجت کو جب اِن میں سے کسی چیز کی اطلاع ہو جاتی ہے۔ تو کامیابی میں کسی طرح کا اُسے شک باقی نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں بھی لَعَلَّ کا لفظ اسی طریق سے آیا ہے۔ (تیسری تاویل) وہ ہے۔ جو بعض علما نے بیان کی ہے۔ کہ لَعَلَّ۔ كَیْ۔ کے معنی میں ہے۔ یعنی تاکہ تم ڈرنے لگو۔ تفسیر کشاف کے مصنف نے کہا ہے۔ کہ لَعَلَّ۔ كَیْ۔ کے معنی میں نہیں آتا۔ لیکن لَعَلَّ کا کلمہ طمع دلانے اور اُمیدوار کرنے کے لیے ہے۔ اور کریم اور رحیم جب کسی کو کسی چیز کی طمع دلائے اور اُمیدوار کرے۔ تو اُس کا یہ طمع دلانا۔ اور امیدوار کرنا پختہ اور مستحکم وعدے کے قائم مقام ہے اور اِسی سبب سے بعض علما نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں لَعَلَّ۔ كَیْ۔ کے معنی میں ہے (چوتھی تاویل) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بندوں کے ساتھ کیا ہے۔ اگر کوئی اور کرتا۔ تو اُسے اُن سے مقصود کے حاصل ہونے کی اُمید ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں نیکی اور بدی کرنے کی قدرت دی۔ اور ربنما عقلیں اُن میں پیدا کیں۔ اور اُن کا کوئی عذر باقی نہ رکھا۔ اور اللہ کے سوا جو شخص کسی کے ساتھ۔ جو کچھ اللہ نے بندوں کے ساتھ کیا ہے۔ کرے۔ تو اُسے ضرور بالضرور اُس سے مقصود حاصل ہونے کی اُمید ہوگی۔ تو اس آیت میں لفظ لَعَلَّ کے یہ معنی ہیں۔ کہ اللہ نے جو کچھ بندوں کے ساتھ کیا ہے اگر کوئی اور کرتا۔ تو اُسے اُمید ہوتی۔ قفال نے کہا ہے۔ لَعَلَّ کے اصلی و حقیقی معنی چیز کے مکرر ہونے کے ہیں۔ عرب کہتے ہیں عَلَلًا بَعْدَ نَهَلٍ (یعنی پہلی بار پینے کے بعد دوبارہ پینا) اور لَقَدْ کے لام کی طرح لَعَلَّ کا لام بھی تاکید کا لام ہے۔ اور لَعَلَّ کی اصل عَلَّ ہے۔ کیونکہ عرب لَعَلَّكَ اَنْ تَفْعَلَ كَذَا۔ کی جگہ عَلَّكَ اَنْ تَفْعَلَ كَذَا کہتے ہیں۔ جب لَعَلَّ کے اصلی اور حقیقی معنے تکرار اور تاکید کے ہیں۔ تو اِفْعَلْ كَذَا لَعَلَّكَ تَظْفَرُ بِحَاجَتِكَ (فلاں کام کر۔ اُمید ہے۔ کہ اُس کام کے

کرنے سے تیری حاجت پوری ہوجائیگی) کے یہ معنی ہیں کہ فلان کام کر۔ اُس کام کا کرنا مجھے تیری حاجت کے طلب کرنے کی تاکید کریگا۔ اور اُس کے طلب کرنے پر مجھے قوی کردیگا (دوسری بحث) یہ ہے کہ بیان اعتراض کرنے والا یہ اعتراض کرسکتا ہے۔ کہ جب عبادت کے معنی تقوے کے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کا قول اُعْبُدُوْا رَبَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ اُمید ہے۔ کہ تم تقوے کرنے لگو) اُعْبُدُوْا رَبَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَعْبُدُوْنَ (اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ اُمید ہے۔ کہ تم عبادت کرنے لگو) یا اِتَّقُوْا رَبَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (اپنے پروردگار کا تقویٰ کرو۔ اُمید ہے۔ کہ تم تقویٰ کرنے لگو) کے قائم مقام ہے۔ اور یہ ظاہر اور بدیہی ہے۔ کہ یہ محض بے معنی کلام ہے۔ اور اس اعتراض کے دو جواب ہیں (پہلا جواب) یہ ہے۔ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ عبادت کے معنی تقوے کے ہیں۔ بلکہ عبادت اُس فعل کو کہتے ہیں جس سے تقویٰ حاصل ہو۔ کیونکہ اتقا مضرتون سے بچنے کو کہتے ہیں۔ اور عبادت ماموربہ کے کرنے یعنی اُس امر کے کرنے کو جس کے کرنے کا امر کیا گیا ہے۔ اور ماموربہ کا کرنا بعینہ مضرتون سے بچنا نہیں ہے۔ بلکہ مضرتون سے بچنے کا سبب ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اُعْبُدُوْا رَبَّكُمْ لِتَحْتَرِزُوْا بِهٖ عَنْ عِقَابِهٖ یعنی تم اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ تاکہ عبادت کرنے کے سبب اُس کے عذاب سے بچو۔ اور جہان کہیں ماموربہ کے کرنے کو اتقا کہدیا گیا ہے۔ وہان مجاز کے طریق سے کہا گیا ہے۔ کیونکہ اتقا اور چیز ہے۔ اور جس سے اتقا حاصل ہو۔ وہ اور چیز۔ لیکن ان دونون میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ اتصال ہے۔ اس سبب سے۔ ایک کا اسم دوسرے پر اطلاق کردیا گیا ہے (دوسرا جواب) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بندون کو صرف تقویٰ اور اطاعت کرنے کے لیے پیدا کیا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ (مین نے جنون اور آدمیون کو صرف تقویٰ اور اطاعت کرنے کے لیے پیدا کیا ہے) اس آیت میں عبادت کے معنی تقوے اور اطاعت کے ہیں۔ گویا اللہ تعالےٰ نے اُس پروردگار کی عبادت کرنے کا امر کیا جس نے اُنھیں اسی غرض کے لیے پیدا کیا ہے۔ اور یہ تاویل معتزلہ کے اصول کے موافق اور مناسب ہے (چھٹا مسئلہ) ابوعمرو نے خَلَقَكُّمْ ادغام کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور ابو سُمیفع نے وَخَلَقَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ اور زید بن علی نے وَالَّذِيْنَ مَنْ قَبْلَكُمْ۔ تفسیر کشاف کے مصنف نے کہا ہے۔ زید بن علی کی قرأت وَالَّذِيْنَ مَنْ قَبْلَكُمْ کی توجیہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے تاکید کے لیے پہلے موصول اور اُس کے صلے کے درمیان دوسرے موصول کو داخل کردیا۔ جس طرح جریر نے اپنے قول یَا تَیْمُ تَیْمَ عَدِیٍّ لَا اَبَا لَكُمْ میں پہلے تیم اور اُس کے مضاف الیہ کے درمیان دوسرے تیم کو داخل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (جس نے زمین کو تمہارے لیے فرش اور آسمان کو چھت بنایا۔ اور آسمان سے پانی اُتارا۔ اور تمہاری خورش کے لیے اُس پانی سے پھل نکالے۔ تم جان بوجھ کر مخلوقات کو اُس کا شریک نہ بناؤ) میں کئی مسئلے ہیں (پہلا مسئلہ) اَلَّذِیْ۔ موصول مع اپنے صلے کے یا محلاً منصوب ہے۔ اور محلاً منصوب ہونے کی دو توجیہیں ہیں یا اَلَّذِیْ خَلَقَكُمْ کی صفت ہے۔ یا مدح اور تعظیم کے طریق پر منصوب ہے۔ یا مبتدا ہونے کی وجہ سے محلاً مرفوع ہے۔ اور منصوب ہونے کی حالت میں جو مدح تھی۔ وہ مرفوع ہونے کی حالت میں بھی ہے۔ (دوسرا مسئلہ) جب مفرد کی اُس قضیے کے ساتھ تعریف کرنی مقصود ہو۔ جسے مخاطب جانتا ہے۔ تو اُس وقت اُس مفرد کی طرف اشارہ کرنے کے لیے اَلَّذِیْ۔ موضوع اور مقرر ہے۔ جیسے تیرا قول ذَهَبَ الرَّجُلُ الَّذِیْ اَبُوْهُ مُنْطَلِقٌ (یعنی جس شخص کا باپ چلا جارہا ہے۔ وہ چلا گیا) اس قول میں اَبُوْهُ مُنْطَلِقٌ (یعنے جس کا باپ چلا جارہا ہے) ایک ایسا قضیہ ہے۔ جسے مخاطب جانتا ہے۔ جب تونے اس قضیہ کے ساتھ جسے مخاطب جانتا ہے۔ رَجُلٌ کی تعریف کرنے کا ارادہ کیا۔ تو اُس پر اَلَّذِیْ داخل کردیا۔ اور نحوی جو یہ کہتے ہیں۔ کہ جملے اَلَّذِیْ کے وسیلے سے معرفون کی صفت ہوجاتے ہیں۔ اُن کے اس قول کے بھی یہی معنی ہیں۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ اَلَّذِیْ کے وسیلے سے مفرد کی اُس جملے کے ساتھ تعریف ہوتی ہے۔ جسے مخاطب پہلے سے جانتا ہے۔ تو اللہ کا قول اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً (جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا۔ اور آسمان کو چھت) یہ چاہتا ہے۔ کہ بندے جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً کے مضمون کو پہلے سے جانتے تھے۔ اور اُنھیں ایسی چیز کے وجود کا علم تھا جس نے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا ہے۔ اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس قول وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (اگر تو اُن سے یہ پوچھیگا۔ کہ آسمانون اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے۔ تو ضرور بالضرور وہ یہی کہین گے۔ کہ اللہ نے) کے مضمون کو ثابت اور محقق کرتی ہے (تیسرا مسئلہ) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں پانچ قسم کی دلیلین بیان کی ہیں۔ دلائل نفس میں سے دو قسم کی۔ اور دلائل آفاق میں سے تین قسم کی پہلے یہ دلیل بیان کی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں پیدا کیا۔ اور اس دلیل کا بیان اللہ تعالیٰ کے قول خَلَقَكُمْ میں ہے۔ دوسری دفعہ یہ دلیل بیان کی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اصول (یعنی مان باپ) کو پیدا کیا۔ اور اس دلیل کا بیان اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے۔ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ اور تیسری دفعہ یہ دلیل بیان کی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا۔ اور چوتھی دفعہ یہ بیان کی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے آسمان کو چھت بنایا۔ اور پانچوین دفعہ اُن چیزون سے استدلال کیا۔ جو آسمان اور زمین دونوں کے مجموعے سے حاصل ہوتی ہیں۔ اور اس کا بیان اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے۔ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ (یعنی جس نے آسمان سے پانی اُتارا۔ اور اُس پانی سے تمہاری خورش کے لیے پھل نکالے) اور ان پانچون قسم کی دلیلون کو جو اس ترتیب سے بیان کیا ہے

اس کے کئی سبب ہیں (پہلا سبب) یہ ہے۔ کہ انسان سے انسان کی ذات سب چیزون سے زیادہ قریب ہے۔ اور انسان کو اپنے احوال کا علم اور چیزون کے احوال کے علم سے زیادہ ظاہر ہے۔ اور جب استدلال سے غرض علم کا افادہ ہو۔ تو جو دلیل دلالت کے اعتبار سے زیادہ ظاہر ہو وہ علم کے افادہ کے اعتبار سے زیادہ قوی۔ اور اُس کا ذکر اور دلیلون کے ذکر سے اولیٰ اور انسب ہی۔ اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے انسان کی ذات کا ذکر سب سے پہلے کیا۔ پھر دوسری دفعہ ان باپ کا ذکر کیا۔ پھر تیسری دفعہ زمین کا کیونکہ انسان سے آسمان کی نسبت زمین زیادہ قریب ہے۔ اور انسان زمین کا حال آسمان کے حال سے زیادہ جانتا ہے۔ اور آسمان سے مینہ برسنے۔ اور مینہ برسنے کے سبب سے پھلون کے نکلنے کے ذکر سے پہلے آسمان کا ذکر اس سبب سے کیا کہ یہ چیزین آسمان اور زمین سے پیدا ہوتی ہین۔ اور آسمان اور زمین کی اثر ہین۔ اور اثر مؤثر سے پیچھے ہوتا ہے۔ اِسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے اِن کا ذکر زمین اور آسمان کے ذکر سے پیچھے کیا (دوسرا سبب) یہ ہے کہ بندون کو ذی حیات اور ذی قدرت پیدا کرنا سب نعمتون کی اصل اور جڑ ہے۔ اور زمین اور آسمان۔ اور پانی کے پیدا کرنے سے بندون کو جبھی نفع ہو سکتا ہے۔ کہ وہ پیدا ہوجائین۔ اور اُن مین حیات اور قدرت اور شہوت (خواہش) ہو۔ اِسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے اُن نعمتون کو جو اصل ہین۔ اُن نعمتون سے پہلے بیان کیا۔ جو فرع ہین (تیسرا سبب) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کی جو دلیلین زمین اور آسمان مین ہین۔ وہ سب کی سب انسان میں ہیں۔ اور انسان مین وہ دلیلین بھی ہین۔ جو زمین اور آسمان مین نہین ہین۔ کیونکہ انسان مین حیات اور قدرت اور شہوت (خواہش) اور عقل ہے۔ اور اِن مین سے کسی چیز پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو قدرت نہیں ہے جب انسان مین اللہ تعالیٰ کے وجود کے تمام دلائل ہیں۔ تو اُس کا سب سے پہلے بیان کرنا اولیٰ اور انسب ہے۔ جاننا چاہیے کہ جس طرح ہم نے اِن دلیلون کی اس ترتیب کے سبب بیان کیے۔ دلائل آفاق کی اِن تینون دلیلون مین سے ہر ایک دلیل کے منافع بھی ہمین بیان کرنے چاہئین (چوتھا مسئلہ) جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس آیت مین یہ ارشاد فرمایا جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا (یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا۔ اور یہ دو آیتین بھی اسی آیت کی مثل ہین۔ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا (کس نے زمین کو قرارگاہ بنایا۔ اور اُس کے درمیان نہرین پیدا کین) اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا (جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا۔ جاننا چاہیے کہ زمین کے فرش ہونے کی کئی شرطین ہین (پہلی شرط) زمین کا ساکن ہونا ہے۔ اِس کی دلیل یہ ہی کہ اگر زمین

زمین کے سکون کی دلیل

متحرک ہو۔ تو اُس کی حرکت یا مستقیم ہوگی۔ یا مستدیر۔ اگر مستقیم ہو۔ تو زمین ہمارے لیے علی الاطلاق فرش نہ ہوگی۔ کیونکہ جو شخص اونچی جگہ سے کودیگا۔ ضرور۔ بالضرور۔ وہ زمین تک نہین پہنچیگا۔ کیونکہ زمین مستقیم حرکت کر رہی ہی۔ اور نیچے کو گر رہی ہے۔ اور یہ انسان بھی نیچے کو گرا ہے۔ اور زمین انسان سے بہت بھاری ہے۔ اور جب دو بھاری چیزین نیچے کو گرین۔ تو اُن مین سے جو بہت بھاری ہے۔ اُس کی حرکت بہت تیز ہوگی۔ اور جسکی حرکت بہت سست ہے۔ وہ بہت تیز حرکت والی تک نہیں پہنچ سکتی۔ تو ضرور، بالضرور انسان زمین تک نہین پہنچ سکتا۔ تو یہ ثابت ہو گیا کہ اگر زمین کی حرکت مستقیم ہو اور زمین نیچے کو گر رہی ہو۔ تو زمین ہمارا فرش نہ ہوگی۔ اگر زمین کی حرکت مستدیر ہو۔ تو ہمین زمین سے پورا نفع نہ ہوگا۔ کیونکہ زمین کی حرکت مثلاً جب مشرق کی جانب کو ہو۔ اور انسان مغرب کی جانب حرکت کرنا چاہے۔ اور اس مین کسی طرح کا شک نہین ہے۔ کہ زمین کی حرکت انسان کی حرکت سے بہت تیز ہے۔ تو ضرور بالضرور انسان جہان تھا۔ وہین رہیگا۔ اور جہان جانے کا ارادہ کرتا ہے۔ وہان نہ پہنچ سکیگا۔ اور جب انسان جہان جانا چاہتا ہی۔ وہان پہنچ سکتا ہے۔ تو ہمین یہ معلوم ہوا کہ زمین کی حرکت نہ مستدیر ہے۔ نہ مستقیم۔ بلکہ وہ ساکن ہے۔ اور زمین کے سکون کے سبب مین اختلاف ہی۔ سکون کے کئی سبب بیان کیے ہین (پہلا سبب) یہ ہی۔ کہ نیچے کیجانب سے زمین کے لیے انتہا نہین ہی اور جب نیچے کیجانب سے انتہا نہین ہی۔ تو اُسکے لیے گرنیکی کوئی جگہ نہین ہی۔ اور جب گرنیکی کوئی جگہ نہین ہی۔ تو وہ گر نہین سکتی۔ اور نیچے کو حرکت نہین کرسکتی۔ اور سکون کا یہ سبب غلط ہی۔ کیونکہ یہ دلیل سے ثابت ہو گیا ہی کہ سب جسم متناہی ہین۔ اور سب جسمون کے لیے نہایت ہے (دوسرا سبب) جو لوگ سب جسمون کے متناہی ہونے کو تسلیم کرتے ہین۔ وہ یہ کہتے ہین

زمین کے سکون کے سبب مین اختلاف ہے

کہ زمین کرہ نہین ہے۔ بلکہ نصف کرہ ہے۔ اور اُس کا کُب اوپر کو ہے۔ اور سطح نیچے کو۔ اور یہ سطح پانی اور ہوا پر رکھی ہوئی ہے۔ اور بھاری چیز کی حالتون مین سے ایک حالت یہ بھی ہے۔ کہ جب پھیلی ہوئی ہو۔ تو پانی اور ہوا کے اوپر رہتی ہے۔ جیسے رانگ۔ کہ جب پھیلا ہوا ہو۔ تو پانی کے اوپر رہتا ہے۔ اُس مین ڈوبتا نہین ہے۔ اور جب اکٹھا ہو۔ تو پانی کی تہ مین بیٹھ جاتا ہے۔ اور یہ سبب بھی دو وجہ سے باطل ہے۔ (پہلی وجہ) یہ ہے کہ زمین کے ٹھیرنے کے سبب مین جو بحث ہے۔ وہی بحث پانی اور ہوا کے ٹھیرنے کے سبب مین ہے (دوسری وجہ) زمین کی نیچے کی جانب پھیلی ہوئی کیون ہی۔ کہ وہ پانی پر ٹھیر گئی۔ اور اوپر کی جانب مین کُب کیون ہے (تیسرا سبب) بعض لوگون نے یہ کہا ہے۔ کہ زمین کے ساکن ہونے کا سبب یہ ہے کہ آسمان اُسے ہر طرف سے کھینچ رہا ہے۔ اور یہ نہین ہو سکتا کہ وہ ایک طرف کو کھنچ جائے۔ اور دوسری طرف کو نہ کھنچے لہٰذا وہ آسمان کے بیچا بیچ یعنی مرکز مین ٹھیری رہگئی۔ اور یہ سبب بھی دو وجہ سے باطل ہے۔ (پہلی وجہ) یہ ہے۔ کہ بہت چھوٹی چیز بہت بڑی چیز کی نسبت بہت جلد کھنچتی ہے۔ تو کیا سبب ہی۔ کہ ذرہ آسمان کی طرف نہین کھنچ جاتا (دوسری وجہ) جو چیز زیادہ قریب ہی۔ وہ زیادہ کھنچتی ہے۔ تو جو ذرہ اوپر کو پھینکا جاتا ہے۔ اُسے آسمان کی طرف کھنچ جانا چاہیے۔ اور نیچے واپس آنا نہین چاہیے (چوتھا سبب) بعض لوگ یہ کہتے ہین۔ کہ زمین کے ساکن ہونے کا سبب یہ ہے۔ کہ آسمان اُسے ہر طرف سے دفع کرتا ہے۔ اور دھکیلتا ہے۔ جیسے شیشے مین جب تھوڑی سی مٹی ڈالدی جائے۔ اور شیشے کو اُس کے قطب پر تیزی

کے ساتھ بہت زور سے گردش دی جائے۔ تو وہ مٹی شیشے کے بیچا بیچ میں ٹھیر جاتی ہے۔ کیونکہ شیشہ اُسے ہر طرف سے دفع کر رہا ہے۔ اور دھکیل رہا ہے۔ اور یہ سبب بھی پانچ وجہ سے باطل ہے (پہلی وجہ) جب آسمان اس زور شور سے زمین کو دفع کر رہا ہے۔ اور دھکیل رہا ہے۔ تو ہم میں سے کسی کو یہ محسوس کیوں نہیں ہوتا (دوسری وجہ) یہ کیسا دھکیلنا اور دفع کرنا ہے۔ کہ وہ بادلوں اور ہواؤں کی حرکت کو خاص سمت اور جہت کی طرف نہیں کر دیتا (تیسری وجہ) کیا سبب ہے۔ کہ اس دفع کرنے اور دھکیلنے نے مغرب کی طرف زمین کے منتقل ہونے کو۔ مشرق کی طرف منتقل ہونے سے زیادہ سہل اور آسان نہیں کر دیا (چوتھی وجہ) بھاری چیز جسقدر بہت بڑی ہو۔ اُسی قدر اُس کی حرکت بہت سست ہونی چاہیے۔ کیونکہ بہت بڑی چیز بہت چھوٹی چیز کی نسبت بہت دیر میں دھکیلی جاتی ہے (پانچویں وجہ) بھاری چیز جو نیچے کو گر رہی ہے۔ اُس کی حرکت ابتدا میں انتہا کی نسبت بہت تیز ہونی چاہیے۔ کیونکہ وہ ابتدا میں آسمان سے بہت دور ہے (پانچواں سبب) یہ ہے۔ کہ زمین کی طبیعت آسمان کے مرکز کی طالب ہے۔ اور یہ ارسطاطالیس اور اُس کے جمہور اتباع کا مذہب ہے۔ اور یہ سبب بھی ضعیف ہے۔ کیونکہ جسم ہونے میں سب جسم برابر ہیں۔ تو ان میں سے ایک جسم کا ایسی طبیعت کے ساتھ خاص ہونا جو آسمان کے مرکز کی طالب ہو۔ جائز اور ممکن ہے۔ واجب اور ضروری نہیں ہے۔ تو وہ جسم ایسی طبیعت کے ساتھ خاص ہونے میں فاعل مختار کا محتاج ہے (چھٹا سبب) ابوہاشم نے کہا ہے۔ نیچے کی آدھی زمین میں اعتمادات ہیں۔ جو اوپر کو چڑھنا چاہتے ہیں اور اوپر کی آدھی زمین میں ایسے اعتمادات ہیں۔ جو نیچے کو گرنا چاہتے ہیں۔ اُن دونوں میں باہم مزاحمت اور مقاومت ہوئی۔ لہٰذا زمین ٹھیر گئی۔ نہ اوپر کو جا سکی۔ نہ نیچے کو۔ اور اِس سبب پر یہ اعتراض ہے کہ دونوں نصفوں میں سے ہر ایک نصف کا خاص صفت کے ساتھ خاص ہونا فاعل مختار کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا جو کچھ ہم نے بیان کیا اُس سے یہ ثابت ہو گیا کہ زمین کے سکون کا سبب اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے۔ اب ہم یہ کہتے ہیں کہ تجھے زمین کے حال میں غور اور فکر کرنا چاہیے۔ تاکہ تجھے یہ معلوم ہو جائے۔ کہ زمین یونہی ٹھیری ہوئی ہے۔ نہ اُس کے اوپر کوئی ایسی چیز ہے۔ جس میں وہ لٹکی ہوئی اور بندھی ہوئی ہو۔ اور نہ اُس کے نیچے کوئی ستون ہے۔ کہ جس پر وہ ٹھیری ہوئی ہو۔ لیکن یہ بات کہ زمین کے اوپر کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ جس میں وہ لٹکی ہوئی اور بندھی ہوئی ہو۔ محسوس ہے۔ اور مشاہدہ اور معائنہ سے معلوم۔ علاوہ ازیں اگر زمین کے اوپر کوئی ایسی چیز ہو جس میں وہ لٹکی ہوئی اور بندھی ہوئی ہے۔ تو اُس چیز کے اوپر بھی کوئی اور چیز ہونی چاہیے جس میں وہ لٹکی ہوئی اور بندھی ہوئی ہو اور اُس کے اوپر کوئی اور۔ اور علیٰ ہذا القیاس غیر متناہی چیزیں ہونی چاہئیں۔ جن میں سے ہر ایک اُس چیز میں لٹکی ہوئی اور بندھی ہوئی ہو۔ جو اُس کے اوپر ہے۔ اور غیر متناہی چیزوں کا ہونا ناممکن ہے۔ تو یہ ثابت ہو گیا۔ کہ زمین کے اوپر کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ جس میں وہ لٹکی ہوئی اور بندھی ہوئی ہو اور اسی طریق سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ زمین کے نیچے کوئی ایسا ستون نہیں ہے۔ کہ جس پر وہ ٹھیری ہوئی ہو۔ کیونکہ اگر زمین کے نیچے کوئی ایسا ستون ہو جس پر وہ ٹھیری ہوئی ہے۔ تو اُس ستون کے نیچے کوئی اور ستون ہونا چاہیے۔ جس پر وہ ٹھیرا ہوا ہو۔ اور اُس کے نیچے کوئی اور۔ اور علیٰ ہذا القیاس غیر متناہی ستون ہونے چاہئیں۔ جن میں سے ہر ایک ستون اُس ستون پر ٹھیرا ہوا ہو جو اُس کے نیچے ہے۔ اور غیر متناہی ستونوں کا ہونا ناممکن ہے۔ تو یہ ثابت ہو گیا کہ زمین کے نیچے کوئی ایسا ستون نہیں ہے جس پر وہ ٹھیری ہوئی ہو۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ نہ زمین کے اوپر کوئی ایسی چیز ہے۔ جس میں وہ لٹکی ہوئی اور بندھی ہوئی ہو۔ اور نہ زمین کے نیچے کوئی ستون ہے۔ جس پر وہ ٹھیری ہوئی ہو۔ تو ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ ضرور بالضرور زمین کا کوئی تھامنے والا ہے۔ جس نے اپنی قدرت اور اختیار سے اُسے تھام رکھا ہے۔ اور اِدھر اُدھر کو اُسے جنبش کرنے نہیں دیتا۔ اِسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ (اللہ نے آسمانوں اور زمین کو تھام رکھا ہے۔ اور اُنھیں اپنی جگہ سے ہٹنے نہیں دیتا۔ اگر وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں۔ اور جنبش کریں۔ تو اللہ کے سوا اور کوئی اُنھیں تھام نہیں سکتا۔ **زمین کے منافع** - ہمارے لیے زمین کے فرش ہونے کی (دوسری شرط) یہ ہے۔ کہ وہ پتھر کی طرح نہ بہت سخت ہو۔ کیونکہ بہت سخت چیز پر سونے اور چلنے سے بدن کو ایذا اور تکلیف ہوتی ہے۔ اور نیز اگر زمین سونے کی ہوتی۔ تو نہ اُس پر کھیتی ہو سکتی۔ نہ اُس سے مکانات بن سکتے۔ کیونکہ اُس کا کھودنا اور جس طرح چاہیں اُس طرح ترکیب دینا دشوار تھا۔ اور نہ پانی کی طرح بہت نرم۔ کیونکہ اگر پانی کی طرح بہت نرم ہوتی تو آدمی اُس کے اندر دھس جاتے (تیسری شرط) یہ ہے۔ کہ زمین کو بہت لطیف اور شفاف ہونا نہیں چاہیے کیونکہ اگر لطیف اور شفاف ہو۔ تو اُس پر نور اور روشنی نہیں ٹھیر سکیگی۔ اور جس چیز پر نور اور روشنی نہ ٹھیر سکے وہ تاروں اور سورج سے گرم نہ ہو سکیگی۔ اور جب وہ تاروں اور سورج سے گرم نہ ہو سکے گی۔ تو بہت ٹھنڈی ہوگی۔ اور جب بہت ٹھنڈی ہوگی۔ تو جانور اُس پر نہ ٹھیر سکیں گے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے زمین کو اِس سبب سے کثیف بنایا۔ کہ اُس پر نور اور روشنی ٹھیرے۔ اور نور اور روشنی کے ٹھیرنے سے وہ گرم ہو۔ اور گرم ہونے کے سبب سے۔ وہ جانوروں کا فرش ہو سکے۔ (چوتھی شرط) یہ ہے۔ کہ زمین پانی میں ڈوبی ہوئی نہ ہو۔ بلکہ کھلی ہوئی ہو۔ کیونکہ زمین کی طبیعت یہ چاہتی ہے۔ کہ زمین پانی میں ڈوبی ہوئی ہو۔ لہٰذا زمین کو ہر طرف سے دریا سے گھرا ہوا ہونا چاہیے تھا۔ اگر زمین پانی میں ڈوبی ہوئی ہوتی اور ہر طرف سے دریا اُسے گھیرے ہوتے

زمین کی منفعتون اور صفتون کا بیان

ہوتا۔ تو وہ ہمارا فرش نہ ہو سکتی۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے زمین کی طبیعت کو بدل ڈالا۔ اور جزیرے کی طرح زمین کی بعض جانبون کو پانی مین سے نکال لیا۔ تاکہ وہ ہمارا فرش ہو سکے۔ اور بعض لوگون نے
کہا ہے۔ کہ زمین کے فرش ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے۔ کہ وہ کرہ نہ ہو۔ اور وہ اسی آیت سے اس بات پر دلیل لاتے ہین۔ کہ زمین کرہ نہین ہے۔ اور اُن کا یہ قول نہایت ہی بعید از عقل ہے
کیونکہ بہت بڑے کرے کا قطع فرش ہو سکنے کے باب مین سطح کی مثل ہے۔ اور اس بات پر اس کی اور زیادہ توضیح اور تائید ہوتی ہے۔ کہ پہاڑ زمین کی میخین ہین۔ اور پھر بھی اُن پر بود و باش
ہو سکتی ہے۔ تو اتنے بڑے کرے کے قطعے پر بود و باش کیون نہین ہو سکتی۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ (پانچوان مسئلہ) زمین کی باقی منفعتون اور صفتون کے بیان مین (پہلی منفعت) وہ چیزین ہین۔ جو زمین
مین پیدا ہوتی ہین یعنی معدن۔ اور نبات۔ اور حیوان۔ اور علوی اور سفلی آثار جنکی تفصیل اللہ کے سوا اور کوئی نہین جانتا (دوسری منفعت) یہ ہے۔ کہ مٹی اور پانی کے ملنے سے مرکبات کو دونون
مین استحکام ہو جائے (تیسری منفعت) زمین کے حصون کا اختلاف ہے۔ زمین کا کوئی حصہ نرم ہے۔ اور کوئی سخت۔ اور کوئی ریگستانی۔ اور کوئی شور۔ اور کوئی سنگستانی۔ اور اس کا بیان ان دو آیتون
مین ہے۔ وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُتَجَاوِرَاتٌ (یعنی زمین مین مختلف قطعے ہین۔ جو باہم ملے ہوئے ہین) وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا (اور جس شہر کی زمین اچھی اور
پاکیزہ ہے۔ اُس مین سے بہت سی اور بہت نفع والی روئیدگی نکلتی ہے۔ اور جس شہر کی زمین اچھی اور پاکیزہ نہین ہے اُسمین سے کم اور بے منفعت روئیدگی نکلتی ہے (چوتھی منفعت) زمین کے حصون کے رنگ کا اختلاف ہے کسی
حصے کا رنگ سرخ ہے کسی کا سپید کسیکا سیاہ کسیکا خاکستری کسی کا غبار کا سا۔ اور اس کا بیان اس آیت مین ہے۔ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَحُمْرٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ۔ یعنی۔ اور پہاڑون مین سپید اور سرخ جنکی
سپیدی اور سرخی کے درجے مختلف ہین) اور کالی بھجنگ گھاٹیان ہین (پانچوین منفعت) نباتات کے اُگنے کے وقت زمین کا پھٹ جانا ہے۔ اور اس کا بیان اس آیت مین ہے۔ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ (یعنی نباتات کے اُگتے وقت
پھٹ جانیوالی زمین کی قسم ہے (چھٹی منفعت) یہ ہے۔ کہ جو پانی آسمان سے برستا ہے۔ زمین اُس کا خزانہ ہے۔ اس کا بیان ان آیتون مین ہے۔ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَّاهُ فِي الْأَرْضِ وَإِنَّا عَلَىٰ ذَهَابٍ بِهِ لَقَادِرُونَ
(یعنی۔ اور ہم نے اندازے کے ساتھ آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اُسے زمین مین ٹھیرا دیا۔ اور ہم اُسے پھر زمین مین سے لیجا سکتے ہین) قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَعِينٍ (اے
محمد تو اُن سے کہہ کہ تم مجھے بتاؤ تو سہی۔ اگر تمہارے پینے کا پانی خشک ہو جائے تو پھر تمہارے لیے آب رواں کون لائیگا (ساتوین منفعت) زمین کے بڑے بڑے چشمے اور بڑی بڑی نہرین ہین ہے۔ جنکا
بیان اس آیت مین ہے۔ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا (یعنی اللہ نے زمین مین پہاڑ اور نہرین بنائین (آٹھوین منفعت) زمین کے معادن اور جواہر ہین۔ اس کا بیان اس آیت مین ہے۔ وَالْأَرْضَ
مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْزُونٍ (یعنی ہم نے زمین کو پھیلایا۔ اور اُس مین پہاڑ قائم کیے۔ اور ہر ایک چیز جو وزن کی جاتی ہے اُس مین اُگائی) اس کے بعد پھر اسکا
پورا پورا بیان کیا۔ اور یون ارشاد فرمایا۔ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُومٍ (اور ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے ہین۔ اور ہم اُن مین سے معین اندازے کے موافق
زمین پر اُتارتے ہین (نوین منفعت) وہ چھپی ہوئی چیز (نبات) ہے۔ جسے زمین دانے اور گٹھلی مین سے نکالتی ہے اور اس کا بیان ان دو آیتون مین ہے۔ إِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَىٰ (بیشک اللہ دانے
اور گٹھلی کا شق کرنیوالا ہے) يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (آسمانون اور زمین مین جو چھپی چیز ہے اللہ اُسی کو نکالتا ہے) زمین کی طبیعت مین جود اور کرم ہے کیونکہ تو اُسے ایک دانہ دیتا ہے اور وہ اُس ایک دانہ کو سات سو دانے کر کے تجھے واپس
دیتی ہے۔ اس کا بیان اس آیت مین ہے۔ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ (اللہ کی راہ مین صدقہ دینے کی مثال دانے کی سی ہے۔ کہ اُس مین سات بالین اُگتی
ہین۔ اور ہر ایک بال مین سو دانے۔ (دسوین منفعت) مردہ ہونے کے بعد زمین کا زندہ ہو جانا ہے۔ اس کا بیان ان دو آیتون مین ہے۔ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهِ
زَرْعًا (کیا اُنھون نے یہ نہین دیکھا ہے کہ ہم مردہ زمین کی طرف پانی کو ہانکتے ہین۔ اور اُس کے ذریعے اُس مین سے کھیتی نکالتے ہین) وَآيَةٌ لَهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ
يَأْكُلُونَ (مردہ زمین اُن کے لیے ایک دلیل ہے۔ کہ ہم نے اُسے زندہ کیا۔ اور اُس مین سے اناج نکالا کہ جس مین سے وہ کھاتے ہین (گیارھوین منفعت) وہ جانور ہین۔ جو زمین پر رہتے ہین جنکے
رنگ اور صورتین مختلف ہین۔ اور جن کی پیدائش طرح طرح سے ہے۔ اس کا بیان اس آیت مین ہے۔ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَأَلْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ۔
(اللہ نے ستونون کے بغیر آسمان پیدا کیے جنھین تم دیکھ رہے ہو۔ اور زمین مین پہاڑ اس لیے گاڑ دیے۔ کہ وہ تمہین نہ ہلائے۔ اور اُس مین ہر قسم کے جانور پھیلا دیے (بارھوین منفعت) نبات ہے جس کے
رنگ اور اقسام۔ اور منافع مختلف ہین۔ اور اس کا بیان اس آیت مین ہے۔ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ (اور ہم نے زمین مین ہر قسم کی اچھی چیز اُگائی) نباتات کے رنگون کا اختلاف ایک دلیل
ہے۔ اور مزون کا اختلاف دوسری دلیل۔ اور بو کا اختلاف تیسری دلیل۔ بشر کا رزق بھی نباتات ہی سے ہے۔ اور بہائم کا رزق بھی نباتات ہی ہے۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ كُلُوا
وَارْعَوْا أَنْعَامَكُمْ (خود بھی کھاؤ اور اپنے چوپایون کو بھی چراؤ) لیکن بشر کی خورش کی تفصیل یہ ہے۔ کہ بشر کا طعام بھی نباتات ہی مین سے ہے۔ اور سالن بھی نباتات ہی مین سے ہے۔ اور دوا بھی نباتات

ہی مین سے - اور میوہ بھی نباتات ہی مین سے - اور قسم قسم کی اور چیزین جن کی شیرینی اور ترشی مختلف ہے - وہ بھی نباتات ہی مین سے - اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا ہے - وَقَدَّرَ فِیْهَا اَقْوَاتَهَا فِیْ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِیْنَ (روزی مانگنے والون کے لیے اہل زمین کی روزی کا چار دن مین زمین مین اندازہ کردیا) اور انسان کا لباس بھی زمین ہی مین سے ہے - کیونکہ لباس یا نباتی ہے - یا حیوانی - نباتی لباس روئی اور کتان ہے - اور حیوانی - بال - اور پشم - اور ریشم - اور پوستینین ہین - اور یہ اُن حیوانات سے حاصل ہوتے ہین - جنھین اللہ تعالٰی نے زمین مین پھیلا دیا ہے - لہٰذا خورش بھی زمین ہی مین سے ہے - اور لباس بھی زمین ہی مین سے - پھر اللہ تعالٰی نے یہ ارشاد فرمایا وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (اللہ اُن چیزون کو پیدا کرتا ہے - جنھین تم نہین جانتے) اِس آیت مین بہت سے منافع کی طرف اشارہ ہے جنھین اللہ کے سوا اور کوئی نہین جانتا - اور اللہ تعالٰے نے تیرے مرنے کے بعد زمین کو تیرا عیب پوش کیا - اور یہ ارشاد فرمایا اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا اَحْيَاءً وَّاَمْوَاتًا کیا ہم نے زمین کو مردون اور زندون کا جمع کرنے والا نہین بنایا) مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ (ہم نے تم کو اُسی سے پیدا کیا ہے - اور پھر تمھین اُسی مین لیجائینگے) پھر اللہ تعالٰی نے آسمان اور زمین کی بڑی بڑی نعمتوں کو اکٹھا کر کے یون ارشاد فرمایا وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (آسمانون اور زمین مین جو کچھ ہے - اللہ نے اُسے تمہارا مطیع اور فرمان بردار کردیا) (تیرھوین منفعت) زمین کے مختلف پتھر ہین - چھوٹے پتھرون مین سے بعضے زینت کے قابل ہین جن کے انگوٹھیون کے نگینے بنائے جاتے ہین - اور بڑے پتھرون مین سے بعضے عمارت کے قابل ہین - جس پتھر سے آگ نکالی جاتی ہے - اُس کی کثرت کو دیکھ - اور یاقوت سرخ کی قلت کو - پھر اس بات کو دیکھ - کہ اُس حقیر پتھر سے کس قدر زیادہ نفع ہے - اور اس شریف پتھر سے کس قدر کم (چودھوین منفعت) وہ شریف کانی چیزین ہین - جو اللہ تعالٰی نے زمین مین پیدا کی ہین - جیسے سونا - اور چاندی - پھر اس بات مین غور اور تامل کر کہ انسان نے عقل و ذکاوت کے زور سے طرح طرح کے دقیق اور مشکل حرفے اور قسم قسم کی بڑی بڑی صنعتین نکالین - اور دریا کی تہ مین سے مچھلی کو نکال لیا - اور ہوا کی بلندی مین سے پرندے کو اُتار لیا - اور با این ہمہ عقل و دانش سونے - اور چاندی کے بنانے سے عاجز رہا - اور اس کا سبب یہ ہے - کہ سونے اور چاندی سے ثمنیت اور قیمت کے سوا اور کچھ فائدہ نہین ہے - اور یہ فائدہ قلت کے بغیر حاصل نہین ہو سکتا - تو جو شخص سونا اور چاندی بنانی چاہتا ہے - وہ اللہ کی اس حکمت کو باطل کرنا چاہتا ہے اِسی سبب سے اللہ تعالٰی نے سونے چاندی کے بنانے کا دروازہ - اس حکمت کے ظاہر کرنے - اور اس نعمت کے باقی رکھنے کے لیے بند کردیا - اور اسی سبب سے جس چیز کے بنانے مین مخلوق کا ضرر نہین ہے - اللہ تعالٰی نے اُس کے بنانے پر انسان کو قادر کردیا - اور وہ تانبے سے پیتل بنا سکتا ہے - اور ریگ سے پھٹکری - ان لطائف اور عجائب مین جب عاقل غور اور تامل کرے - تو چار و ناچار اُسے یہ کہنا پڑتا ہے - کہ یہ تدبیرین ایسے خدا کے بغیر نہین ہو سکتین - جو صانع اور حکیم اور قادر اور علیم ہے - اور ظالمون نے جو جو اُس کی شان مین کہا ہے - وہ اُس سے بہت مقدس اور نہایت برتر ہے (پندرھوین منفعت) وہ درخت ہین - جو پہاڑون اور زمینون پر بکثرت ہین - اور جن سے مکانون کے ستون اور چھتین بن سکتی ہین - اور جو ایندھن کے بھی قابل ہین - اور کھانا پکانے مین ایندھن کی کیسی شدید ضرورت ہے - اور اللہ تعالٰی نے زمین کے دلائل اور منافع پر ایسے الفاظ کے ساتھ آگاہ اور متنبہ کیا - کہ جن تک بلغا کی رسائی نہین ہو سکتی - اور جن سے تمام فصحا عاجز ہین - اور یون ارشاد فرمایا - وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ (یعنی وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا - اور اُس مین پہاڑ اور نہرین بنائین - اور ہر قسم کے پھلون مین سے اُس مین دو دو قسم "یعنی شیرین اور ترش - سپید اور سیاہ - چھوٹے اور بڑے" کے پیدا کیے) اور نہرون مین سے بعض نہرین تو بڑی بڑی ہین - جیسے نیل - اور سیحون - اور جیحون - اور فرات - اور بعض چھوٹی چھوٹی ہین - اور وہ بہت سی ہین - اور سب نہرون مین خواہ چھوٹی ہون خواہ بڑی پینے اور کھیتی کرنے - اور باقی اور فائدون کے لیے میٹھا پانی ہے (چھٹا مسئلہ) **آسمان افضل ہے - یا زمین** - بعض علما نے کہا ہے - آسمان افضل ہے - اور اس کی کئی دلیلین ہین (پہلی دلیل) یہ ہے - کہ آسمان فرشتون کی عبادت گاہ ہے - آسمان مین کوئی جگہ ایسی نہین ہے - جہان کسی نے اللہ کی نافرمانی کی ہو (دوسری دلیل) یہ ہے - کہ جنت مین جب آدم علیہ السلام نے گناہ کیا - تو اُن سے یہ کہا گیا - کہ جنت سے نیچے چلے جاؤ - اور اللہ تعالٰی نے یہ ارشاد فرمایا - کہ جس نے میری نافرمانی کی - اُسے میرے قرب و جوار مین رہنا نہین چاہیے - (تیسری دلیل) یہ دو آیتین ہین وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا (اور ہم نے آسمان کی محفوظ چھت بنائی) تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوْجًا (جس نے آسمان مین برج بنائے - وہ برکت والا ہے) اور زمین کی نسبت اللہ تعالٰی نے ایسا ارشاد نہین فرمایا (چوتھی دلیل) یہ ہے - کہ اللہ تعالٰے نے اکثر آسمان کا ذکر زمین کے ذکر سے پہلے کیا ہے - اور علما نے یہ کہا ہے - کہ زمین آسمان سے افضل ہے - اور اس کی کئی دلیلین ہین (پہلی دلیل) یہ ہے - کہ اللہ تعالٰی نے زمین کے بہت سے حصون کی نسبت یہ ارشاد فرمایا ہے کہ وہ برکت کے ساتھ موصوف ہین اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا (آدمیون کے لیے جو گھر سب سے پہلے بنایا گیا ہے - وہ مبارک گھر ہے جو مکے مین ہے) (دوسری دلیل) فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ (مبارک جگہ مین موسٰی کو درخت مین سے ندا کی گئی) (تیسری دلیل) اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ (بیت المقدس کی طرف - جس کے گرداگرد کو ہم نے متبرک کردیا ہے) (چوتھی دلیل) شام کی زمین کی نسبت اللہ تعالٰی نے یہ ارشاد فرمایا - کہ وہ

برکت کے ساتھ موصوف ہے۔ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِیْ بَارَكْنَا فِیْهَا (جس زمین کو ہم نے متبرک کیا ہے۔ اُس کے مشارق اور مغارب کا ہم نے اُن لوگوں کو وارث کردیا۔ جو ضعیف گنے جاتے تھے۔ (پانچویں دلیل) اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں ساری زمین کو متبرک ارشاد فرمایا ہے۔ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِیْهَا (اللہ نے زمین کے اوپر پہاڑ بنائے۔ اور زمین میں برکت دی) اگر کوئی یہ اعتراض کرے۔ کہ خالی جنگلوں۔ اور مہلک صحراؤں میں کیا برکت ہے۔ تو ہم یہ جواب دیں گے۔ کہ وہ وحشی جانوروں کے مسکن اور چراگاہیں ہیں۔ اور اگر آدمیوں کو اُن کی حاجت ہو۔ تو وہ آدمیوں کے بھی مسکن ہیں۔ اور انھیں برکتوں کے سبب اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ (یعنی یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں بہت سی نشانیاں۔ اور دلیلیں ہیں) اور یہ دلیلیں اگرچہ اُن لوگوں کے لیے بھی ہیں جنھیں یقین نہیں ہے۔ لیکن چونکہ اِن دلیلوں سے یقین کرنے والوں کے سوا اور کسی کو نفع نہیں ہوا۔ اِس سبب سے تشریف اور تکریم کے لیے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ یقین کرنے والوں کے لیے دلیلیں ہیں۔ جس طرح هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ ارشاد فرمایا ہے یعنی قرآن اُن لوگوں کے لیے بھی ہدایت ہے۔ جو متقی نہیں ہیں۔ لیکن چونکہ قرآن سے متقیوں ہی نے فائدہ اُٹھایا اِس لیے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ قرآن متقیوں کے لیے ہدایت ہے (چھٹی دلیل) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بزرگ نبی زمین سے پیدا کیے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ (زمین ہی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ اور زمین ہی میں پھر ہم تمہیں لیجائیں گے) یہ خطاب سب آدمیوں کو شامل ہے۔ خواہ نبی ہوں۔ خواہ نہ ہوں۔ اِس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ نبی بھی زمین ہی سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ کیونکہ ارشاد فرمایا ہے۔ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا (یعنی ہم نے آسمان کی محفوظ چھت بنائی) (ساتویں دلیل) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اکرام کیا۔ اور ساری زمین کو آپ کے لیے مسجد اور تمام زمین کی مٹی کو آپکے لیے مطہر اور پاک کنندہ بنادیا۔ اللہ تعالیٰ کے قول وَالسَّمَآءَ بِنَآءً ا میں کئی مسئلہ ہیں (پہلا مسئلہ) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں آسمان وزمین کا جابجا ذکر کیا ہے۔ اور اِس میں کسی طرح کا شک نہیں ہے کہ آسمان زمین کا جابجا ذکر کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ وہ دونوں عظیم الشان ہیں۔ اور اُن میں اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے اسرار اور حکمتیں ہیں۔ جن تک خلق کی عقل وفہم نہیں پہنچ سکتی (دوسرا مسئلہ) **آسمان کے فضائل کے بیان میں**۔ آسمان کی بہت سی فضیلتیں ہیں (پہلی فضیلت) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو سات چیزوں سے آراستہ اور مزین کیا ہے۔ چراغوں سے ارشاد فرمایا ہے وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ (ہم نے پہلے آسمان کو چراغوں سے آراستہ اور مزین کیا ہے) اور چاند سے ارشاد فرمایا ہے وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا (اسنے آسمانوں میں چاند کو نور بنایا) اور سورج سے ارشاد فرمایا ہے۔ وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (اور سورج کو چراغ بنایا) اور عرش سے ارشاد فرمایا ہے رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ (عظمت والے عرش کا رب) اور کرسی سے ارشاد فرمایا ہے وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (اور اُس کی کرسی میں آسمانوں اور زمین کی گنجائش ہے) اور لوح سے ارشاد فرمایا ہے۔ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ (لوح محفوظ میں۔ اور قلم سے ارشاد فرمایا ہے۔ نٓ وَالْقَلَمِ (یعنی قلم کی قسم ہے) یہ سات چیزیں ہیں۔ ان میں سے تین تو ظاہر ہیں۔ اور چار پوشیدہ۔ جو نقلی دلیلوں یعنی آیتوں اور حدیثوں سے ثابت ہوئی ہیں (دوسری فضیلت) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کے ایسے نام رکھے ہیں جو اُن کے عظیم الشان ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو سماء اور سقف محفوظ اور سبع طباق اور سبعاً شداد۔ ارشاد فرمایا ہے۔ پھر اِن آیتوں میں آسمان کے انجام کا بیان کیا ہے۔ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ (یعنی جب آسمان شگاف دیا جائیگا) وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ (یعنی جب آسمان کی ۔۔ن ۔۔ی جائیگی) یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ (جس دن ہم آسمان کو لپیٹیں گے) یَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ (جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی مانند ہو جائے گا) یَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا (جس دن آسمان خوب جنبش کریگا) فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ (آسمان سرخ چمڑے کی شکل سرخ ہو جائیگا) اور آسمان کی پیدائش کا حال اِن دو آیتوں میں بیان کیا ہے۔ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ (پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا جس وقت کہ وہ دھواں تھا) اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا (کیا کافروں نے یہ نہیں دیکھا ہے کہ آسمان اور زمین دونوں بند تھے۔ ہم نے اُنھیں کھولدیا) آسمان اور زمین کے پیدا ہونے اور فنا ہونے کا حال اللہ تعالیٰ نے اِس تفصیل کے ساتھ جو اِس اہتمام اور اِس شد و مد سے بیان کیا ہے۔ تو اِس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو بہت بڑی حکمت کے لیے پیدا کیا ہے۔ جیسا خود ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا بَاطِلًا ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو اُن دونوں کے درمیان ہے۔ لغو اور بیہودہ پیدا نہیں کیا ہے۔ یہ کافروں کا گمان ہے۔ (تیسری فضیلت) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو دُعا کا قبلہ بنایا۔ آسمان ہی کی طرف ہاتھ اُٹھتے ہیں۔ اور آسمان ہی کی طرف چہرے متوجہ ہوتے ہیں۔ اور آسمان ہی مورد انوار ہے۔ اور آسمان ہی صفا اور روشنیوں۔ اور طہارت کا محل ہے۔ اور آسمان ہی خلل و فساد سے محفوظ رہنے کا مقام ہے (چوتھی فضیلت) بعض علما نے کہا ہے۔ آسمانوں اور زمینوں کی دو صفتیں ہیں۔ آسمان مؤثر ہیں۔

متاثر نہیں ہیں یعنی دوسری چیز میں تاثیر کرتے ہیں۔ اور دوسری چیز کی تاثیر کو قبول نہیں کرتے۔ اور زمینیں متاثر ہیں۔ موثر نہیں ہیں یعنی دوسری چیز کی تاثیر کو قبول کرتی ہیں۔ دوسری چیز میں تاثیر نہیں کرتیں۔ اور موثر یعنی تاثیر کرنے والا تاثیر کے قبول کرنے والے سے افضل ہے۔ اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے اکثر مقامات میں آسمان کا ذکر زمین کے ذکر سے پہلے کیا ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اکثر مقامات میں آسمانوں کو جمع کے لفظ سے اور زمین کو واحد کے لفظ سے بیان کیا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ آسمان بہت سے ہونے چاہئیں تاکہ بہت سے آسمانوں کے سبب سے تاروں کے مختلف اتصال حاصل ہوں۔ اور شعاعوں کے گرنے کی جگہوں میں تغیر ہو۔ اور زمین چونکہ تاثیر کی قبول کرنے والی ہے۔ لہذا وہ ایک ہی کافی ہے۔ (پانچویں فضیلت) آسمان کے رنگ اور آسمان کے رنگ میں جو عجائب اور درست تدبیر ہوئی ہے۔ وہ غور اور فکر کرنے کے قابل ہے۔ کیونکہ سب رنگوں سے زیادہ یہ رنگ آنکھ کے موافق اور آنکھ کا مقوی ہے۔ اسی سبب سے جب کسی کی آنکھ میں درد ہوتا ہے تو طبیب اسے نیلے رنگ کی چیزوں کے دیکھنے کا حکم کرتے ہیں۔ غور اور تامل کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کا کیسا رنگ بنایا۔ کہ جو لوگ آسمان کو دیکھتے ہیں۔ ان کی آنکھوں کو اس کے دیکھنے سے نفع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان کا رنگ سب رنگوں سے زیادہ نافع۔ اور آسمان کی شکل سب شکلوں سے افضل بنائی۔ اور وہ گول شکل ہے۔ اسی سبب سے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ (کیا انہوں نے آسمان کو نہیں دیکھا ہے۔ جو ان کے اوپر ہے۔ ہم نے اسے کیسا بنایا ہے۔ اور کس طرح آراستہ اور مزین کیا ہے اور اس میں درزیں نہیں ہیں) اگر آسمان زمین کے گرد نہ ہوتا۔ اور زمین کا احاطہ نہ کرتا۔ تو ضرور اس میں درزیں ہوتیں (تیسرا مسئلہ) جو چیزیں آسمان میں ہیں۔ یعنی سورج اور چاند اور تارے۔ ان کے فضائل کا بیان۔ **سورج کے فضائل کا بیان**۔ سورج کے نکلنے اور چھپنے میں غور اور فکر کرنا چاہیے۔ اگر سورج نہ نکلتا۔ اور نہ چھپتا۔ تو جہان کے تمام کام بگڑ جاتے۔ اور آدمی زندگی کے اسباب ہم نہ پہنچا سکتے۔ سورج کے نکلنے کے فائدے ظاہر اور کھلے ہوئے ہیں۔ لیکن سورج کے چھپنے کے فائدوں میں غور اور تامل کرنا چاہیے۔ اگر سورج نہ چھپتا۔ تو آدمیوں کو آرام اور قرار نہ ہوتا۔ اور انہیں آرام اور قرار لینے کی حاجت ہے تاکہ راحت حاصل ہو۔ اور قوت ہاضمہ اپنا کام بخوبی کرے۔ اور اعضا میں غذا نافذ اور ساری ہو۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا (اللہ ہی نے تمہارے لیے رات بنائی۔ تاکہ تم اس میں آرام اور قرار لو۔ اور دن کو روشن بنایا) اگر آفتاب نہ چھپتا۔ تو ہمیشہ کام کرنے پر انہیں حرص آمادہ کرتی۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے وَجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا (ہم نے رات کو پردہ۔ اور دن روزی کے لیے بنایا) اگر آفتاب نہ چھپتا تو سورج کی شعاع سے زمین اس قدر گرم ہو جاتی۔ کہ زمین کے کل جانور جل جاتے۔ اور سب نباتات ہلاک اور نیست و نابود ہو جاتی۔ جیسا ارشاد فرمایا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا (کیا تجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ تیرے پروردگار نے سائے کو کس طرح پھیلایا۔ اگر وہ چاہتا۔ تو اسے ایک ہی جگہ ٹھیرا دیتا) اللہ تعالیٰ کی حکمت کے سبب سے سورج ایک وقت نکلتا ہے۔ اور دوسرے وقت چھپ جاتا ہے۔ جیسے مکان میں رہنے والوں کو جب تک حاجت ہوتی ہے۔ چراغ روشن کر کے دیدیا جاتا ہے۔ اور جب حاجت نہیں رہتی۔ تو ان کے پاس سے اٹھالیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ آرام اور قرار لیں۔ اور راحت پائیں۔ روشنی اور تاریکی۔ کہ جن میں سے ہر ایک دوسرے کی ضد ہے۔ ان چیزوں کی مدد معاون ہیں۔ جن میں اہل عالم کی بہتری ہے۔ یہ سب فائدے سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے چاروں فصلوں کا سبب سورج کی بلندی اور پستی کو کیا۔ جاڑے میں حرارت۔ درخت اور سبزی کے اندر رک جاتی ہے۔ اور اس سے پھلوں کے مادے پیدا ہوتے ہیں۔ اور ہوا لطیف ہو جاتی ہے۔ اور بادل اور مینہ بکثرت ہوتا ہے۔ اور اندرونی حرارت کے رک جانے کے سبب سے حیوانات کے بدن قوی ہو جاتے ہیں۔ اور ربیع میں طبیعتوں کو جنبش ہوتی ہے۔ اور جو مادے جاڑے میں پیدا ہوئے تھے وہ ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور سبزہ نکل آتا ہے۔ اور درخت میں شگوفہ آجاتا ہے۔ اور جانور جفتی کیلئے مست ہو جاتے ہیں۔ اور گرمی میں ہوا گرم اور مشتعل ہو جاتی ہے۔ اور پھل پک جاتے ہیں۔ اور بدنوں کے فضلے تحلیل ہو جاتے ہیں۔ اور زمین خشک ہو جاتی ہے۔ اور اس میں مکانات بنانے اور عمارت کی تعمیر کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور خریف میں خشکی اور برودت ظاہر ہوتی ہے۔ اور بدن آہستہ آہستہ جاڑے کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ اگر یہ انتقال یکایک ہوتا تو تمام بدن ہلاک ہو جاتے۔ اور سورج کی حرکت کے منافع اور فوائد بھی تامل کے قابل ہیں۔ اگر سورج ایک ہی جگہ ٹھیرا رہتا۔ تو وہ جگہ سخت گرم ہو جاتی اور باقی تمام جگہ سخت سرد۔ لیکن دن کے شروع ہونے کے وقت سورج مشرق سے نکلتا ہے اور مغرب پر جو اس وقت سورج کے محاذی اور مقابل ہے سورج کی شعاع پڑتی ہے۔ پھر برابر گردش کرتا رہتا ہے اور ایک سمت کا دوسری سمت کے بعد محاذی اور مقابل ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ گردش کر کے چھپنے کے قریب ہو جاتا ہے اور مشرق کی جانب اس کی شعاع پڑتی ہے اور کوئی کھلی ہوئی جگہ ایسی نہیں رہتی۔ جس پر سورج کی شعاع نہ پڑے۔ گویا اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتا ہے۔ اگر سورج مشرق میں ٹھیرا رہتا اور امیر نے فقیر کے مکان کے مغرب کی سمت بلند مکان بنا لیا تھا تو فقیر کے مکان میں سورج کی شعاع نہ پہنچتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتا ہے۔ اگر امیر نے فقیر کے مکان کے سامنے اونچا مکان بنا لیا اور سورج کی شعاع کو

اُس کے مکان ہین جانے سے روک دیا۔ تو مین آسمان کو بھی گردش دیتا ہون۔ اور آسمان کے اوپر سورج کو بھی۔ تا کہ فقیر بھی سورج کی شعاع مین سے اپنا حصہ لے۔ اور حرکت مین
خط استوی سے سورج کے میل اور تجاوز کرنے کے فائدون کا بیان یہ ہے۔ کہ اگر کواکب کی حرکت مین میل اور تجاوز نہ ہوتا۔ تو اُن کی تاثیر ایک ہی جگہ کے ساتھ خاص ہو جاتی۔ اور
باقی سب جانبین اُن فائدون اور نفعون سے خالی رہتین۔ جو اُن کی تاثیرون سے ہوتے ہین۔ اور جو جگہ کوکب کے قریب ہے۔ اُس کے احوال متشابہ اور یکسان ہوتے
اور وہان ایک ہی کیفیت کو قوت ہوتی۔ اگر وہ کیفیت جسے قوت ہے۔ حرارت ہے۔ تو وہ سب رطوبتون کو فنا کر دیتی۔ اور سب کو آگ بنا دیتی۔ اور پیدا ہونے والی چیزین
پیدا نہ ہوتین۔ اور جو جگہ کواکب کی گذرگاہ کے مقابل اور محاذی ہوتی۔ وہ ایک کیفیت پر ہوتی۔ اور جو گذرگاہ کے مقابل اور محاذی نہ ہوتی۔ وہ دوسری کیفیت پر۔ اور جو ان دونون
جگہون کے درمیان ہوتی۔ وہ درمیانی کیفیت پر۔ لہذا اسی جگہ ہمیشہ جاڑا۔ اور ہوا۔ اور گرد و غبار رہتا۔ اور کسی جگہ ہمیشہ ایسی گرمی رہتی جو سب چیزون کو جلا دیتی۔ اور کسی جگہ ہمیشہ بیچ کا اثر
رہتی۔ جس مین پوری طرح کھیتی اور پھل نہ پکتے۔ اور اگر حرکتین متواتر اور پے در پے رجوع اور عود نہ کرتین۔ اور کواکب کی حرکتین سست ہوتین۔ تو میل سے فائدہ کم ہوتا۔ اور تاثیر بہت شدید
ہوتی۔ اور جو حالت کہ میل نہ ہونے کی صورت مین ہوتی۔ اُسی حالت کے قریب قریب حالت ہو جاتی۔ جو حرکت اب ہے۔ اگر کواکب کی حرکت اس سے تیز ہوتی۔ تو فائدے کامل اور پورے
نہ ہوتے۔ اور جب یہان ایسا میل ہے۔ کہ وہ حرکت کو ایک سمت مین ایک مدت تک محفوظ رکھتا ہے۔ پھر بقدر حاجت کے دوسری سمت کی طرف منتقل کرتا ہے۔ اور حرکت ہر سمت مین
ایک مدت تک باقی رہتی ہے تو میل کی تاثیر پوری ہو گئی۔ اور اُس سے بہت فائدے ہوئے۔ وہ خالق پاک اور مقدس ہے۔ جو کامل حکمت اور غیر متناہی قدرت کے ساتھ عالم کا مدبر ہے۔

چاند کے فضائل ۔ چاند کو آیَۃُ اللَّیلِ (یعنی رات کی نشانی اور دلیل) کہتے ہین۔ جاننا چاہیے۔ کہ اللہ تعالی نے چاند کے نکلنے اور چھپنے مین بہت سی مصلحتین اور فائدے رکھے ہین
چاند کے چھپنے مین اُس شخص کو فائدہ ہے۔ جو دشمن سے بھاگا ہے۔ رات کی تاریکی اُسے چھپا لیتی ہے۔ اور ڈھونڈنے والا دشمن اُس تک نہین پہنچ سکتا۔ اور اُسے نجات اور رہائی ہو جاتی ہے۔ اگر
تاریکی نہ ہوتی۔ تو دشمن اُسے پکڑ لیتا۔ اور متنبی کے اس شعر کے بھی یہی معنی ہین ؎ وَکَمْ لِظَلَامِ اللَّیلِ عِندِی مِنْ یَدٍ + تُخَبِّرُ اَنَّ المَانَوِیَّۃَ تَکْذِبُ + (میرے اوپر رات کی تاریکی کے ایسے
بہت سے احسان ہین۔ جو یہ خبر دیتے ہین کہ فرقہ مانویہ جھوٹا ہے۔) اور چاند کے نکلنے مین اُس شخص کو فائدہ ہے جسکی کوئی چیز کھو گئی ہے۔ اور تاریکی نے اُسے چھپا لیا ہے۔ اور چاند نے اُسے ظاہر کر دیا۔
ایک اعرابی (جنگلی) کی حکایت ہے۔ کہ وہ رات کو سو گیا۔ اور اُس کا اونٹ کھو گیا۔ جب چاند نکل آیا۔ تو اُس کا اونٹ مل گیا۔ وہ چاند کی طرف دیکھکر یہ کہنے لگا۔ اِنَّ اللہَ صَوَّرَکَ وَنَوَّرَکَ
وَعَلَّمَکَ البُرُوجَ وَدَوَّرَکَ فَاِذَا شَاءَ نَوَّرَکَ وَاِذَا شَاءَ کَوَّرَکَ فَلَا اَعْلَمُ مَزِیدًا اَسْئَلُہُ لَکَ وَلَئِنْ اَھْدَیتَ اِلَیَّ سُرُورًا لَقَدْ اَھْدَی اللہُ اِلَیکَ نُورًا (بیشک اللہ ہی نے تیری شکل بنائی
ہے۔ اور تجھے نورانی کیا ہے۔ اور برجون پر گردش دی ہے۔ وہ جب چاہتا ہے تجھے نورانی کر دیتا ہے۔ اور جب چاہتا ہے ظلمانی کر دیتا ہے۔ مین اس سے زیادہ اور کوئی چیز نہین جانتا کہ اُسے
تیرے لیے اللہ سے مانگون۔ اگر تو نے مجھے خوشی (سرور) عطا کیا۔ تو اللہ نے تجھے روشنی اور نور عطا فرمایا۔) پھر یہ شعر پڑھنے لگا ؎ مَاذَا اَقُولُ وَقَولِی فِیکَ ذُو قِصَرٍ + وَقَدْ کَفَیتَنِی التَّفْصِیلَ
وَالجُمَلَا + اِنْ قُلْتُ لَا زِلْتَ مَرفُوعًا فَاَنْتَ کَذَا + اَوْ قُلْتُ زَانَکَ رَبِّی فَھُوَ قَدْ فَعَلَا + (مین تیری مدح کیا کرون۔ میرا کلام تیری مدح سے کوتاہ اور قاصر ہے۔ تیرا کمال ہی کافی ہے۔ مجھے تفصیلی
اور اجمالی مدح کرنے کی حاجت نہین ہے۔ اگر مین تیرے لیے یہ دعا کرون۔ کہ تجھے ہمیشہ رفعت اور بلندی ہو تو پہلے ہی سے تو ایسا ہے۔ اگر یہ دعا کرون۔ کہ میرا پروردگار تجھے آراستہ کرے۔ تو اُس نے
پہلے ہی سے تجھے ایسا کیا ہے۔) اور بعضے عرب چاند کی مذمت کرتے تھے۔ اور یہ کہتے تھے۔ کہ چاند موت کو قریب کرتا ہے۔ اور چور کو رسوا اور ذلیل۔ اور بھاگنے والے کو پکڑوا دیتا ہے۔ اور عاشق کی
پردہ دری کرتا ہے۔ اور کتان کو پرانا۔ اور جوانون کو بڈھا کر دیتا ہے۔ اور دوستون کو بھلا دیتا ہے۔ اور دَین کو قریب کر دیتا ہے۔ اور بعضے عرب چاند کو سورج سے افضل کہتے تھے۔ اور اس کی کئی دلیلین
بیان کرتے تھے۔ (پہلی دلیل) یہ ہے۔ کہ عربی زبان مین لفظ قمر مذکر ہے۔ اور لفظ شمس مؤنث۔ لیکن متنبی نے اس دلیل پر اپنے اس شعر مین طعن کیا ہے ؎ فَمَا التَّانِیثُ لِاسْمِ الشَّمْسِ عَیبٌ + وَلَا
التَّذکِیرُ فَخْرٌ لِلْھِلَالِ + (نہ اسم شمس کے لیے تانیث عیب ہے + اور نہ ہلال کے لیے تذکیر فخر۔) (دوسری دلیل) یہ ہے۔ کہ عرب قَمَرَانِ کہتے ہین۔ اور شمس کو قمر کا تابع کرتے ہین۔ اور بعض عرب
سورج کو چاند سے افضل کہتے ہین۔ اور اس پر یہ دلیل لاتے ہین۔ کہ اللہ تعالی نے ان دو آیتون مین سورج کو چاند سے پہلے بیان کیا ہے۔ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (سورج اور چاند
معین حساب کے ساتھ گردش کرتے ہین) وَالشَّمْسِ وَضُحٰھَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰھَا (سورج اور اُس کی روشنی کی قسم ہے۔ چاند کی قسم ہے جب وہ سورج کے پیچھے آتا ہے) مگر اس دلیل پر ان آیتون
سے نقض اور اعتراض ہوتا ہے۔ فَمِنْکُمْ کَافِرٌ وَّمِنْکُمْ مُؤْمِنٌ (تم مین سے بعضے کافر ہین۔ اور بعضے مومن) اور کافر مومن سے افضل نہین ہے۔ تو یہ معلوم ہوا۔ کہ ذکر کا مقدم ہونا افضل ہونے کی دلیل نہین ہے

لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ (دوزخی اور جنتی برابر نہیں ہیں) اور دوزخی بھی افضل نہیں ہیں۔ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ (موت اور زندگی پیدا کی) اور موت افضل نہیں ہے۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (دشواری کیساتھ آسانی ہے) اور دشواری آسانی سے افضل نہیں ہے۔ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ (اُن میں سے بعضے تو اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں) اور اپنے نفس پر ظلم کرنے والے افضل نہیں ہیں

نجوم یعنی تاروں سے کئی فائدے ہیں۔ (پہلا فائدہ) یہ ہے۔ کہ وہ شیطانوں کے پھینک کر مارے جاتے ہیں (دوسرا فائدہ) یہ ہے کہ تاروں سے قبلہ کی شناخت ہوتی ہے۔ (تیسرا فائدہ) یہ ہے کہ جنگل اور دریا میں مسافر کو تاروں سے راہ معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (اللہ ہی نے تمہارے لیے تارے پیدا کیے۔ تاکہ تمہیں جنگل اور دریا کی تاریکیوں میں اُن کے وسیلے سے راہ معلوم ہو) اور تاروں کی تین قسمیں ہیں۔ جو ہمیشہ چھپے رہتے ہیں۔ کبھی نہیں نکلتے۔ جیسے جنوبی تارے۔ اور جو ہمیشہ نکلے رہتے ہیں۔ کبھی نہیں چھپتے۔ جیسے شمالی تارے۔ اور جو کبھی چھپ جاتے ہیں۔ اور کبھی نکل آتے ہیں اور نیز بعضے تارے ثوابت ہیں۔ اور بعضے سیارات۔ اور بعضے شرقی ہیں۔ اور بعضے غربی۔ اور ان کا تفصیلی بیان بڑا مطول ہے۔ اور حکما جو اجرام۔ اور ابعاد کی معرفت کا دعویٰ کرتے ہیں فَدَعْ عَنْكَ بَحْرًا ضَلَّ فِيهِ السَّوَابِحُ (سو تجھے اس دریا میں داخل ہونا نہیں چاہیے۔ اس میں بڑی بڑی تیراک گمراہ ہوگئی ہیں) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ (اللہ ہی کو غیب کا علم ہے۔ اور وہ برگزیدہ رسولوں کے سوا اُسے کسی پر ظاہر نہیں کرتا) وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (تمہیں تھوڑا سا علم دیا گیا ہے) وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ (اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ تم کہدو میں تم سے نہ یہ کہتا ہوں۔ کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ اور نہ یہ کہتا ہوں۔ کہ مجھے غیب کا علم ہے) مَا أَشْهَدْتُهُمْ خَلْقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَا خَلْقَ أَنْفُسِهِمْ (میں نے انہیں نہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے کے وقت حاضر کیا تھا۔ اور نہ خود ان کے پیدا کرنے کے وقت) اگر وہ آسمان۔ اور زمین۔ اور اپنے پیدا ہونے کے وقت موجود ہوتے۔ تو انہیں آسمان اور زمین کا اور اپنا حال معلوم ہوتا۔ جب مخلوق اپنی ذات اور صفات کو نہیں جان سکتی۔ تو اُن چیزوں کو کس طرح جان سکتی ہے جو اور سب چیزوں کی نسبت اُس سے بہت دور ہیں۔ اور عرب کو باوجودیکہ حقایق شناسی سے کچھ تعلق اور لگاؤ نہ تھا یہ بات اُن پر ظاہر اور واضح ہوگئی۔ عرب کے شاعروں میں سے کسی شاعر کا شعر ہے ؎ وَأَعْلَمُ مَا فِي الْيَوْمِ وَالْأَمْسِ قَبْلَهُ + وَلَكِنَّنِي عَنْ عِلْمِ مَا فِي غَدٍ عَمِي + جو آج ہے۔ اور جو کل تھا میں اُسے جانتا ہوں۔ لیکن جو کل ہوگا میں اُس کے جاننے سے اندھا ہوں یعنی میں اُسے نہیں جانتا۔ لبید کا شعر ہے ؎ فَوَاللّٰهِ مَا تَدْرِي الضَّوَارِبُ بِالْحَصَى + وَلَا زَاجِرَاتُ الطَّيْرِ مَا اللّٰهُ صَانِعُ + جو کچھ اللہ کریگا۔ اُسے نہ کنکریوں کی مارنے والیاں۔ جانتی ہیں۔ اور نہ پرندوں سے فال لینے والیاں۔

(چوتھا مسئلہ) آسمان کے چھت ہونیکا بیان

جاحظ نے کہا ہے۔ کہ جب تو اس عالم میں غور اور تامل کریگا۔ تو اُسے تو اس گھر کی مثل پائیگا جس میں حاجت کی ہر ایک چیز موجود اور مہیا ہے۔ اس عالم میں آسمان چھت کی طرح اونچا اور بلند ہے اور زمین فرش کی طرح پھیلی ہوئی۔ اور تارے چراغوں کی طرح روشن۔ اور منور۔ اور آدمی گھر کے مالک کی مثل ہے۔ اُس میں جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور نباتات کی سب قسمیں انسان کے فائدوں کے لیے موجود اور مہیا ہیں۔ اور حیوان کے جمیع اقسام اُس کے مصالح اور منافع کے لیے تیار۔ ان سب باتوں سے یہ امر واضح اور ظاہر ہے۔ کہ یہ عالم پوری تدبیر اور کامل حکمت۔ اور غیر متناہی قدرت سے پیدا ہوا ہے وَاللّٰهُ أَعْلَم۔ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ (آسمان سے پانی اُتارا۔ اور اُس سے تمہاری خورش کیلئے پھل نکالے) جاننا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین پیدا کی۔ اور وہ صدف کی مثل تھی۔ اور آدم اور آدم کی اولاد موتی کی مانند۔ اور اللہ تعالیٰ کو اُن کی سب قسم کی حاجتوں اور ضرورتوں کا علم تھا۔ تو گویا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا۔ اے آدم میں تجھے اس زمین کے سوا اور کسی چیز کا محتاج نہ کروں گا۔ جو تیری ماں کی مثل ہے۔ اِنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا (پہلے ہم نے خوب پانی گرایا۔ پھر زمین کو خوب پھاڑا) اے بندے تجھے غور اور فکر کرنا چاہیے۔ کہ سونا اور چاندی تیرے نزدیک سب چیزوں سے زیادہ عزیز ہے۔ اگر میں چاندی اور سونے کی زمین پیدا کر دیتا۔ تو کیا یہ فائدے زمین سے حاصل ہو سکتے تھے۔ جب میں نے اس دنیا میں۔ کہ قید خانہ ہے۔ یہ چیزیں پیدا کی ہیں۔ تو غور اور فکر کرنا چاہیے۔ کہ جنت کا کیا حال ہوگا۔ حاصل یہ ہے۔ کہ زمین تیری ماں۔ بلکہ تیری ماں سے زیادہ مہربان ہے۔ کیونکہ ماں صرف دودھ ہی پلاتی ہے۔ اور زمین قسم قسم کے کھانے تجھے کھلاتی ہے پھر یہ ارشاد فرمایا۔ مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ (ہم نے زمین ہی سے تمہیں پیدا کیا ہے۔ اور پھر زمین ہی میں تمہیں لیجائینگے) اس سے غرض یہ ہے۔ کہ تمہاری اس ماں ہی کیطرف ہم تمہیں پھر واپس کردیں گے۔ اور یہ وعید اور ڈرانا نہیں ہے۔ کیونکہ کوئی شخص یوں نہیں ڈرایا جاتا۔ کہ ہم اُسے اُس کی ماں ہی کے پاس بھیجدیں گے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ جس ماں کے پیٹ سے تو پیدا ہوا ہے اُس کے پیٹ میں تیرا مکان۔ تیرے اُس مکان سے بہت تنگ تھا۔ جو زمین میں ہے۔ اور تو ماں کے پیٹ میں نو مہینے ٹھیرا۔ اور تو وہاں نہ کبھی بھوکا رہا۔ اور نہ پیاسا۔ تو جس وقت تو بڑی ماں کے پیٹ میں داخل ہوگا اُس وقت کس طرح بھوکا اور پیاسا رہیگا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جیسا تو چھوٹی ماں کے پیٹ میں تھا ویسا ہی اس بڑی ماں کے پیٹ میں

داخل ہو۔ کیونکہ جب تو چھوٹی ماں کے پیٹ میں تھا۔ اُس وقت کبیرہ گناہ کا تو کیا ذکر۔ تجھ سے کبھی کوئی لغزش بھی نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ تو اللہ کا ایسا مطیع اور فرمان بردار تھا۔ کہ اُس نے جس وقت تجھے دنیا میں آنے کو کہا۔ تو نے اُسی وقت فرمان برداری کی۔ اور فوراً سر کے بل دنیا میں آگیا۔ اور اب تیرا یہ حال ہے کہ وہ تجھے نماز کیلیے شرمسار کرتا ہے۔ اور تو اُسے پاؤں کے ساتھ بھی جواب نہیں دیتا۔ جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آسمان اور زمین کا ذکر کیا۔ تو اُن دونوں کے درمیان جو عقد نکاح کی مثل ہے۔ اُسے یوں بیان کیا۔ کہ ہم نے زمین پر آسمان سے پانی نازل کیا اور اُس سے حیوان کی نسل کی مثل آدمیوں کی خورش کیلیے زمین کے پیٹ میں سے طرح طرح کے پھل نکالے۔ تاکہ وہ اپنی ذات میں۔ اور اُس چیز کے احوال میں غور اور فکر کریں جو اُن کے اوپر ہے اور جو اُن کے نیچے ہے۔ اور یہ جانیں۔ کہ ان چیزوں میں سے کسی چیز کو اُس کے سوا اور کوئی پیدا نہیں کر سکتا۔ جس کی ذات او صفات ان سب چیزوں کے خلاف ہے۔ اور وہی حکمت والا صانع اور خالق ہے۔ اور اِس آیت میں کئی سوال ہیں (پہلا سوال) کیا تم یہ کہتے ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی یہی عادت ڈال لی ہے۔ کہ زمین میں پانی کے پہنچنے کے بعد اِن پھلوں کو پیدا کر دیتا ہے۔ یا یہ کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے پانی میں تاثیر کرنے والی طبیعت اور زمین میں تاثیر کی قبول کرنے والی طبیعت پیدا کر دی ہے۔ اور جب اُن دونوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ تو ان قوتوں سے جنہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیا ہے یہ اثر حاصل ہو جاتا ہے (جواب) اِس میں کچھ شک نہیں ہے کہ اِن دونوں قولوں کی مطابق حکمت والے صانع اور خالق کا ہونا لازم اور ضروری ہے۔ اور اِس جواب کی تفصیل یہ ہے۔ کہ اِس میں کسی طرح کا شک نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اِن واسطوں کے بغیر اِن پھلوں کو پیدا کر سکتا ہے۔ کیونکہ پھل اُسی جسم کو کہتے ہیں۔ جس میں مزہ۔ اور رنگ۔ اور بو۔ اور رطوبت ہو۔ اور جسم میں ان صفتوں کی قابلیت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ابتداءً ان واسطوں کے بغیر اِن صفتوں کو پیدا کر سکتا ہے۔ کیونکہ مقدور اور معلول ہونیکی علت۔ یا حدوث (حادث ہونا) ہے۔ یا امکان (ممکن ہونا) یا دونوں کا مجموعہ اور تینوں صورتوں میں یہ بات لازم اور ضروری ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ابتداءً ان واسطوں کے بغیر جسم میں اِن صفتوں کو پیدا کر سکتا ہے۔ اور نقلی دلائل میں سے یہ حدیث اِس عقلی دلیل کی تائید اور تاکید کرتی ہے۔ اِنَّهٗ تَعَالٰی یَخْتَرِعُ نَعِیْمَ اَهْلِ الْجَنَّةِ الْمُصَابِیْنَ مِنْ غَیْرِ هٰذِهِ الْوَسَائِطِ (اللہ تعالیٰ جنت میں اہل جنت کیلیے ان واسطوں کے بغیر نعمتیں پیدا کریگا۔) مگر ہم یہ کہتے ہیں اِن واسطوں کے بغیر اِن پھلوں کے پیدا کرنے پر قادر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ اجسام میں جو تاثیر کرنے والی۔ اور تاثیر کی قبول کرنے والی قوتیں پیدا کر دی ہیں۔ اُن کے واسطے سے اِن پھلوں کے پیدا کرنے پر اللہ تعالیٰ قادر نہ ہو۔ اور متکلمین میں سے متاخرین اِس بات کا انکار کرتے ہیں۔ اور اِس انکار کے لیے کوئی دلیل ہونی چاہیے۔ دلیل کے بغیر یہ انکار قابل قبول نہیں ہے (دوسرا سوال) جب اللہ تعالیٰ اِن واسطوں کے بغیر اِن پھلوں کو پیدا کر سکتا تھا۔ تو اِس قدر مدت دراز میں اِن واسطوں کے ساتھ پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے۔ اِس کا (جواب) یہ دو آیتیں ہیں۔ یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَاءُ (اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے) یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ (اللہ جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے) اور علماء نے اِس میں کئی حکمتیں بیان کی ہیں (پہلی حکمت) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنی یہ عادت ڈال لی ہے۔ کہ اِن پھلوں کو ترتیب و تدریج کے بغیر پیدا نہیں کرتا۔ اِس کا سبب صرف یہی ہے کہ جب بندے پھلوں کے لیے کھیتی کرنے اور درخت لگانے کی مشقت کا تحمل کریں گے اور وقتاً فوقتاً اِس میں مصیبتیں اور تکلیفیں اُٹھائیں گے۔ تو اُنہیں یہ معلوم ہو جائیگا کہ جب دُنیا کے اِن فائدوں کے لیے اتنی مشقتیں اُٹھانی پڑیں۔ تو آخرت کے فائدوں کے لیے جو دنیا کے اِن فائدوں سے بہت ہی بڑے ہیں۔ اُن مشقتوں کا اُٹھانا جو دنیا کی اِن مشقتوں سے بہت ہی کم ہیں۔ اولیٰ اور بہت مناسب بلکہ ضروری ہے۔ اور یہ بعینہٖ ہمارے اِس قول کی مثل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ دوا کھانے کے بغیر شفا پیدا کر سکتا ہے۔ لیکن اُس نے اپنی یہی عادت ڈال لی ہے۔ کہ دوا کے بغیر شفا پیدا نہیں کرتا۔ اور شفا کے پیدا کرنے کو دوا کے استعمال پر موقوف کر دیا ہے۔ کیونکہ جب بندہ بیماری کے ضرر کے دور کرنے کے لیے دواؤں کی تلخی کا تحمل کریگا تو عذاب کے ضرر کے دور کرنے کے لیے تکلیف (یعنی امر و نہی) کی مشقتوں کے تحمل کرنے کو اولیٰ اور انسب بلکہ ضروری سمجھے گا (دوسری حکمت) یہ ہے۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ ان واسطوں کے بغیر اِن پھلوں کو دفعۃً پیدا کر دیتا تو بندوں کو غور اور فکر کے بغیر یہ بات معلوم ہو جاتی کہ ان پھلوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اور غور اور فکر کے بغیر اِس بات کا معلوم ہو جانا تکلیف (یعنی امر و نہی) کے منافی اور مخالف ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے اِن واسطوں کے ساتھ اِن پھلوں کو پیدا کیا۔ تو بندے کو بڑے غور اور فکر سے یہ بات معلوم ہوئی۔ کہ اِن پھلوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اُسے اِس غور اور فکر کا ثواب ملا۔ اور اِسی سبب سے یہ کہا گیا ہے۔ لَوْلَا الْاَسْبَابُ لَمَا ارْتَابَ مُرْتَابٌ (اگر اللہ تعالیٰ اسباب کے واسطے سے مخلوقات کو پیدا نہ کرتا۔ تو کسی کو اللہ کے وجود میں شک ہوتا) (تیسری حکمت) یہ ہے۔ فرشتوں اور ارباب دانش کو اکثر اوقات اِس میں عبرتیں اور درست فکریں ہیں۔ (تیسرا سوال) اللہ تعالیٰ کے قول وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً (یعنی آسمان سے مینہ برسایا) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مینہ آسمان سے برستا ہے۔ اور فی الحقیقت آسمان سے مینہ نہیں برستا۔ کیونکہ مینہ اُن بخارات سے پیدا ہوتا ہے جو زمین سے اُٹھتے ہیں۔ اور ہوا کے ٹھنڈے طبقے کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ اور وہاں ٹھنڈک کے سبب جمع ہو جاتے ہیں۔ اور جمع ہو جانے کے بعد پھر زمین پر اُتر آتے ہیں۔ مینہ کی حقیقت یہی ہے۔ جو ہم نے بیان کی۔ اِس سوال کے کئی جواب ہیں (پہلا جواب)

یہ ہے۔ کہ جو چیز اونچی اور بلند ہو عربی زبان میں اُسے سماء کہتے ہیں۔ اور آسمان کو بھی سماء اسی سبب سے کہتے ہیں۔ کہ وہ اونچا اور بلند ہے۔ تو جو چیز تجھ سے اونچی اور بلند ہے۔ وہ سماء کہلاتی ہے۔ اور ابر بھی تجھ سے اونچا اور بلند ہے۔ لہٰذا وہ بھی سماء ہے۔ اس آیت میں سماء کے معنی ابر کے ہیں۔ آسمان کے نہیں ہیں۔ لہٰذا اس آیت کے معنی یہ ہوئے۔ کہ اللہ نے ابر سے مینہ برسایا (دوسرا جواب) یہ ہے۔ کہ زمین کے اندر سے بخارات کے اُٹھنے کا سبب اور باعث اُسی پانی کے اجزا ہیں۔ جسے اللہ نے آسمان سے اُتارا ہے۔ (تیسرا جواب) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے۔ وہ صحیح اور درست اور سچ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ہم آسمان سے مینہ برساتے ہیں۔ اور ہمیں یہ بات بھی معلوم ہوئی ہے کہ ابر سے مینہ برستا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی حق ہے۔ اور ہمیں جو یہ بات معلوم ہوئی ہے۔ یہ بھی حق ہے۔ تو ہمیں اب یہ کہنا چاہیے کہ ابر میں پانی آسمان سے آتا ہے۔ اور زمین میں ابر سے۔ تاکہ یہ دونوں امر جو حق ہیں موافق اور مطابق ہو جائیں (چوتھا سوال) اللہ تعالیٰ کے قول مِنَ الثَّمَرَاتِ میں مِن کے کیا معنی ہیں (جواب) اس قول میں جو مِن کا لفظ ہے اُس میں دو احتمال ہیں۔ (پہلا احتمال) یہ ہے۔ کہ مِن تبعیض کے لیے ہے۔ یعنی مِن کے معنی بعض کے ہیں۔ کیونکہ مِن کے لفظ کو اس کی دونوں جانبوں سے دو نکروں۔ یعنی مَاءً اور رِزْقًا نے گھیر لیا ہے۔ یعنی ایک نکرہ مِن کے پہلے ہے۔ اور دوسرا پیچھے۔ اور ان دونوں نکروں کی تنکیر سے بعضیت مراد ہے۔ اور دونوں نکروں سے بعضیت کا مراد ہونا۔ اس بات کا قرینہ ہے۔ کہ مِن تبعیض کے لیے ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے۔ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ بَعْضَ الْمَاءِ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ بَعْضَ الثَّمَرَاتِ لِيَكُوْنَ بَعْضَ رِزْقِكُمْ (یعنی ہم نے آسمان سے کچھ پانی برسایا۔ اور اُس سے کچھ پھل نکالے تاکہ وہ تمہاری کچھ رزق ہو جائیں (دوسرا احتمال) یہ ہے۔ کہ مِن بیان کے لیے ہے۔ یعنی اَلثَّمَرَاتِ۔ رِزْقًا کا بیان ہے۔ اور آیت کے یہ معنی ہیں۔ اور اُس پانی سے ہم نے تمہارے لیے رزق نکالا۔ اور وہ رزق پھل ہیں۔ جیسے تیرے قول اَنْفَقْتُ مِنَ الدَّرَاهِمِ اِنْفَاقًا میں مِن بیان کے لیے ہے۔ یعنی میں نے درہم خرچ کیے۔ اگر کوئی یہ کہے۔ کہ رِزْقًا کے منصوب ہونے کی کیا وجہ ہے۔ تو ہم اُس کے اِس قول کا یہ جواب دیں گے۔ اگر مِن تبعیض کے لیے ہے۔ تو رِزْقًا مفعول لہٗ ہونے کے سبب منصوب ہے۔ اگر بیان کے لیے ہے۔ تو اَخْرَجَ کا مفعول بہٖ ہے (پانچواں سوال)۔ آسمان کے پانی سے جو پھل نکالے گئے ہیں۔ وہ بکثرت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے الثَّمَرَاتِ یعنی جمع قلت کا لفظ کیوں ارشاد فرمایا۔ اَلثَّمَرُ۔ یا اَلثِّمَارُ۔ یعنی جمع کثرت کا لفظ کیوں نہیں ارشاد فرمایا (جواب) اللہ تعالیٰ نے جمع قلت کا لفظ اس بات سے آگاہ اور متنبہ کرنے کے لیے ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا کے پھل قلیل ہیں۔ اور آخرت بہت بڑی عظیم الشان چیز ہے۔ واللہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ کے قول فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (یعنی تم جان بوجھ کر مخلوقات کو اللہ کا شریک نہ بناؤ) میں کئی سوال ہیں (پہلا سوال) اللہ تعالیٰ کے قول فَلَا تَجْعَلُوْا کو کس قول سے تعلق اور لگاؤ ہے۔ (جواب) اِسکی تین توجیہیں ہیں (پہلی توجیہ) یہ ہے۔ کہ فَلَا تَجْعَلُوْا کو امر سے تعلق اور لگاؤ ہے یعنی اُعْبُدُوْا فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا (یعنی تم عبادت کرو اور مخلوقات کو اللہ کا شریک بناؤ) کیونکہ توحید عبادت کی اصل اور جڑ ہے۔ (دوسری توجیہ) یہ ہے کہ فَلَا تَجْعَلُوْا کو لَعَلَّ سے تعلق ہے۔ اور معنی یہ ہیں کہ اللہ نے تمہیں اسلیے پیدا کیا ہے کہ تم اُسکے عذاب سے بچو اور ڈرو لہٰذا تمہیں مخلوقات کو اُس کا شریک بنانا نہیں چاہیے کیونکہ مخلوقات کو اللہ کا شریک بنانا عذاب کے بہت بڑے سببوں میں سے ہے۔ (تیسری توجیہ) یہ ہے۔ کہ فَلَا تَجْعَلُوْا کو اللہ تعالیٰ کے قول اَلَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا سے تعلق ہے۔ یعنی اللہ ہی نے تمہارے لیے یہ ظاہر اور روشن دلیلیں پیدا کی ہیں۔ لہٰذا مخلوقات کو تم اُس کا شریک نہ بناؤ (دوسرا سوال) نِدّ کس چیز کو کہتے ہیں۔ نزاع کرنے والے مثل کو نَادَدْتُ الرَّجُلَ کے یہ معنی ہیں۔ کہ میں نے اُس مرد سے منافرت کی۔ اور یہ نَدَّ يَنِدُّ نُدُوْدًا (یعنی اُس نے نفرت کی) سے ماخوذ ہے۔ گویا دونوں نِدّوں میں سے ہر ایک دوسرے سے منافرت اور عناد کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ بت پرست یہ نہیں کہتے ہیں کہ بت اللہ سے منازعت کرتے ہیں۔ تو بتوں کو انداد کہنا صحیح اور درست نہیں ہے۔ کیونکہ نِد نزاع کرنے والے مثل کو کہتے ہیں۔ اور بت نزاع نہیں کرتے تو ہم اس اعتراض کا یہ جواب دیں گے۔ کہ بت پرستوں نے جب بتوں کی پرستش و عبادت کی اور اُنہیں معبود کہا۔ تو اُن کا حال اُن لوگوں کے حال کے مشابہ ہو گیا جن کا بتوں کی نسبت یہ اعتقاد ہے۔ کہ وہ ایسے معبود ہیں جو اللہ سے منازعت کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے استہزا کے طریق سے بتوں کو اَنْدَاد ارشاد فرمایا۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے نِد کے لفظ کیساتھ استہزا کیا۔ اسیطرح اُن پر یہ طعن بھی کیا کہ جس کا کبھی کوئی چیز نِد اور مثل نہیں ہو سکتی اِن بت پرستوں نے بہت سی چیزوں کو اُس کا نِد (یعنی نزاع کرنے والا مثل) بنا دیا۔ اور محمد بن سمیفع کی قرأت فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ نِدًّا ہے (تیسرا سوال) وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کے کیا معنی ہیں (جواب) اس کے یہ معنی ہیں۔ چونکہ تمہاری عقل کامل اور پوری ہے۔ اِس سبب سے تم یہ جانتے ہو۔ کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی نِد اور مثل نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا تمہیں اِن چیزوں کو اللہ تعالیٰ کا نِد اور مثل کہنا نہیں چاہیے۔ کیونکہ جو شخص جس قول کی زشتی اور بُرائی کو جانتا ہے اُسے اُس قول کا کہنا بہت بُرا اور نہایت قبیح ہے۔ اور اس آیت میں کئی مسئلے ہیں (پہلا مسئلہ) جاننا چاہیے کہ عالم میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے۔ جو کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا برابر کا شریک جانتا ہو یعنی جس کو کسی چیز کی نسبت یہ اعتقاد ہو۔ کہ وہ وجود اور قدرت اور علم اور حکمت میں اللہ تعالیٰ کی برابر ہے۔ اس وقت تک

مِنَ الثَّمَرَاتِ میں مِن کے کیا معنی ہیں

فَلَا تَجْعَلُوْا کو کس قول سے تعلق اور لگاؤ ہے

اللہ تعالیٰ کے سوا اور چیزون کو معبود کہنے والون کے بہت فرقے ہین
کوئی دین بت پرستون کے دین سے زیادہ قدیم نہین

کوئی ایسا شخص نہین ہوا ہی جس نے کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا برابر شریک کہا ہو۔ لیکن مجوس یعنی آتش پرست دو خدا کہتے ہین۔ اُن مین سے ایک دانا ہی جو نیکی پیدا کرتا ہی۔ اور دوسرا نادان جو بدی پیدا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور چیزون کے معبود کہنے والون کے بہت سے فرقے ہین (پہلا فرقہ) ستارون کی پرستش کرنے والا ہی۔ اور اس فرقہ کو صابیہ کہتے ہین۔ یہ فرقہ یہ کہتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اِن تارون کو پیدا کیا۔ اور یہ تارے اِس عالم کے مدبر ہین۔ تو ہمین اِن تارون کی عبادت کرنی چاہیے (دوسرا فرقہ) نصاریٰ ہے۔ جو مسیح علیہ السلام کی عبادت اور پرستش کرتا ہے۔ (تیسرا فرقہ) وہ ہی۔ جو بتون کی عبادت اور پرستش کرتا ہی۔ جاننا چاہیے۔ کہ کوئی دین بت پرستون کے دین سے زیادہ قدیم اور پرانا نہین ہی۔ اور اس کی دلیل یہ ہی۔ کہ جن نبیون کا حال اللہ تعالیٰ نے ہمین بتایا ہی۔ اُن مین سے نوح علیہ السلام سب سے زیادہ قدیم اور پرانے نبی ہین۔ اور وہ بت پرستون ہی کے رد کرنیکے لیے آئے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی قوم کا قول اپنے اِس قول مین نقل کیا ہی۔ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا (یعنی نوح علیہ السلام کی قوم نے کہا۔ تم اپنے معبودون کو ہرگز نہ چھوڑو۔ اور ہرگز نہ وَدّ کو چھوڑو۔ اور نہ سواع کو۔ اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو) تو اس آیت سے ہمین یہ معلوم ہوا کہ بت پرستی کا مذہب نوح علیہ السلام سے پہلے سے تھا۔ اور اس وقت تک موجود ہی۔ بلکہ اکثر اہل عالم اِس مذہب اور دین پر قائم ہین اور جو مذہب اور دین ایسا ہی یعنی جس کو اکثر اہل عالم نے اختیار کیا ہے۔ اُس کی غلطی اور فساد کا ظاہر اور بدیہی ہونا محال اور ناممکن ہی۔ لیکن اس بات کا جاننا بھی بدیہی اور ضروری اور ظاہر ہے۔ کہ یہ پتھر جو اسیوقت تراشا گیا ہی۔ اس نے مجھے۔ اور آسمانون۔ اور زمین کو پیدا نہین کیا ہی۔ تو کروڑون آدمیون کا اس بات پر متفق ہونا محال اور ناممکن ہے۔ تو ضرور بالضرور بت پرست ان بتون کو اس سبب سے نہین پوجتے کہ اُنھون نے ہمین اور آسمانون۔ اور زمین کو پیدا کیا ہی۔ بلکہ وہ کسی اور غرض سے ان بتون کی پرستش کرتے ہین۔ اور علما نے اُس غرض کی کئی توجیہین بیان کی ہین (پہلی توجیہ) وہ ہی۔ جو ابو معشر جعفر بن محمد منجم بلخی نے اپنی بعض کتابون مین بیان کی ہی۔ کہ چین اور ہندوستان کے اکثر باشندے اللہ اور فرشتون کے قائل تھے۔ اور اُن کا یہ اعتقاد تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے اور اس کی بہت اچھی صورت ہی۔ اور اسی طرح فرشتون کی نسبت بھی ان کا یہی اعتقاد تھا۔ کہ وہ جسم ہین۔ اور اُن کی اچھی صورتین ہین۔ اور اللہ اور سب فرشتے آسمان کے پردے مین چھپے ہوئے ہین اور ہمیرہ واجب اور فرض ہی۔ کہ اللہ اور فرشتون کی صورتون کے خوش منظر بُت بنائین۔ اور اُن کی عبادت کرین۔ اور اُن کی عبادت کرنے سے اُن کی یہ غرض تھی کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتون کا قرب اُنھین حاصل ہو۔ اگر ابو معشر کا یہ بیان صحیح ہی۔ تو بتون کی عبادت کرنے کا سبب مشابہت کا اعتقاد ہی (دوسری توجیہ) وہ ہے۔ جو اکثر علما نے بیان کی ہی۔ اور وہ یہ ہی کہ لوگون نے کواکب کے احوال کے تغیرات پر اِس عالم کے احوال کے تغیرات کا دار و مدار دیکھا۔ کیونکہ سبعۂ سیارہ سے سورج کے نزدیک اور دور ہونے کے اعتبار سے مختلف فصلین اور متفرق احوال حادث ہوتے ہین۔ اور اُنھون نے باقی کواکب کا احوال دیکھکر یہ اعتقاد کیا۔ کہ دنیا مین سعادت اور نحوست کا سبب اُنھین کواکب کا آدمیون کے طالعون مین واقع ہونا ہی۔ جب اُنھین یہ اعتقاد ہوگیا۔ تو وہ کواکب کی تعظیم حد سے زیادہ کرنے لگے۔ اور اُن مین سے بعض کا یہ اعتقاد ہوا۔ کہ کواکب واجب بالذات ہین ممکن نہین ہین۔ اور کواکب ہی نے اِس عالم کو پیدا کیا ہی۔ اور بعض کا یہ اعتقاد ہوا کہ سب سے بڑی معبود نے کواکب کو پیدا کیا ہے۔ اور کواکب نے اِس عالم کو لہذا پہلے گروہ کا یہ اعتقاد ہوا۔ کہ کواکب ہی حقیقی معبود ہین۔ اور دوسرے گروہ کا یہ اعتقاد ہوا۔ کہ کواکب اللہ تعالیٰ اور انسان کے درمیان واسطے ہین۔ لہذا وہ کواکب کی عبادت اور خضوع اور خشوع مین مشغول ہوگئے۔ اور جب اُنھون نے اکثر اوقات کواکب کو چھپا ہوا دیکھا تو کواکب کی شکل کے بت بنا لیے اور کواکب کی عبادت کرنے لگے۔ اور اس عبادت سے ان بتون کی عبادت کرنی مقصود نہ تھی بلکہ اُنھین کواکب کی عبادت مقصود تھی۔ اور اس عبادت سے اُنھین کواکب کے تقرب کے طالب تھے جو اُن کی نظرون سے نہان اور غائب تھے۔ جب اِسی طرح عبادت کرتے ہوئے ایک مدتِ دراز گذر گئی۔ تو اُنھون نے کواکب کے ذکر کو طاق نسیان پر رکھدیا۔ اور انھین بتون کی عبادت کرنے لگے۔ لہذا یہ بت پرست فی الحقیقت کواکب پرست ہین۔ (تیسری توجیہ) ارباب احکام سالہاسال اور مدتہائے دراز (جیسے ہزار برس اور دو ہزار برس) مین وقت کی تعیین کرتے تھے۔ اور یہ کہتے تھے۔ جو شخص اس وقت مین خاص طریق سے طلسم بنائیگا۔ وہ خاص احوال مین اُس سے نفع اٹھائیگا۔ جیسے سعادت اور خوشحالی اور دفع آفات۔ اور وہ جب یہ طلسم بناتے تھے۔ تو اُس کی تعظیم کرتے تھے۔ کیونکہ اُن کا یہ اعتقاد تھا۔ کہ اس طلسم سے ہم نفع اٹھائین گے۔ جب وہ اُس کی تعظیم حد سے زیادہ کرتے لگے۔ تو وہ عبادت کی مثل ہوگئی۔ اور جب ایک مدت دراز گذر گئی۔ تو وہ اِس امر کی ابتدا کو بھول گئے۔ اور اصل حقیقت سے جاہل ہوکر اُنھین کی عبادت مین مشغول ہوگئے (چوتھی توجیہ) جب اُن مین سے کوئی ایسا بزرگ آدمی مرتا تھا۔ جس کی نسبت اُنھین یہ اعتقاد تھا۔ کہ وہ مستجاب الدعوات ہی۔ اور اُس کی شفاعت اللہ تعالیٰ کے ہان مقبول ہے۔ تو اُس کی صورت کا بُت بناکر وہ اُس کی عبادت کرتے تھے

اور اُن کا یہ اعتقاد تھا۔ کہ یہ انسان قیامت کے دن اللہ کے ہاں اُن کی شفاعت کرےگا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کا یہ اعتقاد اس آیت مین بیان کیا ہی۔ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (یہ لوگ اللہ کے ہان ہمارے شفیع ہین۔ (پانچوین توجیہ) شاید اُنھون نے بتون کو اپنی نمازون اور عبادتون کا قبلہ بنایا ہو۔ اور بتون کی طرف سجدہ کرتے ہین۔ اور بتون کو سجدہ نہین کرتے۔ جس طرح ہم قبلے کی طرف سجدہ کرتے ہین۔ اور قبلے کو سجدہ نہین کرتے۔ اور جب اس حالت کو دوام اور ہمیشگی ہوئی تو جاہلون نے یہ گمان کیا کہ ہمین ان بتون ہی کی عبادت کرنی چاہیے (چھٹی توجیہ) شاید یہ بت پرست مجسمہ[1] فرقے مین سے تھے۔ اور اُن کا یہ اعتقاد تھا کہ اللہ تعالیٰ کا اِن بتون مین حلول ہو سکتا ہی۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان مین سما سکتا ہی۔ لہٰذا اس اعتقاد کے سبب سے وہ ان کی عبادت کرنے لگے۔ بعض بتون کے قول کی یہی توجیہین ہو سکتی ہین جن کے سبب سے وہ ایسا نہین رہتا جس کا باطل ہونا ظاہر اور بدیہی ہو

بت پرستی کے باطل ہونے کا بیان

(دوسرا مسئلہ) اگر کوئی شخص اعتراض کرے۔ جب بت پرستون کے مذہب کا حاصل یہی توجیہات اور تاویلات ہین۔ جو آپ نے بیان کی ہین۔ تو خالق عالم کے ثابت کر دینے سے بت پرستی کا جائز نہ ہونا کس طرح لازم آتا ہے۔ تو ہم اس کا یہ (جواب) دین گے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کے حادث اور مخلوق ہونے پر اُس چیز کے ساتھ آگاہ اور متنبہ کیا ہی۔ جیسے ہم بیان کر چکے ہین۔ یعنی زمین اور آسمان جسم ہونے مین باقی اور سب جسمون کے شریک ہین۔ یعنی جس طرح باقی اور سب جسم جسم ہین اسی طرح زمین اور آسمان بھی جسم ہین۔ تو زمین آسمان مین سے ہر ایک جس شکل۔ اور جس صفت اور جس حیز یعنی مکان کے ساتھ خاص ہی۔ اُس کے ساتھ ان دونون مین سے ہر ایک کے خاص ہونے کے لیے کوئی مخصص اور خاص کرنے والا ہونا چاہیے۔ اور یہ ہم بیان ہی کر چکے ہین۔ کہ یہ مخصص اور خاص کرنے والا اگر کوئی اور جسم ہو۔ تو وہ بھی کسی اور مخصص کا محتاج ہوگا۔ اگر یہ دوسرا مخصص بھی جسم ہو۔ تو وہ کسی اور مخصص کا محتاج ہوگا۔ اور علیٰ ہذا القیاس غیر متناہی مخصصون کی احتیاج ہوگی۔ اور تسلسل لازم آئیگا۔ اور تسلسل ناممکن ہی۔ تو یہ مخصص جسم نہین ہو سکتا۔ اور جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ مخصص جسم نہین ہو سکتا۔ تو اب ہم یہ کہتے ہین۔ جب اس دلیل سے یہ ثابت ہوگیا کہ اللہ جسم نہین ہی۔ تو جن بت پرستون کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ ان بتون کی شکل اللہ کی شکل کے مشابہ ہی۔ اور اسی سبب سے ہم اِن کی عبادت اور پوجا کرتے ہین۔ اُن کا یہ اعتقاد باطل ہوگیا۔ کیونکہ جب اللہ جسم نہین ہے۔ تو اُس کی کوئی شکل نہین ہی۔ اور جب اُس کی کوئی شکل نہین ہی۔ تو کسی شے کی شکل اس کی شکل کے مشابہ نہین ہو سکتی۔ اور جب ہم نے دلیل سے یہ بات ثابت کر دی۔ کہ ہر ایک جسم جس جس صفت کے ساتھ موصوف ہی۔ وہ اُس کے ساتھ موصوف ہونے مین فاعل مختار کا محتاج ہی۔ تو دوسرا قول (یعنی یہ کواکب اِس عالم کے مدبر اور معبود ہین) بھی باطل ہوگیا۔ اور یہ ثابت ہوگیا۔ کہ یہ کواکب بندے ہین۔ رب اور پروردگار نہین ہین۔ اور تیسرا قول (اور وہ اصحاب طلسمات کا قول ہی) بھی باطل ہوگیا۔ کیونکہ طلسمات کی تاثیر کواکب کی قوتون کے واسطے سے ہی۔ اور جب ہم نے دلیل سے یہ بات ثابت کر دی۔ کہ کواکب حادث ہین اور مدبر اور مؤثر نہین ہین۔ تو کواکب کی قوتون کے واسطے سے طلسمات کا مؤثر ہونا بھی باطل ہوگیا۔ اور کوئی عقلی دلیل ایسی نہین ہی جس سے چوتھا اور پانچوان قول ثابت ہو یا باطل۔ لیکن شرع نے اِن دونون قولون سے منع کیا ہے۔ تو اُن سے باز رہنا چاہیے۔ اور چھٹا قول بھی تشبیہ پر مبنی ہی۔ اور تشبیہ باطل ہی۔ تو چھٹا قول باطل ہی۔ لہٰذا ہمارے اس بیان سے یہ ثابت ہوگیا کہ اس بات کو دلیل کے ساتھ ثابت کر دینے سے۔ کہ عالم ایسے صانع اور خالق کا محتاج ہے۔ جو مختار اور جسم سے مقدس اور پاک ہی۔ بت پرستی سب تاویلون اور توجیہون کے ساتھ باطل ہو جاتی ہی۔ واللہ اعلم (تیسرا مسئلہ) جاننا چاہیے کہ یونانیون نے اسکندر سے پہلے اپنے لیے بہت سی شکلین بنائین۔ اور روحانی قوتون اور نورانی جسمون کے نامون کے ساتھ انھین نامزد کیا۔ اور اُنھین اپنا معبود بنایا۔ اور پہلی علت جسے وہ امر الٰہی کہتے ہین۔ اور عقل صریح اور سیاست مطلق اور نفس اور صورت کی شکلین مدور تھین۔ اور زحل کی شکل مسدس۔ اور مشتری کی مثلث۔ اور مریخ کی مستطیل۔ اور شمس کی مربع اور زہرہ کی مثلث جس کے اندر مربع تھا۔ اور عطارد کی مثلث جس کے اندر مستطیل تھا۔ اور قمر کی مثمن۔

مکے مین بت پرستی کی ابتدا کا بیان

اور مؤرخون نے یہ کہا ہی کہ عمرو بن لحی جب اپنی قوم کا سردار اور رئیس اور کعبے کا متولی ہوا۔ تو بلقا کی طرف سفر کرنے کا اُسے اتفاق ہوا۔ اُس نے وہان ایک قوم کو بتون کی پرستش کرتے دیکھا۔ اُس نے اُن سے پوچھا۔ یہ کیا چیزین ہین۔ اُنھون نے کہا یہ ہمارے رب اور پروردگار ہین۔ ہم اِن سے مدد مانگتے ہین۔ تو یہ ہماری مدد کرتے ہین۔ ہم اِن سے مینہ طلب کرتے ہین۔ تو یہ مینہ برساتے ہین۔ عمرو بن لحی نے اُن سے کہا کہ اِن مین سے ایک مجھے بھی عنایت کیجیے۔ اُنھون نے ایک بت جو ہبل کے نام سے مشہور ہی۔ اُسے دیدیا۔ وہ اُسے لیکر مکے آیا۔ اور کعبے مین اُسے رکھدیا۔ اور لوگون سے یہ کہنے لگا کہ اسکی تعظیم کرو۔ اور یہ سابور ذی الاکتاف کی بادشاہت کی ابتدا کا واقعہ ہی۔ جاننا چاہیے کہ مشہور بت خانون مین سے ایک بت خانہ غمدان تھا جسے ضحاک نے شہر صنعا مین زہرہ کے نام سے بنایا تھا۔ اور عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ نے اُسے ویران اور نیست و نابود کیا۔ اور مشہور بت خانون مین سے ایک بتخانہ نوبہار بلخ تھا جسے چاند کے نام سے منوشہر بادشاہ نے بنایا تھا۔ اور عرب کے قبیلون کے بہت سے مشہور بت تھے۔ جیسے کلب کا۔ ود۔ دومۃ الجندل مین اور بنی ہذیل کا سواع۔ اور بنی مذحج کا یغوث۔ اور ہمدان کا یعوق۔ اور ذو الکلاع کا نسر۔ حمیر کی زمین مین۔ اور ثقیف کا لات

[1] یہ وہ لوگ [illegible] ہین۔

طائف مین - اور خزرج کا منات قیرب مین - اور کنانہ کا عزیٰ مکے کے گرد و نواح مین - اور اساف اور نائلہ صفا اور مروہ پر - اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا قصیٰ عرب کو بتون کی عبادت کرنے سے منع کرتے تھے - اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلاتے تھے - اور زید بن عمرو بن نفیل کا بھی یہی حال تھا - اور اسی کے یہ شعر ہین ؎ أَرَبًّا وَاحِدًا أَمْ أَلْفَ رَبٍّ ✤ أَدِينُ إِذَا تَقَسَّمَتِ الْأُمُورُ + (ایک خدا کی اطاعت کرون یا ہزار خدا کی + جب کام تقسیم ہو گئے) تَرَكْتُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ جَمِيعًا + كَذَٰلِكَ يَفْعَلُ الرَّجُلُ الْبَصِيرُ (تو مین نے لات اور عزیٰ سبھی کو چھوڑ دیا + دانشمند آدمی ایسا ہی کیا کرتا ہی)

نبوت کا اثبات

وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ (جو کتاب ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہی - اگر تمہین اُس مین کچھ شک ہے تو تم ویسی ایک سورۃ ہی بنا لاؤ - اور خدا کے سوا جو تمہارے مددگار ہین - اُن سب کو بلا لو - اگر تم سچے ہو - اگر تم ایک سورۃ بھی نہ بنا سکے - اور ہرگز نہ بنا سکو گے - تو تمہین اُس آگ سے ڈرنا چاہیے - جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہین - جو کافرون کے لیے تیار کی گئی ہی) اس آیت مین کئی مسئلے ہین (پہلا مسئلہ)

قرآن کے معجز ہونے کا بیان

جاننا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ صانع اور خالق کے ثبوت اور شریک کے باطل ہونے پر دلائل قائم کر چکا یعنی توحید کو دلائل سے ثابت کر چکا - تو اُس کے بعد نبوت کی دلیل بیان کی - اور توحید کے ثابت کرنے کے بعد نبوت کی دلیل کا بیان کرنا تعلیمیہ اور حشویہ فرقون کے قول کے فاسد ہونے کی دلیل ہی - تعلیمیہ فرقہ یہ کہتا ہی - کہ اللہ کی معرفت رسول کی معرفت سے حاصل ہوتی ہی - اور حشویہ یہ کہتا ہی - کہ اللہ کی معرفت قرآن اور حدیث کے بغیر حاصل نہین ہوتی - چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت قرآن کے معجز ہونے پر موقوف ہی - لہذا اللہ تعالیٰ نے قرآن کا معجز ہونا دلیل سے ثابت کیا - جاننا چاہیے کہ قرآن کے معجز ہونے کا بیان دو طریق سے ہو سکتا ہے (پہلا طریق) یہ ہے - کہ یہ قرآن تین حال سے خالی نہین ہی - یا فصحا کے تمام کلامون کی برابر ہے - یا فصحا کے تمام کلامون سے اسقدر زائد ہی - کہ وہ زیادتی عادت کے خلاف نہین ہی - یا اسقدر زائد ہے کہ وہ زیادتی عادت کے خلاف ہی - اور پہلی دونون قسمین باطل ہین - تو تیسری قسم ثابت ہو گئی - اور یہ جو ہم نے کہا ہی - کہ پہلی دونون قسمین باطل ہین - ہمارے اس قول کی یہ دلیل ہی - کہ اگر قرآن فصحا کے تمام کلامون کی برابر ہوتا - یا تمام کلامون سے اُسے ایسی زیادتی ہوتی - جو عادت کے خلاف نہین ہی تو ضرور بالضرور کفار عرب متفق ہو کر یا اکیلا اکیلے قرآن کی کسی صورت کی مثل کہتے - اور اُسے پیش کرتے - اگر مثل ہونے مین نزاع ہوتا - اور مماثلت کے قبول نہ کرنے کا خوف ہوتا - تو گواہ اس احتمال شبہ دور کر دیتے - اور یہ نہایت درجے کی حجت ہے - کیونکہ عرب لغت والی اور فصاحت کے قاعدون کے جاننے مین انتہا کو پہنچ گئے تھے - اور انھین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے باطل کرنے کی محبت اسقدر تھی - کہ وہ حد سے گذر گئی تھی - یہان تک کہ اُنھون نے نبوت کے باطل کرنے کے لیے جانین دین - اور مال تباہ کیے - اور قسم قسم کی مشقتون اور ہلاکتون مین پڑے - اور انھین حمیت اور جوش اس درجے کا تھا کہ جس کے سبب سے وہ حق کو بھی قبول نہین کرتے تھے - تو باطل کو کس طرح قبول کر لیتے - اور یہ سب باتین اس امر کی موجب اور باعث تھین - کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مین طعن کرتے - اور اس سے زیادہ قوی اور کوئی طعن نہ تھا - کہ وہ قرآن کی مثل کہتے - اور اُسے پیش کرتے - اور جب تمام عرب مین سے کسی نے قرآن کی کسی سورۃ کی مثل کہہ کر پیش نہ کیا - تو ہمین یہ بخوبی معلوم ہو گیا کہ وہ قرآن کی مثل کے کہنے سے عاجز تھے - لہذا یہ ثابت ہو گیا کہ قرآن عرب کے کلام کی مثل نہین ہی - اور قرآن اور عرب کے کلام مین ایسا تفاوت نہین ہے - جو عادت کے خلاف نہو - لہذا یہ بات ظاہر اور واضح ہو گئی - کہ قرآن اور عرب کے کلام مین ایسا تفاوت ہی - جو عادت کے خلاف ہی - اور جب قرآن اور کلام عرب مین ایسا تفاوت ہوا - تو قرآن کا معجز ہونا ثابت ہو گیا - اور اس دلیل کے بیان کرنے سے غرض یہی ہے - کہ قرآن معجز ہے - جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کے معجز ہونے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو دلیل سے ثابت کیا - تو یہ بات ظاہر ہو گئی کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے توحید کی معرفت مین تقلید پر کفایت نہین کی تھی - اسی طرح نبوت کی معرفت مین بھی تقلید پر کفایت نہ کی - جاننا چاہیے کہ قرآن مین بہت سے ایسے امر جمع ہو گئے ہین جو قرآن کی فصاحت کی کمی کے باعث ہین - اور با این ہمہ قرآن فصاحت مین اس درجے اور اس نہایت کو پہنچ گیا ہی - کہ اُس کے بعد فصاحت کیلیے کوئی درجہ اور کوئی نہایت نہین ہی - اور یہی قرآن کے معجز ہونے کی دلیل ہی - (پہلا امر) یہ ہے - کہ عرب کی فصاحت - اکثر محسوسات اور مشاہدات کے وصف مین ہے - جیسے اونٹ یا گھوڑے - یا کنیزک - یا بادشاہ - یا شمشیر زنی یا نیزہ بازی - یا جنگ - یا غارت گری کا وصف - اور قرآن مین اِن مین سے کوئی چیز نہین ہی - تو یہ بات واجب اور ضروری تھی - کہ عرب کے فصیح الفاظ جن کا وہ اپنے کلام مین استعمال کرتے ہین - قرآن مین نہ ملسکتے - (دوسرا امر) یہ ہی - کہ اللہ تعالیٰ نے سارے قرآن مین صدق کا التزام کیا ہے - اور کذب سے احتراز اور اجتناب - اور جس شاعر نے جھوٹ چھوڑ دیا - اور سچ بولنے کا التزام کیا - اُس کے اشعار فصاحت کے درجے سے گر گئے - اور اُن کی خوش اسلوبی اور عمدگی

جاتی رہی۔ کیا آپ کو یہ نہین معلوم ہی۔ کہ لبید بن ربیعہ۔ اور حسان بن ثابت۔ جب مسلمان ہوگئے۔ تو اُن کے اشعار فصاحت کے درجہ سے گر گئے۔ اور اُن کے اسلامی اشعار کی خوش اسلوبی اور عمدگی اُن کے ایام جاہلیت کے اشعار کی سی نہ رہی۔ اور اللہ تعالیٰ نے باوجودیکہ کذب اور لاف وگزاف سے اجتناب اور احتراز کیا ہے۔ پھر بھی قرآن ایسا فصیح ہے۔ کہ جس کی فصاحت کا شہرہ سمک سے سماک تک ہی (تیسرا امر) یہ ہے کہ قصیدے مین صرف ایک دو شعر فصیح ہوتے ہین۔ اور باقی اشعار فصیح نہین ہوتے۔ اور قرآن کا یہ حال نہین ہی۔ قرآن ساری کا سارا فصیح ہی۔ اور جس طرح خلق تمام قرآن کی مثل کے کہنے سے عاجز ہی۔ اسی طرح قرآن کی ہر ایک سورۃ کی مثل کے کہنے سے عاجز ہے (چوتھا امر) یہ ہی۔ جس شاعر نے کسی چیز کی فصیح اشعار کے ساتھ پھر دوبارہ مدح کی۔ تو اُس کی دوسری مدح فصاحت مین پہلی مدح کی مثل نہ ہوئی۔ اور قرآن مین بے انتہا تکرار ہے۔ اور بااین ہمہ قرآن کا ہر ایک بیان نہایت فصیح ہی۔ دوسرے اور پچھلے بیانون مین کچھ تفاوت نہین ہی۔ (پانچوان امر) یہ ہی۔ کہ قرآن مین صرف عبادتون کے واجب کرنے اور قبیح اور بُری چیزون کے حرام کرنے کا بیان اور اخلاق پسندیدہ کی ترغیب اور دنیا کے چھوڑنے۔ اور آخرت کے اختیار کرنے کی تحریض اور تشویق ہی۔ اور ایسی باتین فصاحت کی کمی کا باعث ہین (چھٹا امر) یہ ہی۔ کہ عرب یہ کہتے ہین کہ امراء القیس بزم کا بیان خوب کرتا ہی۔ اور عورتون اور گھوڑون کی صفت مین اُس کے اشعار نہایت برجستہ اور دلفریب ہوتے ہین۔ اور نابغہ کا رزم کا بیان بے نظیر و بے عدیل ہی۔ اور اعشیٰ کے اشعار طلب و سوال کے وقت تیر بہدف۔ اور شراب کی مدح مین دلکش اور عقل ربا ہین۔ اور زہیر کے اشعار رغبت اور اُمید کے وقت بے مثل ہین۔ حاصل یہ ہی کہ ہر ایک شاعر کا کلام ایک فن مین اچھا ہوتا ہے۔ اور اُس فن کے سوا باقی اور فنون مین اچھا نہین ہوتا۔ اور قرآن سب فنون مین نہایت اعلیٰ درجہ کا فصیح ہی۔ کیا آپ کو یہ نہین معلوم ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ترغیب (رغبت دلانے) کے باب مین یہ دو آیتین ارشاد فرمائی ہین فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ (جو چیزین اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے چھپا رکھی ہین۔ کہ جن کے دیکھنے سے اُن کی آنکھین ٹھنڈی ہونگی۔ کوئی نفس انھین نہین جانتا) وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ (اور جنت مین وہ چیزین ہین جن کی نفس خواہش کرین گے اور جن کے دیکھنے سے آنکھون کو لذت حاصل ہوگی۔) اور ترہیب (ڈرانے) کے باب مین یہ دو آیتین۔ أَفَأَمِنتُمْ أَن يَخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ تا آخر آیات (کیا تم اس سے نڈر ہوگئے ہو کہ وہ تمھین جنگل کی کسی جانب مین دھسا دے) ءَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ أَمْ أَمِنتُمْ الخ (جو آسمان مین ہی کیا تم اُس سے نڈر ہوگئے ہو۔ کہ وہ تمھین زمین مین دھسا دے۔ اور تمھاری دھسانے ہی زمین گردش کرنے لگے) وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ (اور ہر ایک عناد کرنے والا متکبر نا اُمید ہوا) تا قولِ حضرت باری وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِن كُلِّ مَكَانٍ اور زجر و توبیخ کے باب مین یہ آیت جس تک بشر کا وہم بھی نہین پہنچ سکتا۔ فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنبِهِ (ہم نے ہر ایک کو اُس کے گناہ کے سبب سے پکڑ لیا) تا قول حضرت باری وَمِنْهُم مَّنْ أَغْرَقْنَا (ہم نے اُن مین سے بعض کو غرق کر دیا) اور وعظ و پند مین یہ آیت جس سے زیادہ فصیح ہونا ممکن نہین۔ أَفَرَأَيْتَ إِن مَّتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ (آپ ہمین یہ بتا دیجیے۔ اگر ہم انھین چند سال متمتع کر دین) اور الٰہیات مین یہ آیت يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنثَىٰ وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ (جو ہر ایک مادے کے پیٹ مین ہی۔ اور جسے پیٹ گھٹاتے اور بڑھاتے ہین۔ اُسے اللہ جانتا ہی (ساتوان امر) یہ ہے۔ کہ قرآن سب علمون کی اصل اور جڑ ہے۔ پورا علم کلام قرآن مین ہی۔ اور پورا علم فقہ قرآن سے ماخوذ ہے۔ اور اسی طرح علم اصول فقہ۔ اور علم نحو۔ اور علم لغت۔ اور علم زہد۔ اور علم اخبار آخرت۔ اور علم مکارم اخلاق۔ یہ سب علم قرآن سے ماخوذ ہین۔ ہماری کتاب جو دلائل اعجاز مین ہے۔ جو شخص اُسے غور اور تامل سے دیکھیگا اُسے یہ معلوم ہو جائیگا۔ کہ قرآن فصاحت کے سب طریقون مین نہایت کو پہنچ گیا ہے (دوسرا طریق) یہ ہے۔ کہ قرآن دو حال سے خالی نہین ہی فصاحت مین یا اعجاز کی حد کو پہنچگیا ہے۔ یا نہین پہنچا ہے۔ اگر اعجاز کی حد کو پہنچگیا ہے۔ تو قرآن کا معجز ہونا ثابت ہو گیا۔ اگر اعجاز کی حد کو نہین پہنچا ہی۔ تو قرآن کی مثل کہکر پیش کرنا ممکن ہے۔ باوجودیکہ قرآن کی مثل کہکر پیش کرنا ممکن تھا۔ اور قرآن کی مثل کہکر پیش کرنیکے اتنے اسباب اسقدر موجبات کا اجتماع تھا کہ جن کی استقصا بیان قاصر ہے۔ اور پھر بھی کفار عرب نے قرآن کی مثل کہکر پیش نہ کیا۔ تو اس صورت مین قرآن کی مثل کہکر پیش نہ کرنا عادت کے خلاف ہی۔ تو اس صورت مین قرآن معجز ہے۔ لہذا یہ ثابت ہو گیا۔ کہ قرآن ہر صورت مین معجز ہے۔ اور ہمارے نزدیک یہ طریق حق کے زیادہ قریب ہے۔ (دوسرا مسئلہ) اللہ تعالیٰ نے تنزیل سے نَزَّلْنَا ارشاد فرمایا اور انزال سے أَنزَلْنَا ارشاد نہ فرمایا۔ اِس کا سبب صرف یہی ہے۔ کہ یہان تدریج اُتارنا مُراد ہے۔ اور لفظ تنزیل تدریج پر دلالت کرتا ہے۔ اور انزال تدریج پر دلالت نہین کرتا۔ اور یہان اس لفظ تنزیل کا ذکر کرنا لائق اور مُناسب ہی۔ کیونکہ کفار عرب یہ کہتے تھے۔ اگر یہ قرآن اللہ کے پاس سے اُترتا۔ اور لوگون کی تالیف نہ ہوتا تو واقعات

اور حادثات کے حادث ہونیکے وقت اس طرح متفرق اُس کی ایک سورت دوسری سورت کے بعد نازل نہ ہوتی۔ اور جس طرح شاعرون اور ناثرون کے اشعار اور نثر مختلف حاجتونکے
ظاہر ہونیکے وقت وقتاً فوقتاً متفرق پائے جاتے ہین۔ اس طرح نہ اُترتا نہ شاعر کے اشعار کا دیوان دفعتہً ظاہر ہوتا ہے۔ اور نہ ناثر کے رسالون او خطبون کی کتاب یکایک آشکارا
ہوتی ہے۔ اگر اس قرآن کو اللہ تعالیٰ نے اُتارا ہوتا تو شاعرون اور ناثرون کی عادت کے خلاف وہ اسے پورا کا پورا دفعتہً اتارتا۔ وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً
وَّاحِدَةً (کافرون نے کہا کہ محمد پر پورا قرآن ایک ہی دفعہ کیون نہین اُتارا گیا) اللہ تعالیٰ نے یہان وہ دلیل بیان کی ہے جس سے قرآن کا معجز ہونا بھی ثابت ہوگیا۔ اور یہ شبہ
بھی دور ہوگیا۔ اور اُس دلیل کی یہ تقریر ہے۔ یہ قرآن جو تدریج نازل ہوا ہے۔ بالبشر اس کی مثل کہہ سکتا ہے۔ یا نہین۔ اگر کہہ سکتا ہے۔ تو کفار عرب کو کوئی ایسی کتاب تدریج تالیف
کرنی چاہیے تھی۔ جو قرآن کی مثل ہوتی۔ یا قرآن کے قریب قریب۔ اگر نہین کہہ سکتا ہے تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ قرآن باوجود تدریج نازل ہونیکے معجز ہے۔ اور بعض قاریون
نے عَلٰی عَبْدِنَا کی جگہ عَلٰی عِبَادِنَا پڑھا ہے۔ اور عِبَادِنَا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور رسول اللہ صلی اللہ کی امت مُراد ہے۔ (تیسرا مسئلہ) سورۃ قرآن کے محدود ٹکڑے
کو کہتے ہین۔ سورۃ کا واو اگر اصلی ہے۔ تو قرآن کے محدود ٹکڑے کو جو سورۃ کہتے ہین۔ وہ سورۃ۔ یا سُوْرُ الْمَدِیْنَةِ سے ماخوذ ہے۔ اور سور المدینہ شہر کی فصیل کو کہتے ہین۔ کیونکہ قرآن کا
محدود ٹکڑا فصیل والے شہر کی طرح محدود ہے۔ یا جس طرح شہر کی فصیل اُن چیزون پر حاوی ہے۔ جو شہر مین ہین۔ اسی طرح قرآن کا محدود ٹکڑا علم کے فنون اور اقسام پر حاوی ہے۔ یا قرآن کے
محدود ٹکڑے کو جو سورۃ کہتے ہین۔ اُس سورۃ کے معنے رتبے کے ہین۔ کیونکہ محدود ٹکڑے درجون اور مرتبون کے قائم مقام ہین۔ جن مین قاری ترقی کرتا ہے۔ اگر سورۃ کی واو کو
ہمزہ سے بدلا ہوا کہا جائے یعنی اصل مین سؤرۃ ہمزہ کے ساتھ تھا۔ پھر ہمزہ کو ضمہ کے سبب واو سے بدل لیا تو سورۃ ہوگیا۔ اور سؤرۃ چیز کے بقیہ اور بچے کچھے کو کہتے ہین۔
اس صورت مین قرآن کے محدود ٹکڑے کو سورۃ اس سبب کہتے ہین کہ وہ چیز کے بقیہ کی مثل قرآن کا ٹکڑا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ قرآن کو مختلف سورتون مین تقسیم کرنے سے

سورتون کی طرف قرآن کی تقسیم کرنے کے فائدے

کیا فائدہ ہے۔ تو ہم یہ کہین گے۔ کہ کئی فائدے ہین (پہلا فائدہ) تو وہی ہے۔ جس کے سبب سے مصنف اپنی کتابون کو بابون اور فصلون مین تقسیم کرتے ہین۔ (دوسرا فائدہ) یہ ہے۔
کہ جب ایک جنس کی کئی نوعین ہون۔ تو اُن مین سے ہر ایک نوع کو الگ الگ بیان کرنا بہتر ہے (تیسرا فائدہ) یہ ہے جب پڑھنے والا قرآن کی ایک سورۃ یا کتاب کا ایک باب ختم کرلے اور پھر
دوسری سورۃ یا دوسرا باب شروع کرے۔ تو اُسے اُس مین بہت انبساط اور سرور ہوتا ہے۔ اگر وہ سارے قرآن اور ساری کتاب کو برابر ایک ساتھ پڑھتا۔ تو اُسے ایسا سرور اور انبساط نہوتا۔ پڑھنے والے کی
مثال اس مسافر کی سی ہے۔ مسافر کو جب یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مین نے ایک میل یا ایک فرسنگ طے کرلیا تو اُسکے دل کو نہایت سرور اور انبساط ہو جاتا ہے۔ اور یہ نشاط خاطر چلتا ہے (چوتھا فائدہ) یہ ہے۔ کہ جب حافظ ایک سورۃ
یاد کرلیتا ہے۔ تو اُسے یہ اعتقاد ہو جاتا ہے۔ کہ مین نے اللہ کی کتاب کا ایک پورا حصہ یاد کرلیا۔ اور وہ اپنے دل مین یہ خیال کرتا ہے۔ اور اس سے خوش ہوتا ہے۔ اور اسی سبب سے نماز مین پوری
سورۃ کا پڑھنا افضل ہے۔ (چوتھا مسئلہ) اللہ تعالیٰ کا قول فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو اسی طرح سورتون پر منقسم نازل کیا ہے۔ اور یہ
بات اہل حدیث کے خلاف ہے۔ وہ یہ کہتے ہین کہ قرآن کی یہ ترتیب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے مین ہوئی ہے۔ چونکہ قرآن اسی طرح منقسم بسور نازل ہوا ہے۔ اسی
سبب سے کبھی اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ تم اس قرآن کی ایک سورۃ ہی کی مثل بنا لاؤ۔ اور کبھی یہ ارشاد فرمایا تم اس پورے قرآن کی مثل بنا لاؤ۔ (پانچوان مسئلہ) جاننا چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کئی طریق
قرآن کے ساتھ تحدی کی ہے۔ (پہلا طریق) اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ فَاْتُوْا بِکِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰی (تم اللہ کے پاس سے کوئی اور کتاب لے آؤ جس مین زیادہ ہدایت ہو) (دوسرا طریق) اللہ تعالیٰ کا یہ
قول ہے قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا (اے محمد تو اُن سے یہ کہدے۔ اگر سارے آدمی و جن اس
قرآن کی مثل کے بنانے کے لیے جمع ہو جائیں۔ تو بھی وہ اس کی مثل نہ بنا سکین گے۔ اگرچہ وہ سب باہم ایک دوسرے کے مددگار ہون (تیسرا طریق) اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ فَاْتُوْا
بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ (تم بھی ایسی دس گھڑی ہوئی سورتین بنا لاؤ) (چوتھا طریق) اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (تم اس قرآن کی مثل ایک ہی سورۃ بنا لاؤ
اور اسکی مثال اُس شخص کی سی ہے۔ جو اپنی تصنیف کے ساتھ اپنے ہم نشین سے تحدی کرتا ہے اور یہ کہتا ہے۔ آپ بھی اس کی مثل تصنیف کیجیے۔ اگر آپ اس پوری کتاب کی مثل تصنیف نہین
کرسکتے تو اس کے آدھے ہی کی مثل تصنیف کیجیے۔ اگر آدھے کی مثل بھی تصنیف نہین کرسکتے ہین۔ تو چوتھائی ہی کی مثل تصنیف کیجیے۔ اگر چوتھائی کی مثل بھی تصنیف نہین کرسکتے ہین
تو ایسا ایک مسئلہ ہی لکھیے۔ اس طریق سے تحدی کرنا عذر کا بالکل دور کر دینا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا قول فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔ سورۃ کوثر اور

سورۂ عصر اور سورۂ قُلۡ یٰۤاَیُّہَا الۡکٰفِرُوۡنَ کو بھی شامل ہو۔ اور یہ بات ظاہر اور بدیہی ہو۔ کہ ان سورتون کی مثل یا جو ان کے قریب قریب ہو انسان اُسے بنا سکتا ہو۔ اگر تم یہ کہو۔ کہ ان سورتون کی مثل انسان نہین بنا سکتا۔ اور ان سورتون کی مثل کا بنانا انسان کی قدرت سے خارج ہے۔ تو یہ صریح مکابرہ اور نا انصافی ہو۔ اور اس قسم کے مکابرون اور نا انصافیون کا اختیار کرنا دین کو متہم کرنا ہو۔ تو ہم اس اعتراض کا یہ جواب دین گے کہ ہم نے اسی سبب سے دوسرا طریق اختیار کیا ہو۔ اور یہ کہا ہے۔ یہ سورۃ فصاحت مین اگر اعجاز کے درجے کو پہنچ گئی ہو۔ تو ہمارا مدعا حاصل ہو گیا۔ اور اس سورۃ کا معجز ہونا ثابت ہو گیا۔ اور اگر اعجاز کے درجے کو نہین پہنچی ہو۔ تو باوجودیکہ کفار عرب اس کی مثل کہہ سکتے تھے اور سبب سے اسباب انھین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے باطل کرنے کی طرف داعی تھے۔ اور پھر بھی اُنھون نے اس سورۃ کی مثل کہ پیش نہ کیا۔ تو اس تقدیر پر بھی یہ سورۃ معجز ہو گئی۔ اور دونون صورتون مین اس سورۃ کا معجز ہونا ثابت ہو گیا (چھٹا مسئلہ) من مثلہ کی ضمیر کس کی طرف پھرتی ہو۔ اس مین دو توجیہین ہین (پہلی توجیہ) یہ ہو۔ کہ یہ ضمیر مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا مین جو مَا ہے۔ اُس مَا کی طرف پھرتی ہو یعنی جو کتاب فصاحت اور ترتیب کی خوبی مین اِس قرآن کی مثل ہو اُس مین سے تم ایک سورۃ ہی بنا لاؤ (دوسری توجیہ) یہ ہے۔ کہ یہ ضمیر عَبۡدِنَا کی طرف پھرتی ہو یعنی جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل اُمی اور ان پڑھ ہے۔ نہ اُس نے کتابین پڑھی ہین نہ عالمون سے کچھ سیکھا ہو۔ تم اُس سے ایک سورۃ بنوا لاؤ۔ پہلی توجیہ عمرؓ اور ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ اور حسنؓ اور اکثر محققون سے منقول ہو۔ اور اُس کے بہتر ہونے کی کئی دلیلین ہین (پہلی دلیل) یہ ہو۔ کہ یہ توجیہ باقی اُن سب آیتون کے مطابق ہو۔ جو تحدی کے باب مین آئی ہین۔ خصوصاً سورۂ یونس کی اس آیت کے فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَۃٍ مِّثۡلِہٖ۔ تم قرآن کی مثل ایک سورۃ ہی بنا لاؤ (دوسری دلیل) یہ ہے۔ کہ یہان اُس کتاب مین بحث ہو۔ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا (جو کتاب ہم نے نازل کی ہو۔ اگر تمہین اُس مین کسی طرح کا شک ہو) تو یہ ضمیر اُسی کتاب کی طرف پھرنی چاہیے جس مین بحث ہو۔ کیا آپ کو یہ نہین معلوم ہے۔ کہ اس آیت کے یہ معنی ہین۔ اگر تمہین اس بات مین شک ہو کہ یہ قرآن اللہ کے پاس سے نازل ہوا ہو۔ تو تم اس قرآن کی مثل کچھ بنا لاؤ۔ اگر یہ ضمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرتی۔ تو با قتضائے ترتیب یون کہنا چاہیے تھا۔ اگر تمہین اس بات مین شک ہے۔ کہ محمد پر کتاب نازل ہوئی ہے۔ تو تم محمد صلعم جیسے سے قرآن بنوا لاؤ۔ (تیسری دلیل) یہ ہو۔ اگر ضمیر قرآن کی طرف پھرے گی۔ تو اس آیت کے یہ معنی ہون گے۔ کہ کفار عرب اس قرآن کی مثل کے بنانے سے عاجز ہین۔ خواہ وہ مجتمع ہون۔ خواہ اکیلے اکیلے۔ خواہ اُمی اور ان پڑھ ہون۔ خواہ عالم اور پڑھے ہوئے۔ اگر ضمیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرے گی تو آیت کے یہ معنی ہونگے کہ اُمی اور اَن پڑھ اکیلا اس قرآن کی مثل نہین بنا سکتا۔ کیونکہ ایک اُمی اور ان پڑھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ہو۔ اگر وہ اکٹھے اور پڑھے ہوئے ہون۔ تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہ ہونگے۔ کیونکہ جماعت ایک کی۔ اور پڑھا ہوا۔ اُمی اور ان پڑھ کی مثل نہین ہے۔ اور اس مین کسی طرح کا شک نہین ہو۔ کہ پہلی صورت مین اعجاز زیادہ قوی ہو۔ (چوتھی دلیل) یہ ہے۔ اگر ضمیر قرآن کی طرف پھرے گی۔ تو قرآن اِس سبب سے معجز ہوگا۔ کہ اُس کی فصاحت کامل ہو۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرے گی۔ تو قرآن اس سبب سے معجز ہوگا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمی اور ان پڑھ تھے۔ اس صورت مین بھی اگرچہ قرآن کا معجز ہونا ثابت ہو گیا۔ لیکن اس صورت مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین ایک قسم کے نقصان کے ثابت کرنے کے بغیر قرآن کا معجز ہونا ثابت نہین ہوتا۔ لہٰذا پہلی توجیہ بہتر ہے (پانچوین دلیل) یہ ہے۔ اگر ضمیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرے۔ تو اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اُمی اور ان پڑھ نہین ہو۔ وہ قرآن کی مثل بنا سکتا ہو۔ اگر ضمیر قرآن کی طرف پھرے تو اُس وقت اس آیت کے یہ معنی ہین۔ کہ ان پڑھ اور پڑھا ہوا کوئی قرآن کی مثل نہین بنا سکتا۔ لہٰذا یہی توجیہ بہتر ہے (ساتوان مسئلہ) شہدا کے لفظ مین دو توجیہین ہین۔ (پہلی توجیہ) یہ ہو۔ کہ شہدا سے وہ لوگ مراد ہین۔ مشرکون نے جن کے معبود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور وہ بت ہین۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اُن سے یہ ارشاد فرمایا۔ اگر تمہارا یہ قول صحیح اور درست ہو۔ کہ ان بتون کی عبادت کرنی چاہیے۔ کیونکہ یہ نفع اور ضرر پہنچاتے ہین۔ تو تمہین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی منازعت اور مخاصمت سے نجات اور رہائی پانیکی سخت ضرورت اور شدید حاجت ہو۔ تمہین ان بتون سے جلد مدد مانگنی چاہیے۔ کہ وہ تمہین اس منازعت اور مخاصمت سے نجات اور رہائی دین اگر ان بتون نے تمہاری مدد نہ کی۔ اور تمہین رہائی اور نجات نہ دی۔ تو تمہین یہ بات جان لینی چاہیے۔ کہ تمہارا یہ دعویٰ بالکل لغو اور باطل ہو۔ کہ یہ بت معبود ہین۔ اور نفع اور ضرر پہنچاتے ہین۔ اور اس کلام مین دو دلیلین ہین (پہلی دلیل) سے اُن کا یہ دعویٰ باطل ہوتا ہو۔ کہ یہ بت معبود ہین (دوسری دلیل) سے اُن کا یہ انکار باطل ہوتا ہو۔ کہ یہ قرآن معجز نہین ہے۔ بلکہ محمد نے خود ہی بنا لیا ہے۔ اور یہ کہدیا ہے۔ کہ اللہ نے نازل کیا ہو۔ (دوسری توجیہ) یہ ہو۔ کہ شہدا کے

لفظ سوا اُن کے بزرگ مُراد ہین - یا جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنے مین اُن کے موافق ہین - اور آیت کے معنی یہ ہین - تم اپنے بزرگون اور سردارون کو بلالو - تا کہ قرآن کی مثل کے بنانے مین وہ تمہاری مدد کرین - اور اگر تم قرآن کی مثل بنا سکو تو وہ تمہارے موافق یہ حکم کرین - کہ یہ قرآن کی مثل بنا سکتے ہین - اور اگر نہ بنا سکو - تو تمہارے مخالف یہ حکم کرین - کہ یہ قرآن کی مثل نہین بنا سکتے - اگر کوئی شخص یہ کہے کہ کیا شہداء کے لفظ سے یہ دونون معنے مراد ہو سکتے ہین - اگر نہین ہو سکتے - تو ان دونون معنون مین سے کون سے معنے بہتر ہین - تو ہم ان دونون سوالون مین سے پہلے سوال کا یہ جواب دینگے - ہان یہ دونون معنی مراد ہو سکتے ہین - کیونکہ شہداء شہید کی جمع ہے - اور شہید کے معنی حاضر یا گواہ کے ہین - تو بطریق مجاز لفظ شہید سے معین اور مددگار مراد لے سکتے ہین - اور اُن کے بت اور اُن کے بزرگ اس بات مین سب شریک ہین - کہ انھین اُن کی نسبت یہ اعتقاد تھا - کہ وہ ہمارے مددگار اور انصار ہین - اور جب شہداء کے لفظ سے یہ معنی مراد ہوئے - جو دونون کو شامل ہین - تو اس لفظ مین دونون داخل ہو گئے - اور دوسرے سوال کا یہ جواب دین گے - کہ شہداء کے لفظ سے بزرگون اور سردارون کا مراد لینا بہتر ہے - کیونکہ شہداء انھی کو کہہ سکتے ہین جو مشاہدہ کر سکین اور شہادت دے سکین - اور یہ دونون باتین بزرگون اور سردارون ہی مین ہو سکتی ہین بتون مین نہین ہو سکتین اگر لفظ شُهَدَاء سے بت مراد لین تو یا یہ کہنا پڑیگا کہ بتون پر شُهَدَاء کے لفظ کا اطلاق مجازاً کیا ہے یا یہ کہنا پڑیگا کہ اس آیت کی اصل وَادْعُوا الَّذِيْنَ تَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ شُهَدَاءُكُمْ (یعنی جن کو تم اپنا گواہ کہتے ہو انھین بلالو) ہے اور مجاز اور حذف دونون اصل کے خلاف ہین جب شہداء کے لفظ سے اُن کے بزرگ اور سردار مراد ہوئے - تو یہ کلام صحیح اور درست ہو گیا - کیونکہ یہ کلام گویا اس قول کے قائم مقام ہے - وَادْعُوا مَنْ يَّشْهَدُ بَيْنَكُمْ لِبَعْضِكُمْ لِاتِّفَاقِكُمْ عَلٰى هٰذَا الْاِنْكَارِ - اُن لوگون کو بلاؤ - جو تمہاری شہادت دیتے ہین - اور جن کی تم شہادت دیتے ہو - کیونکہ اس انکار پر تمہارا سب کا اتفاق ہے - اور ایک مذہب پر جن لوگون کا اتفاق ہوتا ہے موافق ہونیکے سبب سے اُن مین سے بعض بعض کی شہادت دیا کرتے ہین تو شُهَدَاءَكُمْ مین جو اضافت ہے وہ اضافت بھی صحیح ہو گئی - اور نیز عرب مین بزرگ لوگ تھے - جب فصاحت مین دو شخصون کا جھگڑا ہوتا تھا تو وہ اس بات کی شہادت دیا کرتے تھے - کہ ان دونون مین سے فلان شخص فصاحت مین اعلیٰ ہے - اور فلان ادنیٰ - اور جب یہ بات ثابت ہو گئی - تو یہ امر ظاہر ہو گیا کہ اس کلام کے مجازی معنی مراد لینے سے حقیقی معنی کا مراد لینا بہتر ہے - (آٹھوان مسئلہ) جو جگہ اور مکان کسی چیز سے قریب ہو اُسے دُوْن کہتے ہین اور اَلشَّيْءُ الدُّوْنُ (یعنی حقیر چیز) بھی اسی سے ماخوذ ہے اور دَوَّنَ الْكُتُبَ (یعنی کتابین جمع کین) بھی اسی سے ماخوذ ہے - کیونکہ چیز سے چیز کے نزدیک کر دینے ہی کو جمع کرنا اور اکٹھا کرنا کہتے ہین - اور هٰذَا دُوْنَ ذَاكَ (یعنی یہ اُس سے ادنیٰ ہے) بولتے ہین - اور یہ غرض ہوتی ہے - کہ اس کا مرتبہ اُس سے کچھ کم ہے - اور دُوْنَكَ هٰذَا (اس کو پکڑ لے) کی اصل خُذْ هٰذَا مِنْ دُوْنِكَ (اس کو اپنے پاس سے پکڑ لے) ہے یعنی مِنْ اَدْنٰى مَكَانٍ مِنْكَ یعنی جو مکان تجھ سے زیادہ نزدیک ہے - اُس مین سے تو اسے پکڑ لے - پھر حذف کر کے اسے مختصر کر لیا - لفظ دُوْن کے اصلی معنی یہ ہین - جو ہم نے بیان کیے - پھر اس لفظ کو احوال کے تفاوت کیلیے استعارہ کر لیا - اور یہ کہنے لگے - زَيْدٌ دُوْنَ عَمْرٍو فِي الشَّرَفِ وَالْعِلْمِ (یعنی شرافت اور علم مین زید عمرو سے کم ہے) پھر اس کا استعمال عام کر لیا - اور ہر ایک اُس شخص مین استعمال کرنے لگے - جو ایک حد سے دوسری حد کی طرف تجاوز کرے - اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ (یعنی مومنون کو مومنون کے سوا کافرون سے دوستی کرنی نہین چاہیے) یعنی مومنون کو مومنون کی دوستی سے کافرون کی دوستی کی طرف تجاوز کرنا نہین چاہیے - اگر کوئی شخص یہ کہے - مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کا متعلق کیا ہے یعنی مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کس کے متعلق ہے - تو ہم اس کے جواب مین یہ کہین گے - اس کی دو توجیہین ہین (پہلی توجیہ) یہ ہے - کہ یہ شُهَدَاءَكُمْ کے متعلق ہے - اس توجیہ مین دو احتمال ہین (پہلا احتمال) آیت کے معنی یہ ہین - جن کو تم نے اللہ کے سوا معبود بنایا ہے - اور جن کی نسبت تمہارا یہ گمان ہے کہ وہ قیامت کے دن تمہارے لیے یہ گواہی دین گے - کہ تم حق پر ہو - تم اُن کو بلاؤ - اور اللہ تعالیٰ نے جو عرب کے مشرکون کو یہ امر کیا ہے - کہ وہ اُس قرآن کی مثل کے بنانے مین جس نے اپنی فصاحت کے سبب سے اپنی مثل کی بناوٹ سے تمام عالم کو عاجز کر دیا ہے - پتھر سے مدد لین جس مین نطق اور گویائی نہین ہے - تو اللہ تعالیٰ کے اس امر مین عرب کے مشرکون کے ساتھ نہایت درجہ کی ہنسی اور استہزا ہے (دوسرا احتمال) اُدْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کی اصل یہ ہے - اُدْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُوْنِ اَوْلِيَاءِ اللّٰهِ وَمِنْ غَيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَشْهَدُوْا لَكُمْ اَنَّكُمْ اَتَيْتُمْ بِمِثْلِهٖ یعنی اس آیت مین مضاف محذوف ہے - یعنی اللہ کے دوستون یعنی مومنون کے سوا تم اپنے اور گواہ بلاؤ - تا کہ وہ تمہارے لیے یہ شہادت دین کہ تم نے اس قرآن کی مثل بنا لیا - اِس مین یہ اشارہ ہے کہ اُن کے گواہون کی (جو میدان فصاحت کے شہسوار ہین) سلیم طبیعتین جھوٹی گواہی کو ہرگز پسند نہ کرین گی - اور وہ یہ جھوٹی شہادت ہرگز نہ دین گے کہ انھون نے اس قرآن کی مثل بنا لیا (دوسری توجیہ) یہ ہے - کہ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اُدْعُوا کا متعلق ہے - اور اس آیت کی اصل یہ ہے اُدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُهَدَاءَكُمْ (اللہ کے سوا اپنے اور گواہ بلالو یعنی

یہ آیت چار طریق سے قرآن کے معجز ہونے پر دلالت کرتی ہے

تم اللہ کو اپنا گواہ نہ بناؤ- اور جو شخص اپنا دعوی شہادت سے ثابت نہین کر سکتا ہو- اس کیطرح یہ نہ کہو- کہ ہمارا دعوی سچا ہی- ہماری دعوی کے سچے ہونے کو اللہ ہی جانتا ہی- ہماری دعوی کے سچے ہونیکا اللہ ہی گواہ ہی- بلکہ تم آدمیون مین سے اپنے گواہ لاؤ- جنکی شہادت ظاہر ہی- اور جن کی شہادت سے حکام کے نزدیک دعوی ثابت ہوتے ہین- اور یہ اس امر کا بیان ہی کہ کفار عرب شہادت کے ساتھ اپنے دعوی کے ثابت کرنے سے عاجز ہوگئے ہین- اور اُنھین کچھ بن نہین آتا- اور اس امر کے کہنے کے سوا اُن کے پاس اور کوئی دلیل نہین ہے- کہ ہمارا دعوی سچا ہی اور ہمارے دعوے کے سچے ہونے کا اللہ ہی گواہ ہی- (نوان مسئلہ) قاضی نے کہا ہے- اللہ تعالی نے جو اس قرآن کے ساتھ تحدی کی ہی یعنی کفار عرب سے یہ ارشاد فرمایا ہی- اگر تمہین اس قرآن مین کچھ شک ہو- تو تم اس قرآن کی ایک سورۃ ہی کی مثل بنا لاؤ- تو اللہ کے اس تحدی کرنے سے جبریون کا مذہب (یعنی بندہ مجبور ہی) انہی طریق سے باطل ہوتا ہی (پہلا طریق) یہ ہے کہ اللہ تعالی کا تحدی کرنا- اور یہ ارشاد فرمانا- کہ اگر تمہین اس قرآن مین کچھ شک ہی- تو تم اس قرآن کی ایک سورۃ ہی کی مثل بنا لاؤ- اس بات پر موقوف ہی- کہ جو لوگ افعال پر قادر ہین- اور جن سے افعال صادر ہو سکتے ہین- وہ اس قرآن کی ایک سورۃ کی مثل بھی نہین بنا سکتے- تو جس فرقے کا یہ اعتقاد ہی- کہ بندہ مجبور ہی- وہ کوئی فعل نہین کر سکتا- اُس کے نزدیک تحدی نہین ہو سکتی- اور قرآن کے اعجاز کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر استدلال نہین ہو سکتا- اور اس آیت سے تحدی ثابت ہی- تو جبریون کا یہ قول باطل ہی- کہ بندہ مجبور ہے- کچھ نہین کر سکتا ہے (دوسرا طریق) یہ ہی- کہ جبریون کے مذہب کے مطابق قرآن کی مثل کے نہ بنا سکنے کا سبب یہ ہی- کہ بندہ مجبور ہے- اُس مین قدرت موجبہ نہین ہی- اور اس مین معجز (جسمین اعجاز ہی) اور غیر معجز (جسمین اعجاز نہین ہی) دونون برابر ہین- تو جبریون کے مذہب کے مطابق تحدی نہین ہو سکتی- اور اس آیت سے تحدی ثابت ہی- تو جبریون کا مذہب باطل ہی (تیسرا طریق) یہ ہی- کہ جو فعل بندے کی طرف منسوب ہی- اُس کا خالق اللہ تعالی ہی- تو اللہ تعالی کا کفار عرب سے تحدی کرنا- اور یہ ارشاد فرمانا کہ اگر تمہین اس قرآن مین کچھ شک ہے- تو تم اس قرآن کی ایک سورۃ ہی کی مثل بنا لاؤ- فی الحقیقت اپنی ہی ذات سے تحدی کرنا ہے- اور یہ ارشاد فرمانا ہی- کہ اگر کفار عرب کو اس قرآن مین کچھ شک ہے- تو اللہ تعالی اس قرآن کی ایک سورۃ ہی کی مثل بنا لائے- اور اس مین کسی طرح کا شک نہین- کہ اللہ تعالی اس قرآن کی سورۃ کی مثل بنا سکتا ہے- تو جبریون کے مذہب کے مطابق قرآن کا اعجاز ثابت نہین ہو سکتا- اور قرآن کا اعجاز ثابت ہے- تو جبریون کا مذہب باطل ہے- (چوتھا طریق) یہ ہے- کہ قرآن کا اعجاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر صرف اس سبب سے دلالت کرتا ہی- کہ اُس مین عادت کی مخالفت ہی- اور جب جبریون کے مذہب کے مطابق جو فعل عادت کے موافق ہی- وہ بھی بندی کا فعل نہین ہے- تو معتاد (جو عادت کے موافق ہی) اور غیر معتاد (جو عادت کیموافق نہین ہے) دونون مین کچھ فرق نہین رہا- اور قرآن کے اعجاز کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کے کلام ربانی ہونے پر استدلال کرنا صحیح اور درست نہ ہوا (پانچوان طریق) یہ ہے- کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یون استدلال فرمایا ہے- کہ اللہ تعالے نے میری دعوی کی تصدیق کے لیے خاص میرے اوپر یہ قرآن نازل فرمایا- اگر یہ قرآن اللہ کی جانب سے نہ ہوتا- تو یہ قرآن معجز نہ ہوتا- اور سارا عالم اس قرآن کی مثل کے بنانے سے عاجز نہ ہوتا- اور جبریون کے مذہب کے مطابق یہ فرق صحیح نہین ہی- کیونکہ جب بندہ مجبور ہی- تو معتاد (جو عادت کے موافق ہی) اور غیر معتاد (جو عادت کیموافق نہین ہی) دونون اللہ ہی کی جانب سے ہین- اور قاضی کے اس قول کا یہ جواب ہی- کہ تحدی سے یا یہ غرض ہی- کہ کفار عرب اس قرآن کی مثل قصداً بنائین- یا یہ غرض ہی- کہ قرآن کی مثل اُن سے اتفاقاً بن جائے- دوسری صورت باطل ہے- کیونکہ قرآن کی مثل اتفاقاً بن جانا اُن کے اختیار مین نہین ہی- تو پہلی صورت ثابت ہوگئی- اور جب پہلی صورت ثابت ہوگئی تو قرآن کی مثل کا بنانا قصد پر موقوف ہوا یہ قصد اگر بندے کی جانب سے ہے- تو اس قصد کا قصد اور علی ہذا القیاس غیر متناہی قصد بندی کیجانب سے ہونگے- اور تسلسل لازم آئیگا- اور تسلسل محال ہی- تو اس قصد کا بندی کیجانب سے ہونا محال اور نا ممکن ہوا- اگر یہ قصد اللہ کی جانب سے ہی- تو بندی کا مجبور اور عاجز ہونا ثابت ہوگیا- اور جو اعتراضات قاضی نے ہمپر کیے ہین وہ سب اُسپر وارد ہوی- اور جو کچھ قاضی کہتا تھا- وہ باطل ہوگیا- فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا (یعنی اگر تم نے قرآن کی ایک سورۃ کی مثل بھی نہ بنایا- اور ہرگز نہ بناؤ گے) جاننا چاہیے- کہ یہ آیت چار طریق سے اس بات پر دلالت کرتی ہی- کہ قرآن معجز ہے- اور تمام عالم اُس کی مثل کے بنانے سے عاجز ہے (پہلا طریق) یہ ہے- کہ تواتر اور یقینی طریق سے ہمین یہ معلوم ہے- کہ عرب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت عداوت تھی- اور اُنھین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے باطل کرنیکا از حد خیال تھا- اور اس کی سب سے زیادہ قوی دلیل یہ ہی- کہ عرب نے اسی سبب سے اپنے وطن اور خویش و اقارب کی مفارقت اختیار کی- اور اپنی جانین تک دین- اور اس پر یہ اور مستزاد ہوا- کہ اس سختی اور اس زور شور کے ساتھ سرزنش کی-

یعنی یہ ارشاد فرمایا۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا (یعنی اگر تم نے قرآن کی ایک سورۃ کی مثل بھی نہ بنایا۔ اور تم ہرگز نہ بنا سکوگے) اگر وہ قرآن یا قرآن کی سورۃ کی مثل بنا سکتے تو ضرور بناتے۔ جب اُنھوں نے نہ قرآن کی مثل بنایا۔ اور نہ قرآن کی ایک سورۃ کی مثل۔ تو یہ امر ظاہر اور آشکارا ہوگیا۔ کہ قرآن معجزہ ہے۔ اور وہ قرآن کی مثل کے بنانے سے عاجز ہیں۔ (دوسرا طریق) یہ ہے۔ کہ جن چیزوں کو نبوت سے تعلق ہے۔ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن چیزوں میں اُن کے نزدیک متہم تھے۔ مگر تمام عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل و فضل کے کمال اور دور اندیشی کے معترف اور مقر تھے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبوت کا دعوی جھوٹا ہوتا۔ تو آپ ہرگز اس زور شور سے تحدی نہ کرتے اور یہ ارشاد نہ فرماتے۔ کہ اگر تمھیں اس قرآن میں کچھ شک ہے۔ تو تم اس قرآن کی ایک سورۃ ہی کی مثل بنا لاؤ۔ بلکہ ذلت و رسوائی سے ڈرتے اور اس امر سے خائف ہوتے۔ کہ اگر عرب نے اس قرآن کی مثل بنالیا۔ تو میری سب کوششیں اور تدبیریں خاک میں مل جائیں گی۔ اور کل کام بگڑ جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مقدس اور منزہ ہیں۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوتا کہ کفار عرب قرآن کی مثل کے بنانے سے عاجز ہیں اور وہ ہرگز قرآن کی مثل نہ بنا سکیں گے۔ تو آپ ہرگز قرآن کی مثل کے بنانے پر انھیں اس زور شور کے ساتھ آمادہ اور مستعد نہ کرتے (تیسرا طریق) یہ ہے۔ کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا یقین نہ ہوتا۔ تو آپ ہرگز یقینی طریق سے یہ خبر نہ دیتے۔ کہ کفار عرب ہرگز قرآن کی مثل نہ بنا سکیں گے۔ کیونکہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا یقین نہ ہوتا۔ تو اس خبر کے خلاف ہوسکتا تھا۔ اور جب اس خبر کے خلاف ہوتا۔ تو آپ کا کذب ظاہر اور آشکارا ہوجاتا ہے۔ مکار اور فریبی اور دغاباز کبھی کوئی بات یقینی طریق سے بیان نہیں کرتا۔ اور کبھی یہ نہیں کہتا۔ کہ فلاں امر یوں ہی ہوگا۔ بلکہ اگر مگر کرتا ہے۔ یعنی اگر یوں ہوگا۔ تو یوں ہوگا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر یقینی طریق سے دی۔ کہ اہل عرب اس قرآن کی مثل ہرگز نہ بنا سکیں گے۔ تو یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا یقین تھا (چوتھا طریق) یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خبر دی تھی۔ وہی ہوا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے ہمارے زمانے تک کوئی وقت دین اسلام کے اعدا سے خالی نہیں رہا ہے۔ اور ہمیشہ اُن کی یہی خواہش اور آرزو رہی۔ کہ اس دین پر کوئی اعتراض کریں۔ پھر با ایں ہمہ آج تک کوئی اس قرآن کی ایک سورۃ کی مثل بھی نہ بنا سکا یہ آیت ان چاروں طریقوں پر مشتمل ہے۔ جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں۔ کہ قرآن معجزہ ہے۔ جو جاہل یہ کہتے ہیں۔ کہ اللہ کی کتاب میں حجت اور دلیل نہیں ہے۔ یہ آیت اُن کے اس قول کے غلط ہونے کی دلیل ہے اس آیت میں کئی سوال ہیں (پہلا سوال) قرآن کی سورۃ کی مثل کا نہ بنانا واجب اور ضروری ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اِذَا کیوں نہیں ارشاد فرمایا۔ جو وجوب کے لیے ہے۔ اِنْ کیوں ارشاد فرمایا جو شک کے لیے ہے۔ اس کے دو جواب ہیں (پہلا جواب) یہ ہے۔ اُنکے گمان کے مطابق اُن سے کلام کیا گیا ہے۔ انھیں اپنی فصاحت۔ اور تالیف کلام کی قوت اور قدرت پر بھروسا تھا۔ اس وقت تک انھیں یہ یقین نہیں تھا کہ ہم اس قرآن کی مثل کے بنانے سے عاجز ہیں (دوسرا جواب) یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے ساتھ ہنسی کی ہے۔ جس طرح کوئی قوی اور زور آور جسے اپنے مقابل پر غالب ہونے کا کامل یقین ہو۔ اپنے مقابل سے ہنسی سے یہ کہتا ہے۔ کہ اِنْ غَلَبْتُكَ (اگر میں تجھ سے غالب ہو جاؤں (دوسرا سوال) اللہ تعالیٰ نے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا کیوں ارشاد فرمایا۔ فَاِنْ لَّمْ تَأْتُوْا بِهٖ کیوں نہیں ارشاد فرمایا (جواب) فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا۔ فَاِنْ لَّمْ تَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَلَنْ تَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ سے بہت مختصر ہے (تیسرا سوال) وَلَنْ تَفْعَلُوْا کا محل اعراب کیا ہے۔ اور یہ ترکیب میں کیا واقع ہوا ہے (جواب) یہ جملہ معترضہ ہے۔ نہ اس کے لیے محل اعراب ہے۔ اور نہ یہ ترکیب میں کچھ واقع ہوا ہے۔ (چوتھا سوال) نفی کے باب میں لَنْ کی حقیقت اور اصل کیا ہے (جواب) لَا اور لَنْ دونوں مستقبل کی نفی کیلیے ہیں۔ صرف اتنا فرق ہے۔ کہ لَنْ میں تاکید ہے۔ لَا میں نہیں ہے۔ تو اپنے رفیق سے یہ کہتا ہے لَا اُقِيْمُ غَدًا عِنْدَكَ (میں کل تیرے پاس نہیں ٹھیرونگا) اگر وہ انکار کرے۔ اور تجھے جانے سے روکے تو پھر تو یہ کہتا ہے۔ لَنْ اُقِيْمَ غَدًا (میں کل ہرگز نہیں ٹھیروں گا) لَنْ میں تین قول ہیں (پہلا قول) یہ ہے۔ کہ لَنْ کی اصل لَا اَنْ ہے۔ یہ خلیل کا قول ہے (دوسرا قول) یہ ہے۔ لَنْ کی اصل لَا ہے۔ لا کے الف کو نون سے بدل لیا تو لَنْ ہوگیا۔ یہ فراء کا قول ہے۔ (تیسرا قول) یہ ہے۔ لَنْ ایک مستقل حرف نصب ہے۔ جو مستقبل کی نفی کی تاکید کے لیے موضوع ہے۔ یہ سیبویہ کا قول ہے۔ اور خلیل سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ (پانچواں سوال) اللہ تعالیٰ نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے۔ اگر تم قرآن کی ایک سورۃ کی مثل بھی نہ بنا سکو۔ تو تم آگ سے بچو۔ اس کے کیا معنی ہیں (جواب) جب قرآن کی ایک سورۃ کی مثل بھی نہ بنا سکے۔ اور قرآن کی مثل کے بنانے سے اُن کا عاجز ہونا ظاہر اور آشکارا ہوگیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبوت کا دعوی اُنکے نزدیک سچا ہوگیا۔ اور جب نبوت کا دعوی اُنکے نزدیک سچا ہوگیا۔ اور پھر بھی وہ ایمان نہ لائے۔ بلکہ عناد پر اڑے رہے تو وہ آگ کے عذاب کے مستحق ہوگئے اور آگ کے عذاب سے بچنا عناد کے چھوڑ دینے کا سبب ہے۔ اس آیت میں سبب اور مؤثر کو اثر اور مسبب کے قائم مقام کر دیا۔ اور فَاتْرُكُوا الْعِنَادَ کی جگہ فَاتَّقُوا النَّارَ ارشاد فرما دیا۔ یہ وہی ایجاز ہے۔ جو بلاغت کے فنون میں سے ایک فن ہے۔ اور اس میں عناد سے

ڈرانا اور دہشت ناک کرنا ہے۔ کیونکہ آگ کے عذاب سے بچنے کو عناد کے چھوڑ دینے کے قائم مقام کیا ہے۔ اور آگ کے عذاب سے بچنے کو اُس کے قائم مقام کرنے کے بعد آگ کی صفت سے دہشتناک کیا ہے (چھٹا سوال) وَقُوْد کسے کہتے ہین۔ جس چیز سے آگ روشن کی جاتی ہے اُسے وَقُود کہتے ہین۔ اور وُقُود جو مصدر ہے۔ اُس کا واو مضموم ہے۔ اور مصدر مین بھی فتحہ آیا ہے۔ سیبویہ نے کہا ہے۔ ہم نے عرب مین سے بعض کو یہ کہتے ہوئے سنا ہی وَقَدْنَا النَّارَ وَقُوْدًا عَالِيًا (یعنی ہم نے خوب آگ روشن کی) یعنی مصدر کو فتحہ کے ساتھ کہتے ہوئے سنا ہے۔ اِس کے بعد پھر سیبویہ نے یہ کہا ہے۔ وُقُود کا استعمال بہت ہی۔ اور وَقُوْد ایندھن کو کہتے ہین اور عیسیٰ ابن عمر نے اس آیت مین وُقُود کو ضمے کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور یہ کہا ہے۔ جس چیز کے ساتھ آگ روشن کی جاتی ہے اُس کا نام مصدر کیساتھ رکھا ہی جسطرح یہ کہتے ہین فُلَانٌ فَخْرُ قَوْمِهٖ وَزَيْنُ بَلَدِهٖ (فلان شخص اپنی قوم کا فخر اور اپنے شہر کی زینت ہی) (ساتوان سوال) موصول کے صلے کو ایسا قضیہ ہونا چاہیے۔ جسے مخاطب جانتا ہو۔ تو ان لوگون کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ آخرت کی آگ آدمیون اور پتھرون سے روشن کی جاتی ہی۔ (جواب) یہ ممکن ہی۔ کہ اس آیت کے نازل ہونیسے پہلے اُنھون نے یہ اہل کتاب سے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لیا ہو۔ یا اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے سورۂ تحریم کی یہ آیت نَارًا وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ سنی ہو۔ (آٹھوان سوال) نَارًا جو اس جملے (وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ) کے ساتھ موصوف ہی۔ کیا سبب ہے کہ وہ سورۂ تحریم مین نکرہ آئی۔ اور یہان معرفہ (جواب) سورۂ تحریم کی آیت مکے مین نازل ہوئی ہی۔ اُس آیت سے اُنھین اس صفت کی آگ معلوم ہوگئی۔ پھر یہ آیت مدینہ مین نازل ہوئی۔ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے اس صفت کی آگ معلوم ہوچکی تھی۔ لہذا اس آیت مین نَار کا لفظ معرفہ آیا۔ اور سورۂ تحریم کے نازل ہونے سے پہلے اس صفت کی آگ معلوم نہین ہوئی تھی۔ اس سبب سے سورۂ تحریم مین نار کا لفظ نکرہ آیا (نوان سوال) وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہین) کے کیا معنی ہین (جواب) اس آیت کے یہ معنی ہین۔ کہ اُس آگ اور۔ اور آگون مین یہ فرق ہی۔ کہ وہ آدمیون اور پتھرون ہی سے روشن ہوتی ہی۔ اور یہ آیت دو طریق سے اُس آگ کی قوت پر دلالت کرتی ہی (پہلا طریق) یہ ہے۔ کہ اور آگون سے اگر آدمیون کا جلانا یا پتھرون کا گرم کرنا چاہین۔ تو وہ آگین پہلے کسی اور چیز سے روشن کی جاتی ہین۔ پھر جس چیز کا جلانا یا گرم کرنا چاہتے ہین وہ اُن مین ڈالدی جاتی ہے۔ اور یہ آگ (اللہ تعالیٰ اپنی وسیع رحمت کیساتھ ہمین اُس سے بچائے) خود اُسی چیز سے روشن کیجاتی ہی جو جلائی جاتی ہی (دوسرا طریق) یہ ہی کہ یہ آگ اپنی قوت اور تیزی کے سبب سے پتھر سے روشن ہوجاتی ہی (دسوان سوال) کیا سبب ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آدمیون کو پتھرون کے ساتھ مقرون کیا۔ اور پتھرون کو اُن کے ساتھ جہنم کا ایندھن بنا دیا (جواب) اس کا سبب یہ ہی کہ دنیا مین اِن لوگون نے اپنے تئین ان پتھرون کے ساتھ مقرون کر لیا تھا۔ اور اُن سے الگ نہین ہوتے تھے۔ کیونکہ اُن پتھرون کے اُنھون نے بُت تراشے۔ اور اُن بتون کو خدا کا شریک بنایا۔ اور اللہ کے سوا اُن کی عبادت کی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ (تم بھی اور جن پتھرون کی اللہ کے سوا تم عبادت کرتے ہو۔ وہ بھی جہنم کے ایندھن ہو) یہ آیت اس آیت کی تفسیر ہے اَلنَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کی تفسیر ہے۔ اور وَقُوْدُهَا حَصَبُ جَهَنَّمَ کی یعنی اَلنَّاسُ۔ اِنَّكُمْ کی تفسیر ہی۔ اور اَلْحِجَارَةُ۔ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کی۔ کافر جن پتھرون کی اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے۔ اُن کی نسبت اُن کا یہ اعتقاد تھا۔ کہ یہ ہماری شفیع اور گواہ ہین۔ یہ ہماری شفاعت کرینگے اور ہر ایک مصیبت اور مضرت کو یہ ہم سے دور کرین گے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی حسرت کے بڑھانے اور زیادہ کرنے کے لیے اُنہی پتھرون کو اُن کا عذاب بنا دیا۔ اور جہنم مین اُن پتھرون کو اُنکے ساتھ مقرون کر دیا۔ تاکہ وہ پتھر جہنم کی آگ سے ہمیشہ گرم ہوتے رہین۔ اور اُن گرم پتھرون سے دائمًا اُنھین عذاب ہوتا رہے۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ اُن کافرون کے ساتھ کرے گا۔ جنھون نے سونا چاندی اکٹھا کیا ہے۔ اور بخل کے سبب سے حق ادا نہین کیے ہین۔ کیونکہ وہ سونا چاندی جہنم کی آگ سے گرم کیا جائیگا اور اُس سونے چاندی سے اُن کی پیشانیان۔ اور اُن کے پہلو۔ اور اُنکی پیٹھین داغ دی جائینگی۔ بعض لوگون نے یہ کہا ہی۔ کہ اس آیت مین ان پتھرون سے گندھک کے پتھر مراد ہین۔ اِن پتھرون سے گندھک کے پتھرون کا مراد لینا اس پر کوئی دلیل نہین ہی۔ بلکہ اس آیت مین اس قول کے فاسد اور غلط ہونے کی دلیل ہے۔ اور وہ یہ ہی۔ کہ یہان اُس امر کا بیان کرنا مقصود ہی کہ یہ آگ اور آگون کی نسبت نہایت تیز اور قوی ہی۔ اور گندھک کے پتھرون سے ہر ایک آگ روشن ہوجاتی ہی۔ تو اس آگ کا گندھک کے پتھرون سے روشن ہوجانا اس آگ کی قوت اور تیزی پر دلالت نہین کرتا۔ اگر اس آیت مین اِن پتھرون سے گندھک کے پتھرون کے سوا اور پتھر مراد لیے جائین۔ تو بیشک یہ آیت اس آگ کی قوت اور

تیزی پر دلالت کرگی - کیونکہ گندھک کے پتھرون کے سوا اور پتھروں سے اور سب آگین بجھ جاتی ہین - گویا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا - کہ یہ آگ اسقدر قوی اور تیز ہے - کہ دُنیا کی آگ
جن پتھرون سے بجھ جاتی ہی - یہ آگ اُن پتھرون سے لگتے ہی فوراً اُنھین جلا دیتی ہی - اللہ تعالیٰ کا قول اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ (یعنی وہ آگ کافرون کے لیے تیار کیگئی ہے -) اس بات پر
دلالت کرتا ہے کہ یہ آگ جسمین یہ صفت ہی - کافرون کے لیے تیار کیگئی ہی - اور یہ آیت اس بات کی دلیل نہین ہے - کہ مسلمان گنہگارون کے لیے اور آگین تیار کی گئی ہین جن مین
یہ صفتین نہین ہین -

معاد یعنی حشر و نشر کا بیان

- وَبَشِّرِالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ ؕ کُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْھَا مِنْ ثَمَرَۃٍ رِّزْقًا
قَالُوْا ھٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِھًا ؕ وَلَھُمْ فِیْھَآ اَزْوَاجٌ مُّطَھَّرَۃٌ ۙ وَّھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ (اے محمد جو لوگ ایمان لائے ہین - اور جنھون نے نیک عمل کیے ہین - تو انھین یہ مژدہ
سنادے - کہ اُن کے لیے ایسے باغ ہین جن کے نیچے نہرین بہتی ہین - اُن مین سے کھانے کے لیے جب اُنھین پھل دیے جائینگے - تو وہ یہی کہین گے کہ اس سے پہلے بھی ہمین یہی ملے تھے
(اس کے کہنے کا سبب یہ ہے کہ اُنھین ایک شکل اور ایک رنگ کے پھل دیے جائینگے اور اُن کے لیے اُن باغون مین پاک بیبیان ہین - اور وہ اُن مین ہمیشہ رہین گے) جاننا
چاہیے - کہ جب اللہ تعالیٰ توحید اور نبوت کا بیان کرچکا - تو اس کے بعد معاد کا ذکر کیا - اور کافر کے عذاب اور مطیع (یعنی اطاعت کرنے والے) کے ثواب کو بیان کیا
اور اللہ تعالیٰ کی یہ عادت ہی - کہ جب ایک آیت مین وعید یعنی عذاب کے وعدے کا ذکر کرتا ہی - تو اسکے بعد دوسری آیت مین وعد یعنی ثواب کے وعدے کو بیان فرماتا ہی - اور یہان کئی مسئلے
ہین - (پہلا مسئلہ) جاننا چاہیے کہ حشر و نشر کا مسئلہ اُن مسائل مین سے ہے - کہ جن کے اعتقاد اور اقرار پر دین اور ایمان موقوف ہی - اور جن کے اعتقاد اور اقرار کے بغیر
بندہ مومن اور مسلمان نہین ہوسکتا - اور حشر و نشر کے مسئلے مین دو بحثین ہین (پہلی بحث) یہ ہی - کہ حشر و نشر ممکن ہی - یا نہین - (دوسری بحث) یہ ہے - کہ ممکن ہونیکی صورت مین
حشر و نشر ہوگا بھی یا نہین - حشر اور نشر کا ممکن ہونا عقلی دلیل سے بھی ثابت ہوسکتا ہی - اور نقلی دلیل سے بھی اور حشر اور نشر کا ہونا صرف نقلی ہی دلیل سے ثابت ہوسکتا ہی عقلی دلیل سے ثابت نہین ہوسکتا - اور اللہ تعالیٰ
نے ان دونون مسئلون کا قرآن شریف مین ذکر کیا ہی - اور ان دونون مسئلون مین جو امر حق ہی اُسے کئی طریق سے بیان کیا ہی (پہلا طریق) اللہ تعالیٰ نے حشر و نشر کے منکرون کا انکار اکثر نقل کیا ہے اور انکار کے
نقل کرنیکے بعد پھر یہ ارشاد فرمایا ہی کہ حشر اور نشر ضرور ہوگا اور حشر اور نشر کو عقلی دلیل سے ثابت نہین کیا ہے - صرف یہ فرما دینا کہ حشر اور نشر ضرور ہوگا - اور اسے عقلی دلیل سے ثابت
نہ کرنا صرف اس سبب سے جائز ہے - کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت جس چیز کے ثبوت پر موقوف نہین ہی - وہ چیز نقلی دلیل سے ثابت ہوسکتی ہی - یعنی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت جس چیز کے ثبوت پر موقوف نہین ہی - وہ چیز نبوت اور نبی کے ذریعہ سے ثابت ہوسکتی ہی - اور حشر اور نشر کا مسئلہ بھی ایسا ہی ہے
یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت حشر اور نشر کے ثبوت پر موقوف نہین ہی تو نبوت اور نبی کے ذریعہ سے حشر اور نشر کا مسئلہ ثابت ہوسکتا ہی - اللہ تعالیٰ نے صرف یہ ارشاد فرمایا - کہ حشر اور نشر ضرور ہوگا
اور اسے عقلی دلیل سے ثابت نہین کیا - اس کی ایک مثال تو یہی آیت ہی - اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہی - کہ کافرون کے لیے دوزخ ہی - اور نیکون کے لیے بہشت اور اسے عقلی
دلیل سے ثابت نہین کیا ہی بلکہ صرف دعویٰ ہی پر کفایت کی ہی اور توحید اور نبوت کے ثبوت مین صرف دعویٰ پر کفایت نہین کی ہی بلکہ توحید اور نبوت کے ثبوت کی عقلی دلیل بھی ذکر کی ہے - اور توحید
اور نبوت کے مسئلے اور حشر اور نشر کے مسئلے مین وہی فرق ہی - جو ہم بیان کرچکے ہین - یعنی نبوت کا ثبوت توحید کے ثبوت پر موقوف ہی - لہذا نبوت اور نبی کے ذریعہ
سے توحید ثابت نہین ہوسکتی - بلکہ اُسے عقلی دلیل سے ثابت کرنا چاہیے - اور یہ ظاہر ہی ہے - کہ نبوت اور نبی کے ذریعہ سے نبوت ثابت نہین ہوسکتی - کیونکہ یہ نہین ہوسکتا
کہ وہی دعویٰ ہو - اور وہی دلیل - اگر خود دعویٰ ہی دلیل ہوسکے تو اہل عالم کے کل دعوے جو باہم متناقض اور مخالف ہین - ثابت ہوجائینگے - تو نبوت کو بھی عقلی دلیل سے ثابت کرنا
ضرور ہوا - اور نبوت کا ثبوت حشر و نشر کے ثبوت پر موقوف نہین ہی - لہذا نبوت اور نبی کے ذریعہ سے حشر اور نشر ثابت ہوسکتا ہے - اُس کے ثابت کرنے کے لیے عقلی دلیل کی
کچھ ضرورت نہین ہی - اور دوسری مثال سورہ نحل کی یہ آیت ہے - وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ ۙ لَا یَبْعَثُ اللّٰہُ مَنْ یَّمُوْتُ ؕ بَلٰی وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (اور
وہ اللہ کی مضبوط مضبوط قسمین کھاتے ہین - کہ اللہ مردون کو زندہ نہین کریگا - ہان ضرور زندہ کریگا - یہ اُس نے وعدہ کیا ہے - اور اس وعدے کا پورا کرنا اُس کے ذمے لازم
ہے - لیکن بہت سے آدمی اسے نہین جانتے) اور تیسری مثال سورہ تغابن کی یہ آیت ہے - زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ
(کافرون نے یہ گمان کرلیا ہے - کہ وہ مرنے کے بعد پھر ہرگز نہین اُٹھائے جائینگے - اے محمد تو اُن سے یہ کہدے - ہان پروردگار کی قسم تم ضرور اُٹھائے جاؤگے - اور جو کچھ تم نے

حشر کا مسئلہ نبوت کے ذریعہ سے ثابت ہوسکتا ہی

حشر و نشر کے ممکن ہونیکے دلائل

کیا ہی۔ پھر تمہین اُس سے آگاہ کیا جائیگا (دوسرا طریق) یہ ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حشر اور نشر کا ممکن ہونا اس طریق سے ثابت کیا ہی۔ کہ جو چیزین حشر اور نشر کی مثل ہین۔ اللہ تعالیٰ اُن پر قادر ہی۔ اور جب اللہ تعالیٰ اُن چیزون پر قادر ہی۔ جو حشر اور نشر کی مثل ہین۔ تو حشر اور نشر پر بھی قادر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس طریقے کی تقریر کئی طرح سے بیان کی ہی اُن تقریرون مین سے سب سے زیادہ جامع تقریر وہ ہی جس کا بیان سورۂ واقعہ مین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ واقعہ مین پہلے۔ دوزخیون کا یہ قول نقل کیا ہی۔ کَانُوا یَقُوْلُوْنَ أَئِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا أَئِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ أَوَ اٰبَاؤُنَا الْأَوَّلُوْنَ (یہ دوزخی دنیا مین یہ کہا کرتے تھے۔ کیا جب ہم مرجائین گے اور مٹی اور ہڈیان ہوجاینگے۔ کیا ہم اور ہمارے پہلے باپ اور دادا پھر زندہ کیے جائین گے۔) اور پھر اُن کے اس قول کا یہ جواب دیا ہے۔ قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ لَمَجْمُوْعُوْنَ إِلٰى مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (اے محمد تو اُن سے یہ کہدے کہ قیامت کے دن اگلے پچھلے سب کے سب جمع کیے جائین گے۔ اور اللہ تعالیٰ حشر اور نشر کے ممکن ہونے پر چار چیزون سے دلیل لایا ہی (پہلی دلیل) منی ہی۔ اور اس دلیل کا بیان اللہ تعالیٰ کے اس قول مین ہی۔ أَفَرَأَیْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ۔ أَأَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُوْنَ (بتاؤ تو سہی جو منی کہ تم اپنی بیبیون کے پیٹ مین ڈالتے ہو۔ اُس کا آدمی تم بناتے ہو یا ہم) منی سے جو اللہ تعالیٰ حشر و نشر کے ممکن ہونے پر دلیل لایا ہی۔ اُس دلیل کی تقریر یہ ہی۔ کہ منی ہضم رابع کے فضلے سے پیدا ہوتی ہی۔ اور وہ جوڑون کے اطراف و جوانب مین شبنم کی طرح متفرق اور پراگندہ ہی۔ اور جماع کے وقت سب جوڑون کے اطراف سے نکلتی ہی۔ اور اسی سبب سے سب جوڑون کو جماع سے لذت ہوتی ہی۔ اور اللہ تعالیٰ نے شہوت کی قوت کو باقی اور سب قوتون پر غالب اور مسلط کر دیا ہے۔ کہ وہ ان سب اجزا کو جو تمام جوڑون کے اطراف و جوانب مین شبنم کی طرح پھیلے ہوے ہین اکٹھا کر لیتی ہی۔ اس دلیل کا حاصل یہ ہی کہ پہلے یہ اجزا عالم کے اطراف و جوانب مین از حد متفرق اور پراگندہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس حیوان کے بدن مین اکٹھا کر دیا۔ پھر یہ اجزا اس حیوان کے بدن کے اطراف و جوانب مین متفرق اور پراگندہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اُن رگون مین جمع کر دیا۔ جن مین منی رہتی ہی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان اجزا کو اُچھلنے اور کودنے کی حالت مین اُن رگون سے نکال کر ماں کے شکم مین ڈالا جب یہ اجزا متفرق اور پراگندہ تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُنھین اکٹھا کیا۔ اور اُنھین اکٹھا کرکے اُن سے اس شخص کو پیدا کیا۔ جب مرنے سے پھر دوبارہ یہ اجزا متفرق ہوجائین۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو پھر دوبارہ کیون نہین جمع کر سکتا۔ منی سے جو اللہ تعالیٰ حشر و نشر کے ممکن ہونے پر دلیل لایا ہی۔ اُس کی تقریر یہی ہی۔ جو ہم نے بیان کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی اس کتاب مین اس دلیل کا جا بجا ذکر کیا ہی۔ سورۂ حج مین ارشاد فرمایا ہے۔ یَا أَیُّهَا النَّاسُ إِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاکُمْ مِّنْ تُرَابٍ (اے لوگو اگر تمہین مرنے کے بعد پھر دوبارہ زندہ ہونے مین شک ہی۔ تو ہم نے تمہین پہلے بھی مٹی ہی سے پیدا کیا ہے۔ یعنی جب ہم نے پہلے بھی تمہین مٹی ہی سے پیدا کیا ہے۔ تو پھر دوبارہ ہم تمہین مٹی سے کیون نہین پیدا کر سکتے) تا قول اللہ سبحانہ۔ وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً (اور تو زمین کو خشک دیکھتا ہے) اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ذٰلِکَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهٗ یُحْیِ الْمَوْتٰى وَأَنَّهٗ عَلٰى کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ وَأَنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا وَأَنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ (اس کا سبب یہ ہی۔ کہ علت اور سبب کے بغیر صرف اللہ ہی موجود ہی۔ باقی اور سب چیزین اللہ ہی کے سبب سے موجود ہوئی ہین۔ بیشک اللہ مردون کو زندہ کریگا۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہی۔ قیامت ضرور آئیگی۔ اُس کے آنے مین کسی طرح کا شک نہین ہی۔ اللہ تعالیٰ مردون کو زندہ کرکے قبرون سے اُٹھائیگا۔) سورۂ قد افلح المومنون مین پیدائش کے مرتبون کے ذکر کرنے کے بعد یہ ارشاد فرمایا ہے۔ ثُمَّ إِنَّکُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ لَمَیِّتُوْنَ۔ ثُمَّ إِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ (اس کے بعد پھر تم مرو گے پھر قیامت کے دن تم قبرون سے زندہ کرکے اُٹھائے جاؤگے۔ اور سورۂ لا اقسم مین یہ ارشاد فرمایا ہے۔ أَلَمْ یَکُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰى ثُمَّ کَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى (کیا یہ منی کا ایک قطرہ نہ تھا۔ جو ماں کے شکم مین ٹپکا یا گیا تھا۔ پھر یہ خون بستہ ہوا۔ پھر اسے پیدا کیا۔ پھر اسے ٹھیک اور درست کیا) اور سورۂ الطارق مین ارشاد فرمایا ہے۔ فَلْیَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ۔ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ یَّخْرُجُ (انسان کو اسی امر مین غور اور فکر کر لینا چاہیے۔ کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ اُچھلتے ہوے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔ جو باپ کی پشت اور ماں کے سینے کی ہڈیون سے نکلتا ہی) تا قول جل جلالہ۔ إِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ (اللہ انسان کے پھر دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے) (دوسری دلیل) کھیتی ہی۔ اس دلیل کا بیان اللہ تعالیٰ کے اس قول مین ہی۔ أَفَرَأَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ۔ أَأَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُوْنَ (تم مجھے بتاؤ تو سہی جو تم بوتے ہو۔ اُسے تم اُگاتے ہو یا ہم) تا قول عز اسمہ۔ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ (بلکہ ہم محروم اور بدنصیب رہ گئے) کھیتی کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ حشر و نشر کے ممکن ہونے پر دلیل لایا ہی۔ اسکی تقریر یہ ہی۔ کہ دانہ اور دانے کی مختلف شکلون کی تمام قسمین (یعنی گول اور لمبا خواہ بیچ مین سے چرا ہوا ہو۔ خواہ چرا ہوا نہ ہو۔ جیسے چاول اور جو) یہ دونو

پانی حشر ونشر کے ممکن ہونے پر چار طریق سے دلالت کرتا ہے

معلول اور لمبے ہوتے ہین۔ مگر بیچ مین سے چری ہوئی نہین ہوتے۔ اور مدور اور مثلث اور مربع وغیرہ جب گیلی اور نمناک زمین پر پڑتی ہین اور پانی اور مٹی اُن پر غالب ہوجاتی ہی۔ تو عقل یہی چاہتی ہی۔ کہ وہ خراب ہوجائین اور بگڑ جائین۔ کیونکہ خراب ہوجانے اور بگڑ جانے کے لیے پانی اور مٹی مین سے ایک ہی کافی ہے۔ تو پانی اور مٹی دونون سے اُن کا خراب ہوجانا اور بگڑ جانا ضروری اور لازم تھا۔ مگر وہ نہ بگڑین۔ اور نہ خراب ہوئین۔ بلکہ جیسی تھین ویسی ہی محفوظ رہین۔ پھر رطوبت جب زیادہ ہوجاتی ہی۔ تو دانے کے دو ٹکڑے ہوجاتے ہین۔ اور اُس مین سے دو پتے نکل آتے ہین۔ اور لمبے اور معلول دانے کے سر مین ایک چھید ہوجاتا ہے۔ اور ایک لمبا پتا نکل آتا ہی۔ یہ جو ہم نے بیان کیا۔ یہ کھیتی کا حال ہی۔ اور گٹھلی جو اسقدر سخت ہوتی ہی کہ اکثر آدمی اُس کی سختی کے سبب سے اُسے توڑ نہین سکتے۔ جب گیلی اور نمناک زمین مین پڑتی ہی۔ تو اللہ کے حکم سے وہ پھٹ جاتی ہی۔ اور چھواری کی گٹھلی جس کی پیٹھ پر ایک دراڑ ہوتی ہے۔ اُس دراڑ کے پاس ہی پھٹ جاتی ہی۔ اور اُس کے دو ٹکڑے برابر کے ہوجاتے ہین۔ ایک ٹکڑے مین سے چڑھنے والا اجز نکلتا ہے۔ اور دوسرے مین سے گرنے والا۔ چڑھنے والا اجز تو اوپر کو چڑھ جاتا ہے۔ اور گرنے والا زمین کے گہراؤ مین گھس جاتا ہے۔ اس دلیل کا حاصل یہ ہی۔ کہ ایک چھوٹی سی گٹھلی مین سے دو درخت نکلتے ہین۔ ایک ہلکا جو اوپر کو چڑھ جاتا ہے۔ اور دوسرا بھاری جو نیچے کو گرتا ہے۔ باوجودیکہ گٹھلی اور پانی اور ہوا۔ اور مٹی کی طبیعت ایک ہے۔ کیا یہ امر کامل قدرت اور پوری حکمت پر دلالت نہین کرتا۔ کامل قدرت اور پوری حکمت والا اجزا کے جمع کرنے اور اعضا کے ترکیب دینے سے کس طرح عاجز ہوسکتا ہی۔ اس آیت کی مثل سورۂ حج کی یہ آیت ہی وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ (تو زمین کو خشک دیکھتا ہی جب ہم اُس پر مینہ برسا دیتے ہین۔ تو وہ جنبش کرنے لگتی ہی۔ اور زیادہ ہوجاتی ہے)

(تیسری دلیل) پانی ہے۔ اس دلیل کا بیان اللہ تعالی کے اس قول مین ہی۔ أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ - أَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ (تم مجھے بتاؤ تو سہی۔ جو پانی تم پیتے ہو۔ اُسے ابر مین سے تم نے اُتارا ہے۔ یا ہم نے) اور پانی حشر ونشر کے ممکن ہونے پر چار طریق سے دلالت کرتا ہے (پہلا طریق) یہ ہی۔ کہ پانی ایک ایسا جسم ہی جو بالطبع بھاری اور ثقیل ہے اور بھاری چیز کا اوپر کو چڑھانا اُس کی طبیعت کے خلاف ہے۔ تو ضرور بالضرور یہان کوئی ایسا قادر اور غالب ہی جس نے اُس کی طبیعت کو مغلوب کردیا۔ اور اُس کی خاصیت باطل اور زائل کردی۔ اور جو چیز نیچے کو گرنا چاہتی تھی اُسے اوپر کو چڑھا دیا (دوسرا طریق) یہ ہی۔ کہ اللہ تعالی نے پانی کے ان قطرون کو اُن کے متفرق اور پراگندہ ہوجانے کے بعد پھر اکٹھا اور جمع کیا (تیسرا طریق) یہ ہی۔ کہ اللہ تعالی نے پانی کے ان قطرون کو جنہین متفرق ہوجانے کے بعد پھر جمع کیا ہی۔ ہوا کے ساتھ چلایا (چوتھا طریق) یہ ہی۔ کہ اللہ تعالی نے پانی کے ان قطرون کو حاجت کی جگہ اور خشک زمین مین برسایا۔ ان چارون طریقون مین سے ہر ایک طریق حشر ونشر کے ممکن ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن (پہلا طریق) یعنی بھاری چیز کا اوپر کو چڑھا دینا حشر ونشر کے ممکن ہونے پر اس سبب سے دلالت کرتا ہی۔ کہ بھاری چیز کا اوپر کو چڑھا دینا اُس کی طبیعت کا بدل دینا ہے۔ جب طبیعت کا بدل دینا ممکن ہوا۔ تو مٹی اور پانی کی آمیزش سے حیات اور رطوبت کا پیدا کرنا کیون نہین ممکن ہے اور (دوسرا طریق) حشر اور نشر کے ممکن ہونے پر اس سبب سے دلالت کرتا ہے۔ کہ جب اللہ تعالی پانی کے ان قطرون کے متفرق اور پراگندہ ہوجانے کے بعد اُن کے جمع کرنے پر قادر ہے۔ تو مٹی کے اجزا کے متفرق اور پراگندہ ہوجانے کے بعد اُن کے جمع کرنے پر قادر کیون نہین ہے۔ اور (تیسرا طریق) حشر ونشر کے ممکن ہونے پر اس سبب سے دلالت کرتا ہے۔ کہ جب اللہ تعالی ایسی ہواؤن کے جنبش دینے اور چلانے پر قادر ہے۔ جو پانی کے ان قطرون مین سے بعض کو بعض کے ساتھ ملا دیتی ہین۔ تو قیامت کے دن ایسی ہواؤن کے چلانے اور جنبش دینے پر کیون نہین قادر ہے۔ جو بدن کے اجزا مین سے بعض کو بعض کے ساتھ ملا دین۔ اور (چوتھا طریق) حشر ونشر کے ممکن ہونے پر اس سبب سے دلالت کرتا ہے۔ کہ اللہ تعالی نے بادل اور مینہ کو آدمیون کی حاجت اور ضرورت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اور قیامت کے دن بندون کے پھر دوبارا پیدا کرنے کی شدید حاجت اور سخت ضرورت ہے۔ تاکہ وہ جس جس ثواب اور جس جس عذاب کے قابل اور مستحق ہین اُنھین وہ ملے۔ جاننا چاہیے کہ اللہ تعالی نے قرآن شریف مین اس دلیل کو بہت جگہ بیان کیا ہی۔ سورۂ اعراف مین توحید کی دلیلین بیان کرنے کے بعد حشر کی اس دلیل کو اس آیت مین ذکر کیا ہی۔ وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ (وہی ہوائین چلاتا ہی) تا قول عز مجدہ كَذَٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (ہم اسی طرح مردون کو زندہ کرکے نکالینگے۔ شاید تم نصیحت قبول کرو)

(چوتھی دلیل) آگ ہی۔ اس دلیل کا بیان اللہ تعالی کے اس قول مین ہی۔ أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ أَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنشِئُونَ (تم مجھے بتاؤ تو سہی جس آگ کو تم سلگاتے ہو۔ اُسکے درخت کو تم نے پیدا کیا ہی۔ یا ہم نے)

اس دلیل کی تقریر یہ ہے۔ کہ آگ کی طبیعت یہ چاہتی ہے۔ کہ آگ اوپر کو چڑھے۔ اور درخت کی طبیعت یہ چاہتی ہی۔ کہ درخت نیچے کو اترے۔ آگ لطیف ہی۔ اور درخت کثیف آگ روشن اور نورانی ہے۔ درخت تاریک اور ظلمانی۔ آگ گرم خشک ہے۔ درخت سرد تر۔ جب اللہ تعالیٰ ذآگ کے ان نورانی اجزا کو اس درخت کے اندر رکھ دیا۔ تو اس نے اپنی کامل قدرت سے ان متضاد اور مخالف چیزون کو باہم اکٹھا کر دیا۔ جو ان متضاد چیزون کے اکٹھا کرنے سے عاجز نہین ہے۔ وہ حیوانات کی ترکیب اور تالیف سے کس طرح عاجز ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دلیل کو سورہ یٰس کی اس آیت مین بھی ذکر کیا ہے۔ اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا (جس نے سبز درخت مین سے تمہارے لیے آگ پیدا کی) جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ واقعہ مین پانی اور آگ کا ذکر کیا۔ اور سورہ نمل کی اس آیت مین ہوا کا۔ اَمَّنْ یَّھْدِیْکُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (جنگل اور دریا کی تاریکیون مین تمہین کون راہ بتاتا ہی) تا قول جل مجدہ اَمَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ (وہ کون ہے جو پہلے پیدا کرتا ہے۔ اور قیامت کے دن پھر دوبارہ بھی پیدا کریگا) اور سورہ حج کی اس آیت مین زمین کا ذکر کیا ہی۔ وَتَرَی الْاَرْضَ ھَامِدَۃً (تو زمین کو خشک دیکھتا ہے) گویا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ حشر و نشر کے ممکن ہونے پر چارون عنصر دلالت کرتے ہین۔ حشر و نشر کے ممکن ہونے کی دلیلون مین سے (دوسری قسم کی دلیل) یہ ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتا ہے۔ جب پہلے پیدا کرنے پر مین قادر ہون۔ تو پھر دوبارہ پیدا کرنے پر مجھے ضرور قادر ہونا چاہیے۔ اس دلیل کی عقلی تقریر ظاہر ہے۔ بیان کی حاجت نہین ہے۔ اس دلیل کو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف مین بہت جگہ ذکر کیا ہے۔ سورہ بقر مین ارشاد فرمایا ہے۔ کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ (تم اللہ کا کس طرح انکار کرتے ہو۔ حالانکہ تم بے جان تھے اُس نے تمہین زندہ کیا۔ اور وہ تمہین پھر مارے گا۔ اور مارنے کے بعد تمہین پھر زندہ کریگا۔ اور زندہ کرنے کے بعد پھر تم اُسی کی طرف واپس کیے جاؤ گے۔) اور سُبْحَانَ الَّذِیْ مین ارشاد فرمایا ہی۔ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا قُلْ کُوْنُوْا حِجَارَۃً (اُنھون نے کہا جب ہم ہڈیان اور چورا ہو جائین گے۔ کیا پھر از سر نو زندہ ہو کر اُٹھائے جائین گے۔ ای محمد تو اُن سے یہ کہدی تم خواہ پتھر بن جاؤ) تا قول عز سبحانہ۔ قُلِ الَّذِیْ فَطَرَکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ (ای محمد تو اُن سے یہ کہدی جس نے تمہین پہلے پیدا کیا ہے وہی تمہین پھر دوبارہ پیدا کریگا) اور سورہ عنکبوت مین ارشاد فرمایا ہے۔ اَوَلَمْ یَرَوْا کَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰہُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ (کیا اُنھین یہ نہین معلوم ہی۔ کہ اللہ پہلے کس طرح پیدا کرتا ہے۔ پھر دوبارہ پیدا کریگا) اور سورہ روم مین ارشاد فرمایا ہے۔ وَھُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ وَھُوَ اَھْوَنُ عَلَیْہِ وَلَہُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (وہی پہلے پیدا کرتا ہی۔ اور وہی پھر دوبارہ پیدا کرے گا۔ اور دوبارہ پیدا کرنا اُسے بہت آسان ہے۔ اور اُسی کی صفت سب سے زیادہ بلند ہے) اور سورہ یٰس مین ارشاد فرمایا ہے۔ قُلْ یُحْیِیْھَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَھَآ اَوَّلَ مَرَّۃٍ (ای محمد تو اُن سے کہدے جس نے اُنھین پہلے پیدا کیا ہے۔ وہی اُنھین پھر زندہ کریگا۔) حشر و نشر کے ممکن ہونے کی دلیلون مین سے (تیسری قسم کی دلیل) یہ ہی۔ کہ جب اللہ تعالیٰ آسمانون کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ تو حشر و نشر پر قادر ہے۔ اور اس کا بیان قرآن شریف کی کئی آیتون مین ہی۔ سبحان الذی کی اس آیت مین ہی۔ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَھُمْ (کیا اُنھین یہ نہین معلوم ہی۔ کہ جس اللہ نے آسمان زمین پیدا کیے۔ وہ اُن کی مثل کے پیدا کرنے پر قادر ہے) اور سورہ یٰس کی اس آیت مین اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَھُمْ بَلٰی وَھُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ (کیا جس نے آسمان زمین پیدا کیے وہ اُن کی مثل پیدا نہین کر سکتا۔ ہان پیدا کر سکتا ہے۔ وہی پیدا کرنے والا اور جاننے والا ہی) اور سورہ احقاف کی اس آیت مین۔ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ یَعْیَ بِخَلْقِھِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی بَلٰٓی اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (کیا اُنھین یہ نہین معلوم ہے۔ کہ جس اللہ نے آسمان پیدا کیے اور اُن کے پیدا کرنے سے نہ تھکا۔ وہ مُردون کو زندہ کر سکتا ہے۔ ہان وہ مُردون کو زندہ کر سکتا ہے۔ بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔) اور سورہ قٓ کی اس آیت مین۔ ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا (کیا جب ہم مر جائینگے۔ اور مٹی ہو جائین گے) تا قول جل سبحانہ وَاَحْیَیْنَا بِہٖ بَلْدَۃً مَّیْتًا کَذٰلِکَ الْخُرُوْجُ (اور ہم نے اُس سے شہر کو زندہ کیا۔ قبرون سے مُردے بھی زندہ ہو کر اسی طرح نکلینگے) اس کے بعد پھر یہ ارشاد فرمایا ہے۔ اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ ھُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ (کیا ہم پہلی دفعہ پیدا کرنے سے تھک گئے۔ بلکہ اُنھین پھر از سر نو پیدا کرنے مین شک ہے۔) حشر و نشر کی دلیلون مین سے چوتھی قسم کی دلیل یہ ہے۔ کہ نیک کو ثواب اور گنہگار کو عذاب دینا اور ان دونون مین سے ایک کو دوسرے سے جدا اور الگ کرنا لازم اور ضروری ہے۔ اور اس چوتھی قسم کی دلیل کا بیان بھی قرآن شریف کی کئی آیتون مین ہی۔ سورہ یونس کی اس آیت مین ہے۔ اِلَیْہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا وَعْدَ اللّٰہِ حَقًّا اِنَّہٗ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ

(تم سب کے سب پھر اُسی کیطرف واپس جاؤ گے۔ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے۔ بیشک وہی پہلے پیدا کرتا ہے۔ اور وہی پھر دوبارہ پیدا کریگا۔ تاکہ ایمان والون کو جنھون نے نیک عمل کیے ہین انصاف کے ساتھ بدلا دے) اور سورۂ طٰہٰ کی اس آیت مین اِنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ اَکَادُ اُخْفِیْھَا لِتُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰی (بیشک قیامت آنیوالی ہے۔ مین اُسکے آنیکا وقت چھپانا چاہتا ہون۔ کسی کو بتانا نہین چاہتا۔ تاکہ ہر ایک شخص کو اس کی کوشش کا بدلا دیا جائے۔) اور سورۂ صٓ کی اس آیت مین وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا بَاطِلًا۔ ذٰلِکَ ظَنُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنَ النَّارِ۔ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ کَالْفُجَّارِ (ہم نے آسمان زمین۔ اور جو اُن کے درمیان ہے۔ لغو و بیہودہ نہین پیدا کیا۔ یہ کافرون کا گمان ہے۔ کافرون کیلیے دوزخ کا عذاب ہے۔ کیا ہم ایمان والون کو۔ جنھون نے نیک عمل کیے ہین۔ اُن کی برابر کردین گے۔ جو زمین مین فساد کرتے ہین۔ کیا ہم پرہیزگارون کو بدکارون کی برابر کردینگے۔) حشر و نشر کے ممکن ہونے کی دلیلون مین سے (پانچوین قسم کی دلیل ؛ دنیا مین مردون کا زندہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن کو دنیا مین زندہ کیا ہے۔ اُن مین سے ایک آدم علیہ السلام ہین۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ابتدا مٹی سے پیدا کیا۔ اور دنیا مین مردون کے زندہ کرنیکے قصون مین سے ایک گائے کا قصہ ہے۔ اور اس قصے کا بیان اس آیت مین ہے۔ فَقُلْنَا اضْرِبُوْہُ بِبَعْضِھَا کَذٰلِکَ یُحْیِ اللّٰہُ الْمَوْتٰی (ہم نے کہا اس گائے کا کوئی ٹکڑا اس مردے کے بدن پر مارو۔ اللہ تعالیٰ مردون کو اسی طرح زندہ کریگا) اور ایک ابراہیم علیہ السلام کا قصہ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی (اے پروردگار مجھے دکھا دے۔ کہ تو مردون کو کس طرح زندہ کرتا ہے۔) اور ایک عزیر علیہ السلام کا قصہ اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ وَّھِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِھَا (یا تو نے اُس شخص کو نہین دیکھا۔ جس کا ایک گاؤن پر گذر ہوا۔ جس کے مکانون کی چھتین گری ہوئی تھین) اور ایک یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی پیدایش کا قصہ۔ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے ساتھ حشر کے ممکن ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اُسی چیز سے بعینہ یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی پیدایش کے ممکن ہونے پر دلیل لایا ہے۔ کیونکہ ارشاد فرمایا ہے وَقَدْ خَلَقْتُکَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَکُ شَیْئًا (مین نے تجھے پہلے پیدا کیا۔ اور تو کچھ نہ تھا) اور ایک اصحاب کہف کا قصہ۔ اور اسی سبب سے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ لِیَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَۃَ لَا رَیْبَ فِیْھَا (تاکہ تمہین یہ معلوم ہوجائے۔ کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ اور قیامت کے آنے مین کسی طرح کا شک نہین ہے) اور ایک ایوب علیہ السلام کا قصہ۔ وَاٰتَیْنٰہُ اَھْلَہٗ (اور ہم نے ایوب کو اُسکے بچے دیے) یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مرجانے کے بعد اُنھین پھر زندہ کیا۔ اور ایک عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر مردون کے زندہ کرنے کا قصہ ارشاد فرمایا ہے۔ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی (یعنی عیسیٰ مردون کو زندہ کرتا ہے) یعنی اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر مردون کو زندہ کرتا ہے۔ اور ارشاد فرمایا ہے۔ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِیْ (اور جب تو میرے حکم سے پرندے کی صورت مٹی سے بناتا ہے۔ اور بناتے ہی تو اُس مین پھونک مارتا ہے۔ اور تیری پھونک مارتے ہی وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے) اور اُنھی مین سے ایک یہ آیت ہے۔ اَوَلَا یَذْکُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰہُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ یَکُ شَیْئًا (کیا انسان اس بات کو یاد نہین کرتا۔ کہ ہم نے اُسے پہلے پیدا کیا۔ اور وہ کچھ نہ تھا) اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف مین حشر و نشر کے ممکن ہونے پر جو دلیلین بیان کی ہین ہم نے اُن کے اُصول کیطرف یہان اشارہ کردیا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ان آیتون مین سے ہر ایک آیت کی پوری پوری تفسیر ہم اُس وقت بیان کرین گے۔ جس وقت کہ ہم ان آیتون تک پہنچین گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف مین یہ صاف ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جو شخص حشر و نشر کے ممکن ہونے کا منکر ہے۔ وہ کافر ہے۔ اسکی دلیل یہ آیت ہے۔ وَدَخَلَ جَنَّتَہٗ وَھُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِیْدَ ھٰذِہٖٓ اَبَدًا وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَۃَ قَآئِمَۃً وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰی رَبِّیْ لَاَجِدَنَّ خَیْرًا مِّنْھَا مُنْقَلَبًا۔ قَالَ لَہٗ صَاحِبُہٗ وَھُوَ یُحَاوِرُہٗٓ اَکَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ مِنْ تُرَابٍ (وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہوا اپنے باغ مین گیا۔ اور کہا مجھے یہ گمان نہین ہے۔ کہ میرا یہ باغ کبھی ہلاک اور برباد ہو۔ مجھے یہ گمان نہین ہے۔ کہ کبھی قیامت آئیگی۔ اگر بالفرض آئی اور مین اپنے پروردگار کیطرف واپس گیا۔ تو مجھے سیر گلگشت کیلیے اس سے بہتر باغ ملے گا۔ اس سے اُسکے ساتھی نے کہا۔ اور وہ اُس سے بات چیت کر رہا تھا۔ کیا جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ تو نے اُسکا انکار کیا۔ اور تو کافر ہوا۔) جو شخص حشر و نشر کے ممکن ہونے کا منکر ہے۔ اُس کے کافر ہونے کی یہ دلیل ہے۔ کہ اس چیز کا وجود ممکن ہے۔ اگر اس کا وجود ممتنع ہوتا تو پہلی دفعہ یہ موجود نہ ہوتی اور جب یہ پہلی دفعہ موجود ہو چکی ہے۔ تو ہمین یہ معلوم ہوا کہ اس کا وجود ممکن ہے۔ اور جب اس کا وجود ممکن ہے پھر بھی اگر اللہ اسے موجود نہ کرسکے تو اللہ کا یا عاجز ہونا لازم آئیگا کیونکہ جو چیز موجود ہوسکتی ہے وہ اسے موجود نہین کرسکتا۔ یا جاہل ہونا۔ کیونکہ ایک بدن کی اجزا کو دوسرے بدنون کے اجزا سے تمیز نہین کرسکتا اور اللہ تعالیٰ کے عاجز یا جاہل ہونیکے وقت نبوت ثابت نہین ہوسکتی اور جس شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ نبوت ممکن نہین ہے وہ یقیناً کافر ہے۔ تو جس شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ حشر و نشر ممکن نہین ہے۔ وہ بھی یقیناً کافر ہے۔ واللہ اعلم (دوسرا مسئلہ) ان آیتون سے یہ صاف ظاہر ہے

اس امر کی دلیل کہ دوزخ اور جنت دونوں پیدا ہو چکے ہیں

کہ جنت اور دوزخ دونوں پیدا ہو چکے ہیں۔ دوزخ پیدا ہو چکا ہے۔ اس کی یہ دلیل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی یہ صفت ارشاد فرمائی ہے۔ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (دوزخ کافروں کیلیے تیار کیگئی ہے) اس آیت سے یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ دوزخ پیدا ہو چکا ہے۔ اور جنت پیدا ہو چکی ہے۔ اس کی دلیل یہ دوسری آیت ہے۔ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ (یعنی جنت پرہیزگاروں کے لیے تیار کیگئی ہے) اور جنت کے پیدا ہو چکنے کی یہ آیت بھی دلیل ہے۔ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (جو لوگ ایمان لائے ہیں۔ اور جنھوں نے نیک عمل کیے ہیں اُنھیں یہ مژدہ سنادو کہ اُن کے لیے ایسی جنتیں ہیں۔ جنکے نیچے نہریں جاری ہیں) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے۔ کہ جنت نیک بندوں کی فی الحال ملک ہے۔ اور جنت فی الحال موجود ہونے کے بغیر نیک بندوں کی فی الحال ملک نہیں ہو سکتی۔ تو یہ معلوم ہوا کہ جنت فی الحال موجود ہے۔ ان آیتوں سے یہ صاف ظاہر ہو گیا۔ کہ جنت اور دوزخ دونوں پیدا ہو چکے ہیں (تیسرا مسئلہ) جاننا چاہیے۔ کہ اصلی لذتیں صرف تین ہیں۔ مکان اور کھانا۔ اور بی بی۔ اللہ تعالیٰ نے مکان کا بیان اس آیت میں کیا ہے۔ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (ایسے باغ ہیں جنکے نیچے نہریں جاری ہیں۔) اور کھانے کا اس آیت میں كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ (جب اُنھیں کھانے کے لیے اُن باغوں میں سے پھل دیا جائیگا۔ تو وہ یہ کہینگے یہ تو وہی پھل ہے۔ جو ہمیں پہلے دیا گیا تھا) اور بی بی کا اس آیت میں وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ (اور اُن کے لیے جنتوں میں پاک بیبیاں ہیں) اگر یہ تینوں لذتیں حاصل ہوں۔ اور ان کے زائل ہو جانے کا ڈر ہو۔ تو زندگی منغص اور مکدر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بیان کر دیا کہ اُنھیں اِن تینوں لذتوں کے زائل ہو جانے کا ڈر نہیں ہے۔ اور یہ ارشاد فرما دیا۔ وَهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (یعنی وہ اُن جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے) لہٰذا اس آیت نے اس بات پر دلالت کی کہ جنت میں مُنھیں کامل لذت اور پورا سرور ہوگا۔ اب ہم اس آیت کے لفظوں کی تحقیق بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قول وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یعنی جو لوگ ایمان لائے ہیں اُنھیں مژدہ سنادو) میں کئی سوال ہیں (پہلا سوال) یہ ہے۔ اس امر (یعنی بَشِّرْ) کا عطف کس پر ہے۔ اس کے کئی جواب ہیں (پہلا جواب) یہ ہے۔ کہ اس آیت میں معطوف امر نہیں ہے۔ تاکہ اسکے معطوف علیہ ہونیکے لیے کسی امر یا نہی کے ڈھونڈھنے کی ضرورت ہو۔ جو اُسکے مناسب ہے۔ بلکہ مومنوں کے ثواب کے بیان کا جملہ معطوف ہے۔ اور کافروں کے عذاب کے بیان کا جملہ معطوف علیہ۔ یہ آیت بعینہٖ تمہارے اس قول کی مثل ہے۔ زَيْدٌ يُعَاقَبُ بِالْقَيْدِ وَالضَّرْبِ وَبَشِّرْ عَمْرًا بِالْعَفْوِ وَالْاِطْلَاقِ (یعنی بیڑی اور مارنے کے ساتھ زید کو عذاب دیا جائیگا۔ اور عمرو کو معاف کرنے اور چھوڑ دینے کا مژدہ سنادے) (دوسرا جواب) یہ ہے۔ کہ اس امر کا عطف فَاتَّقُوْا پر ہے۔ یہ بعینہٖ تمہارے اس قول کی مثل ہے۔ يَا بَنِيْ تَمِيْمٍ احْذَرُوْا عُقُوْبَةَ مَا جَنَيْتُمْ وَبَشِّرْ يَا فُلَانُ بَنِيْ اَسَدٍ بِاِحْسَانِيْ اِلَيْهِمْ (اے بنی تمیم تم اپنے گناہوں کے عذاب سے بچو۔ اور اے فلاں شخص تو بنی اسد کو یہ مژدہ سنادے کہ میں اُن پر احسان کروں گا۔ (تیسرا جواب) یہ ہے۔ کہ زید بن علی نے ماضی مجہول کے صیغے کے ساتھ بُشِّرَ پڑھا ہے۔ اور اُعِدَّتْ پر اس کا عطف کیا ہے۔ (دوسرا سوال) اللہ تعالیٰ نے بَشِّرْ کے ساتھ کس کو حکم کیا ہے۔ اور اس امر کے ساتھ کون مامور ہے۔ (جواب) یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ امر صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو کیا ہو۔ اور اس امر کے ساتھ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مامور ہوں۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ امر ہر ایک شخص کو کیا ہو۔ اور ہر ایک شخص اس امر کے ساتھ مامور ہو۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ بَشِّرِ الْمَشَّائِيْنَ اِلَى الْمَسَاجِدِ فِي الظُّلَمِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (جو لوگ اندھیروں میں مسجدوں کو جاتے ہیں۔ اُنھیں یہ مژدہ سنادو کہ قیامت کے دن اُن کے لیے پوری روشنی ہوگی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خاص شخص کو یہ امر نہیں کیا ہے۔ اور کوئی خاص شخص اس امر کے ساتھ مامور نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک شخص کو یہ امر کیا ہے۔ اور ہر ایک شخص اس امر کے ساتھ مامور ہے۔ اس آیت میں بھی یہی زیادہ بہتر ہے۔ کہ یہ امر ہر ایک شخص کو ہو۔ اور ہر ایک شخص اس امر کے ساتھ مامور ہو۔ کیونکہ اس امر کے ساتھ ہر ایک شخص کا مامور ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ عظیم الشان ہونیکے سبب سے یہ چیز اسی قابل اور اسی لائق ہے۔ کہ جو شخص اسکے ساتھ بشارت دے سکے۔ وہ اسکے ساتھ بشارت دے (تیسرا سوال) بشارت کسے کہتے ہیں (جواب) جو خبر سرور اور خوشی کو ظاہر کرے۔ اُسے بشارت کہتے ہیں۔ اسی سبب سے فقہا نے یہ کہا ہے۔ جب کوئی شخص اپنے غلاموں سے یہ کہے۔ تم میں سے جو شخص فلاں شخص کے آنے کی مجھے بشارت دیگا۔ وہ آزاد ہے۔ اور اُن سب غلاموں نے اُسے الگ الگ اس کے آنیکی بشارت دی۔ تو اُن میں سے وہ غلام آزاد ہوگا جس نے سب سے پہلے بشارت دی ہے۔ کیونکہ اُسی کی خبر سرور اور خوشی کا باعث ہے۔ اور اُسی کی خبر فی الحقیقت بشارت ہے۔ اگر وہ (مجھے بشارت دیگا) کی جگہ مجھے خبر دیگا۔ کہتا۔ تو وہ سب کے سب آزاد ہو جاتے۔ کیونکہ اُن سب غلاموں نے اُسے اسکے آنیکی خبر دی۔ اور بَشَرَہٗ جسکے معنی ظاہر جلد کے ہیں وہ بھی بشارت ہی سے ماخوذ ہے۔ اور صحیح کی

یہ آیت اس امر کی دلیل ہے کہ عمل ایمان میں داخل نہیں ہیں

جو روشنی اول ہی اول ظاہر ہوتی ہے۔ اسی تباشیر صبح کہتے ہیں۔ اور فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (یعنی دردناک عذاب کا انھیں مژدہ سنا دے) سے غرض ہنسی اور استہزا ہے جس کے سبب سے اس شخص کا غصہ اور غضب زیادہ ہوتا ہے جس سے ہنسی کی جاتی ہے۔ یہ آیت بعینہٖ ایسی ہے جس طرح کوئی شخص اپنے دشمن سے یہ کہتا ہے۔ اَبْشِرْ بِقَتْلِ ذُرِّيَّتِكَ وَنَهْبِ مَالِكَ (یعنی تو اپنی اولاد کے قتل اور اپنے مال کی غارتگری سے خوش ہو جا) اللہ تعالیٰ کے قول اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (یعنی جو لوگ ایمان لائے۔ اور جنھون نے نیک عمل کیے۔ انھین یہ مژدہ سنا دے۔ کہ انکے لیے ایسے باغ ہین۔ جن کے نیچے نہرین جاری ہین) مین کئی مسئلے ہین (پہلا مسئلہ) یہ آیت اس بات کی دلیل ہے۔ کہ عمل ایمان مین داخل نہین ہے کیونکہ اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے جب ایمان کا ذکر کیا۔ اور عمل صالح کا اس پر عطف کیا۔ تو عمل صالح ایمان مین داخل نہین ہے۔ بلکہ اس سے خارج ہے۔ اگر داخل ہو تو عمل صالح کا ذکر مکرر ہو جائیگا۔ ایک دفعہ ایمان کے ضمن مین۔ اور دوسری دفعہ بالاستقلال۔ اور مکرر ذکر ہونا اصل کے خلاف ہے (دوسرا مسئلہ) بعض لوگون نے اس آیت کے ظاہری معنی مراد لیے ہین۔ اور یہ کہا ہے۔ کہ جو شخص ایمان لے آیا اور ایمان لا نیکے بعد اس نے نیک عمل کیے اسکے لیے جنت ہے جب ان لوگون سے یہ کہا گیا تم اس شخص کی نسبت کیا کہتے ہو جو ایمان لے آیا۔ اور ایمان لے آنے کے بعد نیک عمل کرتا رہا پھر وہ کافر ہو گیا۔ تو انھون نے اس کا جواب یہ دیا۔ کہ یہ نہین ہو سکتا کہ کوئی شخص ایمان لائے۔ اور نیک عمل کرے۔ پھر وہ کافر ہو جائے۔ کیونکہ ایمان اور طاعت ہمیشہ کے ثواب کے مستحق ہونیکا سبب ہے۔ اور کفر ہمیشہ کے عذاب کے مستحق ہونے کا موجب اور ہمیشہ کے ثواب کا مستحق ہونا۔ اور ہمیشہ کے عذاب کا مستحق ہونا۔ یہ دونون جمع نہین ہو سکتے۔ ان دونون کا جمع ہونا محال اور ناممکن ہے یعنی یہ نہین ہو سکتا کہ ایک شخص ہمیشہ کے ثواب کا بھی مستحق ہو۔ اور ہمیشہ کے عذاب کا بھی۔ اور یہ بھی نہین ہو سکتا۔ کہ عذاب کے استحقاق کے سبب سے ثواب کا استحقاق زائل اور باطل ہو جائے۔ تو اب اسکے سوا اور کوئی صورت باقی نہین رہی۔ کہ یہ جو تم نے فرض کیا ہے۔ کہ کوئی شخص ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ پھر وہ کافر ہو جائے۔ یہ نہین ہو سکتا۔ یہ ناممکن اور محال ہے اور یہ جو ہم نے کہا ہے۔ کہ عذاب کے استحقاق کے سبب سے ثواب کا استحقاق زائل اور باطل نہین ہو سکتا۔ اسکی کئی دلیلین ہین (پہلی دلیل) یہ ہے کہ ثواب کا استحقاق اور عذاب کا استحقاق ان مین سے ہر ایک دوسری کی ضد ہے۔ یا نہین۔ اگر ہر ایک دوسری کی ضد ہے۔ تو جو استحقاق پیچھے عارض ہوا ہے پہلے استحقاق کا زائل ہونا۔ اس کے عارض ہونیکی شرط ہے۔ یعنی ثواب کے استحقاق کا زائل ہو جانا عذاب کے استحقاق کے عارض ہونیکی شرط ہے۔ اگر پچھلے استحقاق کا عارض ہونا بھی پہلے استحقاق کے زائل ہونیکی علت اور شرط ہو۔ تو دور لازم آئیگا۔ اور دور کے یہ معنی ہین۔ کہ ایک چیز اس چیز پر موقوف ہو۔ جو اس پر موقوف ہے یعنی یہ اس پر موقوف ہو۔ اور وہ اس پر مثلاً اگر یہ کہا جائے۔ کہ بندے کا نیک عمل کرنا بندے سے اللہ کے راضی ہونے پر موقوف ہے۔ اور بندے سے اللہ کا راضی ہونا بندے کے نیک عمل کرنے پر موقوف ہے۔ تو یہ دور ہے۔ اور اس کا محال اور ناممکن ہونا ظاہر اور بدیہی ہے۔ غور اور تامل کی کچھ حاجت نہین۔ اگر ہر ایک دوسری کی ضد نہین ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ان دونون استحقاقون مین تقابل کے باقی اقسام مین سے کسی قسم کا تقابل نہین ہے۔ تو ان دونون استحقاقون کا جمع ہو جانا ممکن ہوگا۔ اور ان دونون استحقاقون کے جمع ہو جانے کا ممکن ہونا محال اور ناممکن ہے۔ تو ان مین سے ہر ایک کا دوسرے کی ضد نہ ہونا۔ ناممکن ہے۔ (دوسری دلیل) یہ ہے۔ کہ ان دونون استحقاقون مین دونون جانبون سے منافات اور مخالفت ہے یعنی ثواب کا استحقاق عذاب کے استحقاق کا منافی اور مخالف ہے۔ اور عذاب کا استحقاق ثواب کے استحقاق کا منافی اور مخالف۔ تو پچھلے استحقاق کے عارض ہونیکے سبب سے پہلے استحقاق کا زائل اور دور ہو جانا۔ اس سے بہتر نہین ہے۔ کہ پہلا استحقاق پچھلے استحقاق کے عارض ہونے کو دفع کرے اور اسے عارض ہونے نہ دے۔ جب پچھلے استحقاق کے عارض ہونے کے سبب سے پہلے استحقاق کا زائل ہو جانا۔ اور پہلے استحقاق کا پچھلے استحقاق کو عارض ہونے نہ دینا۔ یہ دونون برابر ہین۔ تو ان دونون صورتون مین سے کوئی صورت نہین ہو سکتی تو اب یہ دونون استحقاق یا ایک ساتھ موجود ہونگے یعنی ایک ہی وقت مین ثواب کا بھی استحقاق ہے۔ اور عذاب کا بھی۔ اور یہ محال اور ناممکن ہے۔ یا ان مین سے ہر ایک دوسرے کو دفع کرے گا۔ اور ہونے نہ دیگا یعنی ثواب کا استحقاق عذاب کے استحقاق کو دفع کریگا اور ہونے نہین دیگا۔ اور عذاب کا استحقاق ثواب کے استحقاق کو دفع کریگا۔ اور ہونے نہین دیگا۔ جب ہر ایک استحقاق نے دوسرے استحقاق کو دفع کیا۔ اور ہونے نہ دیا۔ تو یہ بات باطل ہو گئی۔ کہ عذاب کے استحقاق نے ثواب کے استحقاق کو زائل اور دور کر دیا۔ کیونکہ جب ثواب کا استحقاق ہے ہی نہین۔ تو عذاب کا استحقاق اُسے کیونکر دور کرے گا۔ اور جب عذاب کا استحقاق خود ہی موجود نہین ہے۔ تو وہ ثواب کے استحقاق کو کس طرح زائل اور دور کریگا (تیسری دلیل) یہ ہے۔ کہ ثواب کا استحقاق اور عذاب کا استحقاق یہ دونون استحقاق یا برابر ہین۔ یا پہلا استحقاق پچھلے استحقاق سے زیادہ ہے۔ یا کم۔ اگر دونون استحقاق برابر ہین۔ مثلاً پہلے ثواب کے دس حصون کا استحقاق حاصل تھا۔ پھر عذاب کے دس حصون کا استحقاق حاصل ہوا

اب ہم یہ کہتے ہین۔ کہ عذاب کی ہر ایک حصے کا استحقاق ثواب کے ہر ایک حصے کے استحقاق کو زائل ور دور کرسکتا ہے۔ اور عذاب کے ہر ایک حصے کا استحقاق ثواب کے ہر ایک حصے کے زائل ور دور
کرنیکی مستقل علت ہے۔ اور جب عذاب کے ہر ایک حصے کا استحقاق ثواب کے ہر ایک حصے کے استحقاق کو زائل کرسکتا ہی۔ اور عذاب کے ہر ایک حصے کا استحقاق ثواب کے ہر ایک
حصے کے استحقاق کو زائل کرنیکی مستقل علت ہے۔ تو عذاب کے اس حصے کا استحقاق جو ثواب کے اس حصے کے استحقاق کو زائل ور دور کری۔ یہ اس سی بہتر نہین ہی۔ کہ عذاب کے اس حصہ کا
استحقاق۔ ثواب کے کسی اور حصے کے استحقاق کو زائل اور دور کری۔ یا عذاب کے کسی اور حصے کا استحقاق ثواب کے اس حصے کے استحقاق کو زائل ور دور کری۔ تو اب یا عذاب کے
ہر ایک حصے کا استحقاق ثواب کے ہر ایک حصے کے استحقاق کو زائل اور دور کریگا۔ اور عذاب کے ہر ایک حصے کا استحقاق ثواب کے ہر ایک حصے کے استحقاق کے زائل ہونے کی مستقل
علت ہوگی۔ تو یہ لازم آئیگا کہ ہر ایک علت کیلیے بہت سے معلول ہون۔ اور ہر ایک معلول کیلیے بہت سی مستقل علتین۔ اور یہ دونون باتین محال اور ناممکن ہین۔ یا مخصص یعنی خاص
کرنے والے کے بغیر عذاب کے ہر ایک حصے کا استحقاق ثواب کے ایک ایک حصے کے استحقاق کو زائل کرنیکے ساتھ خاص ہی۔ اور یہ بھی محال اور ناممکن ہی۔ کیونکہ مرجح یعنی
راجح اور اولی کرنے والے کے بغیر ممکن کی دونون جانبون مین سے ایک جانب کا دوسری جانب سی راجح اور اولی ہوجانا محال اور ناممکن ہی۔ اگر پہلا استحقاق پچھلے
استحقاق سے زیادہ ہی۔ تو پچھلا استحقاق پہلے استحقاق کے صرف بعض اجزا ہی کو دور کرسکتا ہی۔ اور جب صرف بعض اجزا ہی کو دور کرسکتا ہی۔ تو پچھلے استحقاق کے سبب
پہلے استحقاق کے بعض اجزا کا دور ہونا۔ اُس کے باقی اور اجزا کے دور ہونے سے بہتر نہین ہی۔ تو اب یا پچھلا استحقاق پہلے استحقاق کے سب حصون کو زائل اور دور کردیگا۔
اور یہ ناممکن ہی۔ کیونکہ زیادہ کو کم زائل اور دور نہین کرسکتا۔ یا مخصص یعنی خاص کرنے والے کے بغیر پچھلے استحقاق کے ساتھ زائل ہونیکے لیے پہلے استحقاق کے بعض حصے خاص
ہوجائین گے۔ یہ بھی ناممکن اور محال ہی۔ یا پچھلے استحقاق کے سبب پہلے استحقاق کا کوئی حصہ زائل اور دور نہ ہوگا۔ اور یہی ہمارا مقصود اور مدعی ہے۔ اور نیز جب اس پچھلے
استحقاق نے پہلے استحقاق کے بعض حصے زائل اور دور کردیے۔ تو اب یہ پچھلا استحقاق باقی رہیگا۔ یا یہ بھی زائل اور دور ہوجائیگا۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ پچھلا استحقاق باقی رہیگا۔ تو
یہ کسی عاقل کا قول نہین ہی۔ اگر یہ کہا جائی۔ کہ پچھلا استحقاق بھی زائل ہوجائیگا۔ تو یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ ان دونون استحقاقون مین سے ہر ایک استحقاق دوسری استحقاق
کو یا ایک ساتھ زائل اور دور کریگا یا بہ ترتیب یعنی آگے پیچھے۔ ایک ساتھ دور کرنا باطل ہی۔ کیونکہ زائل اور دور کرنے والے کو زائل ور دور کرنے کے وقت موجود ہونا چاہیے
اگر دونون زوال ایک ساتھ موجود ہون گے۔ تو دونون زائل کرنے والے استحقاق بھی ایک ساتھ موجود ہون گے۔ تو یہ لازم آئیگا۔ کہ یہ دونون استحقاق معدوم
ہونیکے وقت موجود ہون۔ اور یہ محال اور ناممکن ہی۔ ہر ایک استحقاق دوسرے استحقاق کو اگر بہ ترتیب یعنی آگے پیچھے زائل اور دور کری۔ تو جس استحقاق نے دوسرے استحقاق کو پہلے زائل کیا ہی۔ وہ غالب ہے۔ اور
دوسرا مغلوب۔ اور مغلوب کا غالب ہوجانا محال ہی۔ اگر پہلا استحقاق پچھلے استحقاق سے کم ہو۔ تو پہلی استحقاق کو پچھلے استحقاق کے بعض حصے زائل ور دور کرینگی۔ اور یہ ناممکن ہے۔ کیونکہ پچھلے استحقاق کے سب
حصے اُسے دور کرسکتے ہین۔ اور اُس کے دور اور زائل کرنے کے ساتھ پچھلے استحقاق کی بعض حصون کا خاص ہوجانا ترجیح بلا مرجح ہے۔ اور یہ ناممکن اور محال ہی۔ یا پچھلے استحقاق
کے کل حصے زائل کرینگے۔ تو یہ لازم آئیگا کہ ایک معلول کیلیے بہت سی مستقل علتین ہون۔ اور یہ بھی ناممکن ہی۔ ان عقلی دلیلون سی یہ ثابت ہوگیا کہ یہ بات باطل ہی۔ کہ عذاب کا استحقاق
ثواب کے استحقاق کو زائل اور باطل کردیتا ہی۔ اور جب عذاب کا استحقاق ثواب کے استحقاق کو باطل نہین کرسکتا۔ تو اعتراض مذکور کے صرف دو جواب ہین (پہلا جواب) ان لوگون کا
ہے۔ جنھون نے موافات کا اعتبار کیا ہی۔ موافات کے یہ معنی ہین۔ کہ ایمان کے حاصل ہونیکی یہ شرط ہی۔ کہ بندہ کافر ہوکر نہ مری۔ اگر کافر ہوکر مرا۔ تو ہمین یہ معلوم ہوگیا۔ کہ وہ پہلے ہی سی کافر تھا
ایمان نہین لایا تھا۔ اس جواب کا باطل ہونا ظاہر بدیہی ہی۔ (دوسرا جواب) یہ ہے۔ کہ بندہ نہ طاعت کرنے سے ثواب کا مستحق ہے۔ نہ گناہ کرنے سے عذاب کا۔ یہ اہل سنت کا قول ہے
اور ہم کو بھی یہی قول پسند ہی اور یہی قول ان خرابیون اور تاریکیون سی رہائی اور نجات دیتا ہے۔ (تیسرا مسئلہ) معتزلہ اس آیت سے اس امر پر دلیل لائی ہین کہ بندہ طاعت کرنے
سی ثواب کا مستحق ہی۔ اور دلیل کی تقریر یہ بیان کی ہی۔ کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھین یہ خوشخبری سنائی کہ اُن کیلیے جنتین ہین اُس وقت انھین یہ جنتین بالفعل حاصل نہ تھین جب
یہ جنتین انھین بالفعل حاصل نہ تھین تو لامحالہ اس آیت کے یہی معنی ہین کہ وہ جنتون کے مستحق ہین۔ کیونکہ یہ جائز ہی۔ کہ یہ کہین کہ فلان شخص کو فلان چیز حاصل ہی۔ اور مجاز کے طریق سی یہ مراد
لین کہ فلان شخص فلان چیز کا مستحق ہی۔ (چوتھا مسئلہ) کھجورون اور ایسے درختون کے باغ کو جنت کہتے ہین جو بہت گھن کے ہون۔ اور شہنیون کے باہم ملنے کے سبب سے جن کا خوب

سایہ ہو۔ اور جنت جَنَّہٗ (اُس نے اُسے چھپایا) کے مصدر سی فَعْلَۃٌ کے وزن پر ہی۔ اور جنت کے معنی ایکدفعہ چھپانے کے ہین۔ کھجورون اور ایسے درختون کی باغ کو جو بہت گھن کے ہون اور جن کا خوب سایہ ہو۔ اس سبب سی جنت کہتے ہین۔ کہ ٹہنیون کے باہم خوب ملنے کے سبب اُن درختون کا زمین کو چھپاتا۔ اور زمین پر سایہ کرنا گویا ایکدفعہ چھپانا ہی۔ اور ثواب کے گھر کو جنت اس سبب سے کہتے ہین۔ کہ اُس مین بہت سی جنتین ہین۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جنت کا لفظ نکرہ و انہار کا لفظ معرفہ کیون آیا۔ تو اُس کے اس قول کا یہ جواب ہی۔ کہ جنات کا لفظ اس سبب سے نکرہ آیا کہ ثواب کے پوری گھر کو جنت کہتے ہین۔ اور اُس مین بہت سی جنتین ہین۔ اور عمل کرنے والون کے استحقاق کے موافق ہر جنت مین بہت سی مرتبے ہین عمل کرنے والون کے ہر گروہ کے لیے اُن جنتون مین سی بہت سی جنتین ہین۔ اس جواب کا حاصل یہ ہی۔ کہ جنتین بہت سی ہین معین نہین ہین۔ اس سبب سی جنت کا لفظ نکرہ آیا۔ اور انہار کا لفظ معرفہ اس سبب سی آیا۔ کہ انہار سی باجنس مراد ہی۔ جس طرح یہ کہتے ہین۔ لِفُلَانٍ بُسْتَانٌ فِیْهَا الْمَاءُ الْجَارِیْ وَالتِّیْنُ وَالْعِنَبُ (فلان شخص کا ایسا باغ ہی جس مین آب روان اور انجیر و انگور ہی) اور تعریف کے لام سی پانی اور انجیر اور انگور کی جنسون کی طرف اشارہ کرتے ہین۔ جنہین مخاطب جانتا ہی۔ یا الانہار مین جو تعریف کا لام ہی اُس سی اُن نہرون کی طرف اشارہ ہی جن کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس قول مین ہی۔ فِیْهَا اَنْهَارٌ مِّنْ مَّاءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ وَاَنْهَارٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ (جنت مین ایسے پانی کی نہرین ہین جس کا مزا اور رنگ نہین بدلا۔ اور ایسے دودھ کی نہرین ہین جس کا مزا متغیر نہین ہوا۔) اللہ تعالیٰ کا قول کُلَّمَا رُزِقُوْا تین حال سی خالی نہین ہی۔ یا جَنّٰتٌ کی دوسری صفت ہی۔ یا محذوف مبتدا کی خبر۔ یا جملہ مستانفہ (جملہ مستانفہ اُس جملے کو کہتے ہین۔ جسے ماقبل سے کچھ اعرابی تعلق نہ ہو۔) کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ (یعنی اُن کے لیے جنتین ہین) تو ضرور بالضرور سامع کے دل مین یہ آیا۔ کہ ان جنتون کے پھل دنیا کے پھلون کے مناسب اور مشابہ ہین یا نہین۔ سامع کے دل مین جو یہ سوال پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کے اس سوال کی جواب مین کُلَّمَا رُزِقُوْا ارشاد فرمایا۔ اس آیت مین کئی سوال ہین (پہلا سوال) مِنْ ثَمَرَةٍ ترکیب مین کیا ہی۔ (جواب) اس کی دو توجیہین ہین۔ (پہلی توجیہ) یہ ہی۔ کہ یہ آیت تمہارے اس قول کی مثل ہی۔ کُلَّمَا اَکَلْتُ مِنْ بُسْتَانِکَ مِنَ الرُّمَّانِ شَیْئًا حَمِدْتُّکَ (جب مین نے تیری باغ مین سی انار مین سی کچھ کھایا۔ تو تیری حمد ثنا کی۔ اور شکر ادا کیا) تمہاری اس قول مین مِنَ الرُّمَّانِ کا لفظ مِنْ ثَمَرَةٍ کی جگہ واقع ہوا ہی۔ اس آیت مین دونون مِنْ ابتدا کے لیے ہین۔ کیونکہ رزق کی ابتدا جنتون سی ہی۔ اور جنتون کی رزق کی ابتدا پھل ہی۔ اور اس تفسیر کے مطابق پھل سے ایک سیب یا ایک انار مراد نہین ہی۔ کیونکہ تمام جنتون کی رزق کی ابتدا ایک سیب یا ایک انار سی نہین ہی۔ بلکہ پھل کی قسمون مین سی ایک قسم مراد ہی۔ (دوسری توجیہ) یہ ہی۔ کہ مِنْ ثَمَرَةٍ۔ مِنْهَا کا بیان ہی۔ جیسے تیری قول رَاَیْتُ مِنْكَ اَسَدًا مین مِنْكَ اَسَدًا کا بیان ہی اور اس قول سی تیری مراد یہ ہی کہ تو شیر ہے۔ اس تفسیر کے مطابق ثَمَرَةٍ سے پھل کی ایک قسم بھی مراد ہو سکتی ہی۔ اور ایک خاص پھل بھی (دوسرا سوال) یہ کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ یہ رزق جو ہمین اب ملا ہی۔ یہ وہی ہی جو ہمین پہلے ملا تھا حالانکہ یہ رزق جو اُنھین اب ملا ہی۔ یہ اور ہی۔ اور جو پہلے ملا تھا وہ اور تھا۔ (جواب) جب یہ دونون رزق حقیقت اور ماہیت مین ایک ہین۔ اگرچہ خصوصیت اور شخصیت کے اعتبار سے یہ دونون مختلف ہین یعنی یہ اور شخص ہے۔ اور وہ اور شخص تھا۔ تو اُن کا یہ کہنا صحیح ہی۔ یہ رزق جو ہمین اب ملا ہی۔ یہ وہی ہی جو پہلے ملا تھا یعنی ان دونون رزقون کی حقیقت اور ماہیت ایک ہی۔ کیونکہ دو چیزون کی حقیقت اور ماہیت کے ایک ہونے سے یہ لازم نہین آتا۔ کہ اُن مین خصوصیت اور شخصیت کے اعتبار سی اختلاف نہ ہو۔ یعنی حقیقت کے ایک ہونے سی یہ لازم نہین آتا۔ کہ شخصی کثرت نہ ہو۔ اسی سبب سے جب بیٹا باپ کے بہت مشابہ ہوتا ہی۔ اور بیٹے کی شکل باپ کی شکل سی بہت ملتی جلتی ہوئی ہوتی ہی۔ تو اُس بیٹے کو یہ کہتے ہین۔ کہ یہ تو بعینہٖ باپ ہی (تیسرا سوال) یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہی۔ کہ جو رزق اُنھین جنت مین ملے گا۔ اُس رزق کو اُنھون نے اُس رزق کے ساتھ تشبیہ دی۔ جو اُنھین اُس سی پہلے ملا تھا۔ تو مشبہ یعنی جنت مین جو رزق ملے گا۔ اُسے جس رزق کے ساتھ تشبیہ دی ہی۔ وہ دنیا کا رزق ہی۔ یا جنت کا (جواب) اس مین دو قول ہین۔ (پہلا قول) یہ ہی۔ کہ جس رزق کی ساتھ تشبیہ دی ہی۔ وہ دنیا کا رزق ہی۔ اس قول کی دو دلیلین ہین (پہلی دلیل) یہ ہی۔ کہ انسان جس چیز کا خوگر ہوتا ہی۔ اُس کی ساتھ اُسے زیادہ اُنس ہوتا ہی۔ اور جسے جانتا ہے۔ اُس کی طرف بہت مائل ہوتا ہی۔ اور جب ایسی چیز دیکھتا ہے جس کا خوگر نہین ہی۔ تو اُس کی طبیعت اُس سی نفرت کرتی ہی۔ جس چیز کا خوگر ہے۔ جب اُسی قسم کی کوئی چیز اُسے ملتی ہی۔ اور اُسے اُس چیز سے بہتر اور عمدہ پاتا ہی۔ جس کا وہ پہلے سے خوگر ہے تو اُس چیز کے ساتھ اُسے بے انتہا خوشی اور سرور ہوتا ہی۔ اہل جنت کو پہلے دنیا مین انار ملا۔ پھر آخرت مین۔ اور اُنھون نے جنت کے انار کو دنیا کے انار سے بہت پاکیزہ اور نہایت عمدہ پایا۔ تو اُنھین جنت کے اس انار سے جو خوشی ہوگی۔ وہ اُس خوشی سی بہت شدید اور زیادہ ہوگی

جو اُنھین جنت مین ایسی چیز کے ملنے سی ہوئی ہی۔ جسے اُنھون نے دنیا مین نہین دیکھا تھا (دوسری دلیل) یہ ہی۔ کہ جنت مین جتنی دفعہ اور جتنی مرتبہ اُنھین رزق ملیگا اللہ تعالی کا یہ قول کُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا (یعنی اُنھین جنت مین جب رزق ملیگا جبھی وہ یہ کہین گے۔ یہ وہی ہی۔ جو ہمین پہلے ملا تھا) اُن سب دفعون اور سب مرتبون کو شامل ہی۔ تو جنت مین جو اُنھین پہلی دفعہ اور پہلی مرتبہ رزق ملا ہی۔ اللہ تعالی کا یہ قول اُس پہلی دفعہ اور پہلے مرتبے کو بھی شامل ہی۔ تو جب اُنھین جنت مین پہلی دفعہ اور پہلی مرتبہ رزق ملیگا۔ اُسوقت بھی وہ یہی کہین گے یہ وہی ہی۔ جو ہمین پہلے ملا تھا۔ اور جنت مین جو رزق اُنھین پہلی دفعہ اور پہلی مرتبہ ملا ہے اُس سی پہلے اُنھین جنت کا رزق نہین ملا ہی۔ تاکہ جنت کے پہلی دفعہ اور پہلے مرتبے کے رزق کو جنت کے اُس رزق کے ساتھ تشبیہ دیجائے۔ تو جس رزق کے ساتھ جنت کے رزقون کو تشبیہ دی گئی ہی۔ اُس سی دُنیا کا رزق مراد لینا واجب اور ضروری ہے۔ (دوسرا قول) یہ ہی۔ کہ جس رزق کے ساتھ جنت کے رزق کو تشبیہ دی گئی ہی۔ وہ بھی جنت ہی کا رزق ہی۔ اور مراد یہ ہی۔ کہ جنت مین جو اُنھین رزق دیے جائین گے وہ باہم مشابہ ہونگے۔ اور ان لوگون کا باہم اس امر مین اختلاف ہی۔ کہ جنت کے رزق باہم کس چیز مین مشابہ ہین۔ اس مین دو قول ہین (پہلا قول) یہ ہی۔ کہ جمیع اوقات کے رزق مقدار اور درجے مین برابر ہونگے۔ ایک وقت کا رزق باقی وقتون کے رزق سی مقدار اور درجے مین نہ زائد ہوگا۔ نہ کم (دوسرا قول) یہ ہی۔ کہ جنت کے رزقون کی شکل اور رنگ ایک ہوگا۔ دوسرے رزق کی شکل اور رنگ پہلے رزق کی شکل اور رنگ کے مثل ہوگا۔ جیسا حسنؓ سے روایت ہی۔ اور یہ لوگ بھی باہم مختلف ہین۔ ان مین سے بعضے یہ کہتے ہین کہ جنت کے رزق جس طرح رنگ مین باہم مشابہ ہین۔ اسی طرح مزے مین بھی باہم مشابہ ہین۔ کیونکہ جب انسان کو کوئی چیز لذیذ معلوم ہوتی ہی۔ اور پسند آجاتی ہی۔ تو اُس کا دل پھر ویسی ہی چیز کو چاہتا ہی۔ جب اُسے پھر ایسی چیز ملجاتی ہی۔ جو ہر طرح سے پہلی چیز کی مثل ہی۔ تو اُسے بے انتہا لذت حاصل ہوتی ہی۔ اور بعضے یہ کہتے ہین۔ کہ جنت کے رزق اگرچہ رنگ مین باہم مشابہ ہین۔ لیکن مزے مین مختلف ہین جیسا حسنؓ نے کہا ہے۔ اہل جنت مین سے ایک شخص کے پاس کھانے کی رکابی لائی جائیگی۔ تو وہ اُس مین سے کچھ کھائیگا۔ پھر اُس کے پاس دوسری رکابی لائی جائیگی۔ تو وہ یہ کہیگا۔ یہ تو وہی ہے جو پہلے ملا تھا۔ فرشتہ کہیگا۔ اس مین سے بھی کھائے۔ ان دونون کا رنگ ایک ہی۔ اور مزہ مختلف۔ اور اہل معرفت کا اس آیت مین تیسرا قول ہی۔ اور وہ یہ ہی۔ کہ سعادت کا کمال صرف اللہ تعالی کی ذات کی معرفت اور اللہ تعالی کی صفات کی معرفت اور اللہ تعالی کے افعال (یعنی کرّوبی فرشتے یعنی جو فرشتے طاق اور سب فرشتون کے سردار ہین۔ اور روحانی فرشتے اور روحون کے گروہ اور آسمانون کا عالم) کی معرفت ہی۔ حاصل یہ ہے۔ کہ انسان کی روح کو اُس آئینے کی مثل ہوجانا چاہیے جو عالم قدس کے محاذی اور مقابل ہی۔ یہ معرفتین دُنیا مین بھی حاصل ہوتی ہین۔ مگر دنیا مین ان سی پوری لذت اور پورا سرور حاصل نہین ہوتا۔ کیونکہ بدنی تعلقات ان سعادتون اور لذتون کے حاصل ہونے سے مانع ہین۔ جب مانع زائل ہوجاتا ہی۔ تو بڑی بڑی سعادتین اور بڑی بڑی لذتین حاصل ہوتی ہین۔ حاصل یہ ہی۔ کہ انسان کو مرنے کے بعد جو روحانی سعادت ملیگی اُس کی نسبت وہ یہی کہیگا۔ یہ وہی ہی۔ جو مجھے دنیا مین حاصل تھی۔ اور اس مین یہ اشارہ ہے۔ کہ نفسانی کمال جو دنیا مین حاصل تھے۔ وہی آخرت مین حاصل ہونگے۔ صرف فرق اتنا ہی۔ کہ دنیا مین اُن سے لذت اور بہجت اور سرور حاصل نہین ہوا تھا۔ اور آخرت مین حاصل ہوگا۔ کیونکہ جو بدنی تعلقات لذت اور بہجت اور سرور کے حاصل ہونے سے مانع تھے۔ وہ زائل ہوگئے۔ اللہ تعالے کے قول وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا (یعنی جنت مین جو اُنھین رزق ملین گے۔ وہ مشابہ ہون گی) مین کئی سوال ہین (پہلا سوال) اللہ تعالی کے قول وَاُتُوْا بِهٖ مین بہ کی ضمیر کس کی طرف پھرتی ہی۔ (جواب) اگر یہ کہین۔ کہ مشبہ بہ یعنی جس رزق کے ساتھ جنت کے رزق کو تشبیہ دی ہی۔ وہ دنیا کا رزق ہی۔ تو بہ کی ضمیر دنیا اور آخرت کے رزق کی طرف پھرتی ہی یعنی اُتُوْا بِذٰلِكَ النَّوْعِ مُتَشَابِهًا یعنی اُنھین اس نوع کا رزق ملا۔ اور اس نوع کے رزق مین سے جو اُنھین آخرت مین ملا ہے۔ وہ اُس رزق کے مشابہ ہے۔ جو اُنھین اس نوع کے رزق مین سے دنیا مین ملا تھا۔ اگر یہ کہین کہ مشبہ بہ یعنی جس رزق کے ساتھ جنت کے رزق کو تشبیہ دی ہی۔ وہ بھی جنت ہی کا رزق ہی۔ تو بہ کی ضمیر جنت کے رزق کی طرف پھرتی ہی۔ یعنی اُتُوْا بِذٰلِكَ النَّوْعِ فِي الْجَنَّةِ یعنی اُنھین جنت مین اس نوع کا رزق دیا جائیگا۔ اور اس نوع کے رزق کے بعض افراد بعض افراد کے مشابہ ہونگے (دوسرا سوال) اللہ تعالی کا قول وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ترکیب مین کیا واقع ہوا ہی (جواب) اللہ تعالی نے جب یہ قول قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ (یعنی تو وہ یہی کہین گے یہ وہی ہی۔ جو ہمین پہلے ملا تھا۔) مین یہ بیان کیا۔ کہ اہل جنت یہ دعوی کرینگے۔ کہ جنت کے رزق مشابہ ہین۔ تو اللہ تعالی نے اپنے قول وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا (یعنی اُنھین ایسے رزق دیے جائین گے جو مشابہ ہونگے کے ساتھ اُن کے اس دعوی کی تصدیق کی۔ اللہ تعالی کے قول وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ (یعنی جنتون مین مردون کے لیے پاک بیبیان اور عورتون کیلئے پاک شوہر ہین) سے یہ مراد ہے۔ کہ

جنت میں مردوں کی بیبیوں کے بدن حیض اور استحاضے اور کل نجاستوں سے پاک ہوں گے۔ اور عورتوں کے شوہر تمام بُری خصلتوں سے پاک اور مقدس ہوں گے۔ خصوصاً اُن خصلتوں سے جو عورتوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ہم نے اس آیت سے یہ معنی (کہ جنت میں مردوں کیلئے پاک بیبیاں ہیں۔ اور عورتوں کے لیے پاک شوہر) صرف اس سبب سے مُراد لیے ہیں۔ کہ مشترک چیزوں میں عورت اور مرد دونوں شریک ہیں۔ اشارہ فہم اور رمز شناس لوگوں نے کہا ہے۔ یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے۔ کہ یہاں کئی مسئلوں سے آگاہ اور متنبہ ہو جانا چاہیے (پہلا مسئلہ) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حیض کی حالت میں تجھے عورت کی مباشرت سے منع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ (اے محمد صلعم تو اُن سے یہ کہدے یہ حیض نجاست ہے لہذا حیض کی حالت میں تم عورتوں سے الگ رہو) جب اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی اُس نجاست کے سبب سے جو اُن کے اختیار میں نہیں ہے۔ اور جس میں وہ معذور ہیں تجھے اُن کے قریب جانے سے منع کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ تیرے گناہوں کی نجاستوں کے سبب سے جن میں تو معذور نہیں ہے۔ جنت کی اُن بیبیوں کے قریب جانے سے جو بہت مقدس اور پاک ہیں ضرور بالضرور منع کریگا (دوسرا مسئلہ) یہ ہے۔ کہ جو شخص حلال طریق سے اپنی نفسانی خواہش پوری کرتا ہے۔ اُسے اُس مسجد میں جانا منع ہے۔ جس میں ہر ایک نیک و بد جاتا ہے۔ تو جو شخص حرام طریق سے اپنی نفسانی خواہش پوری کریگا۔ وہ اُس جنت میں کس طرح جا سکتا ہے جس میں پاک اور مقدس لوگوں کے سوا اور کوئی نہیں رہتا۔ اسی سبب سے جب آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی وہ جنت سے نکال دیے گئے (تیسرا مسئلہ) یہ ہے۔ جس کے کپڑے پر ذرے کے برابر بھی نجاست ہو۔ شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اُس کی نماز نہیں ہوتی۔ تو جس شخص کے دل پر دنیا کی بہت زیادہ گناہوں کی نجاستیں ہوں۔ اُس کی نماز کس طرح قبول ہو گی۔ اس آیت میں دو سوال ہیں۔ (پہلا سوال یہ ہے۔ موصوف کی طرح صفت جمع کیوں نہیں آئی۔ یعنی اَزْوَاجٌ مُطَهَّرَاتٌ کیوں نہیں ارشاد فرمایا (جواب) یہ دونوں لغت صحیح ہیں۔ یعنی اگر موصوف جمع ہو۔ تو صفت کا جمع لانا بھی فصیح ہے۔ اور واحد مؤنث لانا بھی اَلنِّسَاءُ فَعَلْنَ اور اَلنِّسَاءُ فَعَلَتْ دونوں طرح سے بولتے ہیں۔ اور حماسہ کا یہ شعر بھی اسی قسم کا ہے ؎ وَاِذَا الْعَذَارٰى بِالدُّخَانِ تَقَنَّعَتْ + وَاسْتَعْجَلَتْ نَصْبَ الْقُدُوْرِ فَمَلَّتْ + (اور جب کنواریوں نے چہرے پر دھوئیں کا نقاب ڈال لیا + اور چولھوں پر ہانڈیاں رکھدیں۔ اور تھک گئیں) اور اَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ کی اصل جَمَاعَةُ اَزْوَاجٍ مُطَهَّرَةٍ ہے یعنی مُطَهَّرَةٌ فی الحقیقت ازواج کی صفت نہیں ہے۔ بلکہ جماعت کی صفت ہے۔ جو جمع نہیں ہے۔ اور زید بن علی کی قرات مُطَهَّرَاتٌ ہے اور عبید بن عمیر کی مُطَّهِرَةٌ جس کی اصل مُتَطَهِّرَةٌ ہے (دوسرا سوال) اللہ تعالیٰ نے طَاهِرَةٌ کیوں نہیں ارشاد فرمایا (جواب) مُطَهَّرَةٌ میں یہ اشارہ ہے۔ کہ کسی پاک کرنیوالے نے اُنھیں پاک کیا ہے۔ اور اُن کا پاک کرنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اور اس سے اہل جنت کی شان کی بڑی عظمت سمجھی جاتی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہی نے اُن بیبیوں کو اہل جنت کے لیے آراستہ اور مزین کیا ہے۔ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُوْنَ۔ معتزلہ نے یہ کہا ہے۔ کہ اس آیت میں خلد کے معنی ہمیشہ باقی رہنے کے ہیں۔ اور وہ آیت اور امرؤالقیس کے شعر سے اس پر دلیل لائے ہیں۔ آیت یہ ہے۔ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَاِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ (ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کے لیے ہمیشگی نہیں کی ہے۔ اگر تو مر جائے گا۔ تو کیا وہ ہمیشہ رہیں گے) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بشر سے خلد کی نفی کی اور یہ ارشاد فرمایا۔ کہ کسی بشر کے لیے خلد نہیں ہے۔ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے بعض آدمیوں کو طویل عمر عطا فرمائی ہے۔ بشر کیلیے خلد ثابت نہیں ہے۔ اور طویل عمر ثابت ہے۔ اور جو چیز ثابت ہو۔ اور جو ثابت نہ ہو۔ وہ دونوں باہم مغایر ہیں۔ یعنی خلد کے معنی طویل عمر کے نہیں ہیں۔ جب خلد کے معنی طویل عمر کے نہ ہوئے تو ہمیشہ باقی رہنے کے ہیں۔ کیونکہ خلد میں یہی دو احتمال ہیں یعنی طویل عمر اور ہمیشہ باقی رہنا۔ اور جب ان میں سے ایک احتمال (یعنی طویل عمر) باطل ہو گیا۔ تو دوسرا احتمال (یعنی ہمیشہ باقی رہنا) ثابت ہو گیا۔ اور امرؤالقیس کا شعر ہے ؎ وَهَلْ يَعِمَنْ اِلَّا سَعِيْدٌ مُخَلَّدٌ + قَلِيْلُ الْهُمُوْمِ مَا يَبِيْتُ بِاَوْجَالٍ (نیک بخت ہی داخل ہوگا۔ اور جو بے غم ہے۔ اور جس کی رات بے خوف و خطر گذرتی ہے) اس شعر میں خلد کے معنی دوام اور ہمیشگی کے ہیں۔ اور اہل سنت و جماعت نے کہا ہے خلد کے معنی مدت دراز تک رہنے کے ہیں۔ خواہ ہمیشگی اور دوام ہو۔ خواہ نہ ہو۔ اور وہ آیت اور اہل لسان کے محاورے سے اس پر دلیل لائے ہیں۔ آیت یہ ہے۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا (جنت میں ہمیشہ رہیں گے) اگر خلد کے معنی ہمیشہ رہنے کے ہوتے۔ تو خلد کے بعد پھر اَبَدًا کے ذکر کرنے سے تکرار لازم آتی۔ اور تکرار قبیح ہے تو معلوم ہوا۔ کہ خلد کے معنے ہمیشہ رہنے کے نہیں ہیں۔ بلکہ ایک مدت دراز تک رہنے کے ہیں۔ اور اہل لسان کا محاورہ یہ ہے حَبَسَ فُلَانٌ فُلَانًا حَبْسًا مُخَلَّدًا۔ اس محاورے کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ فلاں شخص نے فلاں شخص کو ہمیشہ کے لیے قید کر دیا۔ کیونکہ قید کے لیے دوام اور ہمیشگی نہیں ہے۔ بلکہ اُس کے لیے انتہا اور انقطاع ہے۔ اس کے یہی معنی ہیں۔ کہ فلاں شخص نے فلاں شخص کو ایک مدت دراز تک محبوس اور مقید کر دیا۔

اور وقف ناموں کی یہ عبارت (وَقَفْتُ وَقْفًا مُخَلَّدًا) اسی امر کی دلیل ہے۔ کیونکہ اس عبارت مین خلد کے معنی مدت دراز کے ہین دوام اور ہمیشگی کے نہین ہین۔ کیونکہ وقف کیلئے دوام اور ہمیشگی لازم نہین ہے۔ بلکہ اُسکے لئے انتہا اور انقطاع ہے۔ بحث صرف اس امر مین تھی۔ کہ خلد کا لفظ ثواب کی ہمیشگی و دوام پر دلالت کرتا ہے۔ یا نہین۔ اور۔ اور لوگون نے یہ کہا ہے۔ کہ ثواب کی ہمیشگی و دوام کا واجب اور ضروری ہونا عقلی دلیل سے ثابت ہے۔ اور وہ عقلی دلیل یہ ہے۔ کہ اگر ثواب کی ہمیشگی اور دوام واجب و ضروری نہ ہو تو ثواب کا منقطع اور منتہی ہوجانا جائز اور ممکن ہوگا۔ اور ثواب کے منقطع اور منتہی ہوجانیکا ڈر اُس نعمت اور اس ثواب کو منغص اور مکدر کردیگا اور یہ نعمت اور یہ ثواب جس قدر بہت بڑا ہوگا اُسی قدر اسکے منقطع اور منتہی ہوجانیکا خوف اور ڈر بہت زیادہ ہوگا۔ اور اس سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ اہل ثواب ہر وقت مغموم اور حسرت زدہ رہین۔ اور کسی وقت غم اور حسرت سے خالی اور جدا نہون۔ اور اللہ تعالیٰ حقیقت حال سے خوب آگاہ اور واقف ہے۔ اِنَّ

اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا وَمَا یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

(بیشک اللہ کسی مثل کے بیان کرنے سے نہین شرماتا۔ مچھر کی مثل کے بیان کرنے سے نہ اُس مثل کے بیان کرنے سے۔ جو مچھر کی مثل سے بھی اور زیادہ حقیر ہے۔ لیکن مومن اور مسلمان تو یہ جانتے ہین۔ کہ یہ مثل حق ہے۔ اور اللہ کی جانب سے ہے۔ اور کافر یہ کہتے ہین۔ کہ اس مثل کے بیان کرنے سے اللہ کی کیا غرض ہے۔ اس مثل کے بیان کرنے سے اللہ بہت سے لوگون کو گمراہ کرتا ہے۔ اور بہت سون کو ہدایت۔ اور اس مثل کے بیان کرنے سے انکی سرکشون اور بدکارون کو گمراہ کرتا ہے۔ جو اللہ سے مضبوط عہد کرنے کے بعد اُسے توڑ ڈالتے ہین۔ اور جس چیز کے ملانے کا اللہ نے حکم کیا ہے۔ اُسے کاٹ ڈالتے ہین۔ اور زمین مین فساد برپا کرتے ہین۔ یہی لوگ خسارے اور ٹوٹے مین ہین) جاننا چاہیے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ دلیل کے ساتھ یہ بات ثابت کرچکا۔ کہ قرآن معجز ہے۔ اور سارا عالم قرآن کی مثل کے بنانے سے عاجز ہے۔ تو اس آیت مین اُس اعتراض اور شبہے کو بیان کیا۔ جو کافرون نے قرآن کے معجز ہونے پر کیا تھا۔ اور اُس کا جواب دیا۔ اُس اعتراض اور شبہے کی تقریر یہ ہے۔ کہ قرآن مین شہد کی مکھی۔ اور مکھی۔ اور مکڑی۔ اور چیونٹی کا ذکر ہے۔ اور یہ چیزین اس قابل نہین ہین۔ کہ ان کا ذکر فصحا کے کلام مین ہو۔ تو قرآن ان چیزون کے ذکر پر مشتمل ہونے کے سبب سے فصیح ہی نہین ہے۔ چہ جائیکہ معجز ہو۔ اور سارا عالم اُس کی مثل کے بنانے سے عاجز ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا۔ کہ ان چیزون کا حقیر اور صغیر ہونا غیر فصیح ہونے کا سبب نہین ہے۔ جبکہ ان کے ذکر مین بڑی بڑی حکمتین ہون۔ اس آیت کو جو پہلی آیت سے تعلق ہے۔ یہ اُسی تعلق کی طرف اشارہ ہے۔ اس آیت مین کئی مسئلے ہین (پہلا مسئلہ) ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ جب یہ آیت (یعنی یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ یعنی اے لوگو ایک مثل بیان کی جاتی ہے تم اُسے کان لگا کر سنو) نازل ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے بتون پر طعن کیا۔ اور بتون کی عبادت کو مکڑی کے جالے سے تشبیہ دی۔ تو یہودیون نے یہ کہا۔ کہ مکڑی اور مکھی کی کیا حقیقت اور قدر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ مثل بیان کرے۔ یہودیون کے اس قول کے جواب مین یہ آیت نازل ہوئی (دوسرا قول) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا مین آگ اور اندھیرون اور گرج اور بجلی کے ساتھ مثلین بیان کین۔ تو منافقون نے ان مثلون پر طعن کیا۔ منافقون کے اس طعن کے جواب مین یہ آیت نازل ہوئی۔ (تیسرا قول) یہ ہے۔ کہ یہ طعن مشرکون کی جانب سے تھا۔ قفال نے کہا ہے۔ اس آیت مین ان تینون قولون کا احتمال ہے۔ لیکن یہ احتمال کہ یہودیون نے طعن کیا تھا۔ اور ان کے طعن کے جواب مین یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے آخر مین یہ ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَا یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ (اور اس مثل کے بیان کرنے سے انھی سرکشون اور بدکارون کو گمراہ کرتا ہے۔ جو اللہ سے مضبوط عہد کرنے کے بعد اُسے توڑ ڈالتے ہین) اور یہ یہودیون کی صفت اور حالت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بعد بنی اسرائیل ہی کو یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ عہد پورا کرو۔ اور کافرون اور منافقون کا سورۂ مدثر کی اس آیت مین ذکر ہے۔ وَلِیَقُوْلَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (تاکہ جن لوگون کے دلون مین بیماری ہے۔ وہ اور کافر یہ کہین کہ اس مثل کے بیان کرنے سے اللہ کی کیا غرض ہے۔ اسی طرح اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے) سورۂ مدثر کی اس آیت مین اَلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ سے منافق مراد ہین۔ اور اَلْكٰفِرُوْنَ سے اہل کتاب

کہ اُس سے مشرک مراد ہون۔ کیونکہ سورۂ مدثر مکے مین نازل ہوئی ہی۔ سورۂ مدثر کی اس آیت مین منافق اور مشرک دونون گروہون کو اکٹھا کر دیا جب یہ امر ثابت ہوگیا۔ تو اب ہم یہ کہتے ہین۔ کہ اس آیت مین ان تینون قولون کا احتمال ہی۔ کیونکہ کافر اور منافق اور یہودی یہ سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا دہی مین باہم موافق تھے۔ اور اس سورۃ کے شروع سے اس جگہ تک یہودیون کا ذکر اور منافقون کا ذکر اور مشرکون کا ذکر ہوا۔ اور یہودی اور منافق اور مشرک یہ سب کے سب اَلَّذِيْنَ کفروا مین داخل ہین۔ اس کے بعد پھر قفال نے یہ کہا ہے۔ یہ بھی ممکن ہی۔ کہ یہ آیت بغیر کسی سبب کے ابتداءً نازل ہوئی ہو۔ کیونکہ اسکے معنی فی ذاتہٖ مفید اور سودمند ہین (دوسرا مسئلہ) جاننا چاہیے۔ کہ جس چیز کے ساتھ عیب لگایا جاتا ہی۔ اور مذمت کی جاتی ہی۔ اُس کے خوف سے انسان کے بدن کو جو تغیر اور شکستگی لاحق ہوتی ہی۔ اُس تغیر اور شکستگی کو حیا کہتے ہین حیا کا لفظ حیات کے لفظ سے بنا ہے۔ جب حیا کے معنی ذہن نشین ہوگئے۔ تو یہ امر ظاہر اور واضح ہوگیا۔ کہ حیا اللہ تعالیٰ کی صفت نہین ہوسکتی۔ اور اللہ تعالیٰ کا حیا کے ساتھ موصوف ہونا ناممکن ہے۔ کیونکہ حیا اس تغیر کو کہتے ہین۔ جو بدن کو عارض ہوتا ہی۔ اور بدنی تغیر بدن اور جسم کے بغیر غیر ممکن اور غیر متصور ہی۔ لیکن حدیثون مین حیا کا لفظ اللہ تعالیٰ کی شان مین آیا ہے۔ رَوَی سَلْمَانُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِيْ اِذَا رَفَعَ الْعَبْدُ اِلَيْهِ يَدَيْهِ اَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا۔ یعنی سلمان نے روایت کی ہی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بڑا باحیا اور کریم ہے۔ جب بندہ دعا کے وقت اپنے دونون ہاتھ اُسکی طرف اُٹھاتا ہے تو اُن کے خالی پھیرنے سے اُسے حیا آتی ہی۔ جب حدیثون مین اللہ تعالیٰ کی شان مین حیا کا لفظ آیا ہی۔ اور اللہ تعالیٰ کی شان مین حیا کے حقیقی معنی مراد نہین ہوسکتے۔ تو حیا کے لفظ مین تاویل کرنی واجب اور ضرور ہوئی۔ اور تاویلین دو ہین (پہلی تاویل) (اس قسم کے جتنے لفظ اللہ تعالیٰ کی شان مین آئے ہین اُن سب لفظون مین یہی قاعدہ کلیہ ہی) یہ ہی۔ کہ جو صفتین جسمون اور بدنون کے ساتھ خاص ہین۔ جب اللہ تعالیٰ اُن صفتون کے ساتھ موصوف ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کی شان مین اُن صفتون سے اُن کی نہایت اور غایت مراد ہوتی ہی۔ اُن کی ابتدا اور بدایت مراد نہین ہوتی۔ اس کی مثال یہ ہی۔ کہ حیا ایک ایسی صفت اور حالت ہی۔ جو انسان کے لیے حاصل ہوتی ہی۔ لیکن حیا کے لیے بدایت اور نہایت ہی۔ حیا کی بدایت وہ جسمانی تغیر ہے جو انسان کو اس بات کے خوف سے لاحق اور عارض ہوتا ہی۔ کہ وہ کسی قبیح اور بُرے فعل کی طرف منسوب ہو۔ اور حیا کی نہایت اور غایت اُس قبیح اور بُرے فعل کا چھوڑ دینا ہی۔ جب حیا کا لفظ اللہ تعالیٰ کی شان مین آیا۔ تو اُس سے وہ جسمانی تغیر اور خوف مراد نہین ہی۔ جو حیا کی بدایت اور ابتدا ہی بلکہ اُس قبیح اور بُرے فعل کا چھوڑ دینا مراد ہے۔ جو حیا کی غایت اور نہایت ہی۔ یعنی یہ مراد نہین ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ کے بدن مین تغیر ہوا۔ بلکہ یہ مراد ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس فعل کو چھوڑ دیا اور اسی طرح غضب کے لیے بدایت اور نہایت ہی۔ غضب کی بدایت اور ابتدا دل کے خون کا جوش مارنا اور انتقام اور بدلا لینے کی خواہش اور آرزو ہی۔ اور غضب کی غایت اور نہایت اُس شخص کو عذاب دینا ہے۔ جس پر غضب ہی۔ جب اللہ تعالیٰ غضب کے ساتھ موصوف ہو۔ تو اُس سے غضب کی بدایت یعنی انتقام اور بدلا لینے کی خواہش اور آرزو اور دل کے خون کا جوش مارنا مراد نہین ہی۔ بلکہ غضب کی نہایت اور غایت یعنی جس پر غضب ہی اُسے عذاب دینا مراد ہی۔ اس باب مین یہی قاعدہ کلیہ ہی (دوسری تاویل) یہ ممکن ہی کہ یہ عبارت کافرون کے کلام مین واقع ہوئی ہو۔ اور اُنھون نے یہ کہا ہو۔ کیا محمد کے رب کو مکھی اور مکڑی کی مثل کے بیان کرنے سے حیا نہین آتی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن کافرون کے جواب مین اُن کے سوال کے مطابق یہ عبارت بولی ہو۔ اور جواب کی عبارت کو سوال کی عبارت کے مطابق کرنا کلام کا ایک فن بدیع ہی۔ قاضی نے یہ کہا ہے اس قسم کی جو صفتین اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت نہین ہوسکتی ہین۔ نفی کے طریق سے بھی اللہ تعالیٰ کے اوپر اُن کا اطلاق کرنا نہین چاہیے۔ یعنی اُن کی نفی کرنی بھی جائز نہین ہی مثلاً حیا اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت نہین ہوسکتی ہی۔ تو یہ کہنا نہین چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ حیا نہین کرتا ہی۔ صرف یہ کہ سکتے ہین۔ کہ اللہ تعالیٰ ان صفتون کے ساتھ موصوف نہین ہی۔ لیکن یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ حیا نہین کرتا ہی۔ اور حیا نہ کرنے کا اللہ تعالیٰ کے اوپر اطلاق کرنا جائز نہین ہی۔ کیونکہ اس سے یہ وہم ہوتا ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ حیا کر تو سکتا ہی۔ مگر کرتا نہین ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف مین جو لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ (یعنی نہ اُسے اونگھ آتی ہی۔ اور نہ نیند) اور لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ (یعنی وہ نہ کسی کا باپ ہی۔ اور نہ کسی کا بیٹا) ارشاد فرمایا ہی۔ تو وہ فی الحقیقت نفی نہین ہی۔ بلکہ نفی کی صورت مین ہی۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا قول مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ (یعنی اللہ نے کسی کو بیٹا نہین بنایا ہی) اور اللہ تعالیٰ کا قول وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ (یعنی وہ سب کو کھانا کھلاتا ہی۔ اور اُسے کوئی کھانا نہین کھلاتا) بھی فی الحقیقت نفی نہین ہی۔ اور یہ امر لازم اور ضروری نہین ہے

کہ قرآن مین جس خبر کا اطلاق آیا ہو۔ مجاز ہی مین سہی اُس کا اطلاق کرنا جائز ہو۔ بالجملہ ان صفتون کا اللہ تعالی کی اور اطلاق کرنا اس امر کو بیان کرنے کے بغیر کہ اللہ تعالی کیلیے ان صفتون کا ثابت ہونا محال اور نا ممکن ہے جائز نہین۔ قاضی کے اس قول پر اعتراض کرنے والا یہ اعتراض کرسکتا ہے۔ اس مین کسی طرح کا شک نہین ہے۔ کہ یہ صفتین اللہ سبحانہ کیلیے ثابت نہین ہین۔ تو یہ خبر کہ یہ صفتین اللہ تعالی کیلیے ثابت نہین ہین۔ سچ ہے۔ تو اس خبر کا جائز ہونا واجب و ضروری ہے۔ اب صرف بات باقی ہے کہ اللہ تعالی سے۔ ان صفتون کی نفی کی خبر اس امر پر دلالت کرتی ہے۔ کہ اللہ تعالی کیلیے ان صفتون کا ثابت ہونا صحیح اور ممکن ہے۔ تو ہم اسکے جواب مین کہتے ہین کہ ہم اس دلالت کو تسلیم نہین کرتے یعنی ہم یہ تسلیم نہین کرتے۔ کہ ان صفتون کی نفی کی خبر اس امر پر دلالت کرتی ہے۔ کہ اللہ تعالی کیلیے ان صفتونکا ثابت ہونا ممکن ہے۔ کیونکہ ان صفتونکی نفی کا ذکر۔ ان صفتون کے غیر کے ثابت ہونے پر دلالت نہین کرتا یعنی ان صفتونکی نفی کا ذکر ان صفتون کے صحیح اور ممکن ہونے پر دلالت نہین کرتا۔ بلکہ ان صفتون کی نفی کے ذکر کے ساتھ اگر اُس چیز کا بھی ذکر ہوتا۔ جو ان صفتون کے صحیح اور ممکن نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ تو بہت بہتر ہوتا۔ کیونکہ اس صورت مین بیان مین مبالغہ ہو جاتا۔ اور اس بیان سے دوسری بیان کے بہتر ہونے سے یہ لازم نہین آتا۔ کہ یہ بیان قبیح ہو

(تیسرا مسئلہ) جاننا چاہیے۔ کہ مثلون کا بیان کرنا تمام عقلون کے نزدیک مستحسن ہے۔ اور اس کی کئی دلیلین ہین (پہلی دلیل) یہ ہے۔ کہ عرب اور عجم سب کا اس پر اتفاق ہے۔ عرب کے نزدیک مثلون کے بیان کرنے کا مستحسن ہونا مشہور و معروف ہے۔ اُنھون نے بہت حقیر حقیر چیزون کے ساتھ مثلین بیان کی ہین۔ ذرہ کے ساتھ مثل بیان کرنے مین کہا ہے۔ اَخفٰی مِنَ الذَّرَّۃِ (ذرہ سے زیادہ پوشیدہ ہے) اور مکھی کے ساتھ مثل بیان کرنے مین کہا ہے۔ اَجرأُ مِنَ الذُّبَابِ (مکھی سے زیادہ دلیر اور شجاع ہے) اَخطأُ مِنَ الذُّبَابِ (مکھی سے زیادہ خطا کرنے والا ہے) اَطیَشُ مِنَ الذُّبَابِ (مکھی سے زیادہ بے عقل ہے) اَشبَہُ مِنَ الذُّبَابِ بِالذُّبَابِ (مکھی کے ساتھ مکھی سے زیادہ مشابہ ہے) اور چچڑی کے ساتھ مثل بیان کرنے مین کہا ہے۔ اَسمَعُ مِن قُرَادٍ (چچڑی سے زیادہ سنتا ہے) اَصغَرُ مِن قُرَادٍ (چچڑی سے زیادہ چھوٹا ہے) اَعلَقُ مِن قُرَادٍ (چچڑی سے زیادہ چمٹنے والا ہے) اَعمَرُ مِن قُرَادٍ (چچڑی سے زیادہ سخت ہے) اَدَبُّ مِن قُرَادٍ (چچڑی سے بہت آہستہ چلنے والا ہے) اور ٹڈی کے ساتھ مثل بیان کرنے مین کہا ہے۔ اَطیَرُ مِن جَرَادَۃٍ (ٹڈی سے زیادہ اُڑنے والا ہے) اَحطَمُ مِن جَرَادَۃٍ (ٹڈی سے زیادہ توڑنے والا ہے) اَفسَدُ مِن جَرَادَۃٍ (ٹڈی سے زیادہ خراب اور برباد کرنے والا ہے) اَصفٰی مِن لُعَابِ الجَرَادِ (ٹڈی کی لعاب سے زیادہ صاف ہے) اور پروانے کے ساتھ مثل بیان کرنے مین کہا ہے۔ اَضعَفُ مِن فَرَاشَۃٍ (پروانے سے زیادہ ضعیف ہے) اَطیَشُ مِن فَرَاشَۃٍ (پروانے سے زیادہ بے عقل ہے) اَجہَلُ مِن فَرَاشَۃٍ (پروانے سے زیادہ نادان ہے) اور مچھر کے ساتھ مثل بیان کرنے مین کہا ہے اَضعَفُ مِن بَعُوضَۃٍ (مچھر سے زیادہ ضعیف ہے) اَعَزُّ مِن مُخِّ البَعُوضَۃِ (مچھر کے مغز سے زیادہ کمیاب ہے) اور تکلیف مالایطاق (یعنی جس چیز کی طاقت نہین ہے۔ اس کی تکلیف دینا) مین کہا ہے۔ کَلَّفتَنِی مُخَّ البَعُوضَۃِ (تو نے مجھے مچھر کے مغز کی تکلیف دی) اور عجم کے نزدیک مثلون کے بیان کرنے کے مستحسن ہونے پر کتاب دمنہ و کلیلہ اور اُس کی مثل جو اور بہت سی کتابین ہین۔ دلالت کرتی ہین۔ عجم کی کتابون مین سے ایک کتاب مین مرقوم ہے۔ کہ کھجور کے ایک بلند درخت پر ایک مچھر آن بیٹھا۔ جب اُس نے اُڑنے کا ارادہ کیا۔ تو درخت سے یہ کہا میرا اُڑنے کا ارادہ ہے۔ تو سنبھل جا کھجور کے درخت نے کہا۔ بخدا مجھے تیرے آن بیٹھنے کی خبر بھی نہین ہے۔ تو تیرے اُڑنے کی مجھے کیا خبر ہوگی (دوسری دلیل) یہ ہے کہ عیسی علیہ السلام کی انجیل مین حقیر حقیر چیزون کے ساتھ مثلین بیان کی گئی ہین۔ انجیل مین مذکور ہے۔ آسمان کی بادشاہت کی مثل اُس شخص کی سی مثل ہے جس نے اپنے گاؤن مین عمدہ خالص گیہون بوئے۔ جب سب آدمی سو گئے تو اُس کا دشمن آیا۔ اور گیہون کے درمیان اُس نے مُنمُنہ بو دیا جب کھیتی اُگی تو مُنمُنہ اُس پر غالب آ گیا۔ کسانون کے کمیرون نے کہا۔ اے سردار کیا آپ کے گاؤن مین عمدہ اور خالص گیہون نہین بوئے گئے تھے۔ اُس نے کہا ہان۔ عمدہ اور خالص ہی بوئے گئے تھے۔ کمیرون نے کہا پھر یہ مُنمُنہ کہان سے آ گیا۔ اُس نے کہا۔ اگر تم مُنمُنے کو اُکھاڑو گے تو اُس کے ساتھ گیہون بھی اُکھڑ جائینگے۔ کٹائی کے وقت تک دونون کو ساتھ بڑھنے دو۔ جب کٹائی کا وقت آیا۔ تو اُس نے کاٹنے والون کو یہ حکم دیا کہ وہ گیہون سے مُنمُنہ چن لین۔ اور اُس کے گٹھے باندھ کر اُسے آگ سے جلا دین۔ اور گیہون کھتون مین بھر دین مین تم سے اس مثل کی تفسیر بیان کرتا ہون۔ جس شخص نے کہ عمدہ اور خالص گیہون بوئے تھے وہ ابو البشر یعنی حضرت آدم ہین اور گاؤن سے مراد عالم ہے اور عمدہ اور خالص گیہون۔ ابنائے ملکوت ہین۔ جو اللہ تعالی کی طاعت کرتے ہین۔ اور جس دشمن نے مُنمُنہ بویا تھا۔ وہ ابلیس ہے۔ اور مُنمُنہ وہ گناہ ہین جن کو ابلیس اور ابلیس کے ہم نشینون نے بویا ہے۔ اور کاٹنے والے فرشتے ہین جو اجل کے آنے تک نیک و بد سب آدمیون کو ملا جلا رہنے دیتے ہین جب اجل آ جاتی ہے۔ تو نیکون کو اللہ کی بادشاہت مین داخل کرتے ہین۔ اور بدون کو دوزخ مین۔ جس طرح مُنمُنے کو چن کر آگ سے جلا دیتے ہین۔ اسی طرح اللہ کے رسول اور اللہ کے فرشتے اللہ کی بادشاہت مین سے۔ کاہلون اور سب گنہگارون کو چن کر دوزخ مین ڈالدین گے۔

اور وہان رونے اور دانت پیسنے کے سوا اُن کا اور کچھ کام نہ ہوگا - اور وہان نیک اللہ تعالی کی بادشاہت مین ہونگے - اللہ تعالی نے جسے سننے کیلیے کان دیا ہے اُسی
سننا چاہیے - مین تم سے ایک اور مثل بیان کرتا ہون - جو آسمان کی بادشاہت کے بہت مناسب اور بہت مشابہ ہی - ایک شخص نے رائی کا دانہ کہ وہ سب دانون سی بہت چھوٹا
ہوتا ہی - اپنے کانون مین بو دیا جب وہ اُگ آیا - تو ایک بڑا درخت ہوگیا - یہانتک کہ ترکاری کے درختون مین سے ایک بہت بڑا درخت ہوا - آسمان سے پرندے آئے اور
اُنھون نے اُسکی شہنیون مین گھونسلے بنائے - ہدایت کا بھی یہی حال ہی - جو شخص کسی کو ہدایت کرتا ہے - اللہ تعالی اُس کا اجر اور ثواب بڑھا دیتا ہی - اور اُس کے ذکر کو بلند
کردیتا ہی - اور جو اُس کی پیروی کرتا ہی اُسے نجات ہوتی ہی - انجیل مین ایک مثل یہ ہی - تم چھلنی کی مثل نہ ہو - کہ اُس مین سے اچھا آٹا نکل جاتا ہی - اور بھوسی رہجاتی ہی - اسی طرح
تمہارے مُنہ سی حکمت اور دانش کی باتین نکلتی ہین - اور تمہارے سینون مین کینے رہجاتے ہین - اور ایک مثل یہ ہی - تمہارے دل اُس سنگریزے کی مثل ہین - جسے نہ آگ پکا سکتی ہی - نہ پانی
نرم کرسکتا ہی - نہ ہوا جنبش دی سکتی ہی - اور ایک مثل یہ ہی - تم اپنے ذخیرے اُس جگہہ نہ رکھو - جہان گھن اور دیمک ہی - اگر وہان رکھوگے تو وہ بگڑجائین گے - اور اُس جنگل مین بھی نہ رکھو
جہان لُو ہے - اور چور ہین - اگر وہان رکھوگے تو لُو اُنھین جلادیگی - اور چور اُنھین چرالین گے بلکہ تم اپنے ذخیرے اللہ کے پاس رکھو - اور ایک مثل یہ ہی - ہم زمین کھودتے ہین تو
اُس مین سی ایسے کیڑے نکلتے ہین - کہ اُنھی کے اوپر اُن کا لباس ہوتا ہی - اور وہین اُن کا رزق ہوتا ہی - اور وہ نہ کھیتی کرتے ہین - اور نہ کھیتی کاٹتے ہین - اور اُن مین سی بعضے
کیڑے سخت پتھر کے اندر ہوتے ہین - اور بعضے لکڑی کے اندر - کیا تم مین اسقدر عقل نہین ہی - کہ تم اس بات کو سمجھ سکو کہ اللہ تعالی کے سوا وہان اُنھین لباس اور رزق اور کون دیتا ہی
اور ایک مثل یہ ہی - تم بھڑون کو نہ چھیڑو - وہ تمہین کاٹ کھائین گی - تم نادانون سی خطاب نہ کرو - وہ تمہین گالیان دین گے - یہ بات ظاہر اور واضح ہوگئی - کہ اللہ تعالی نے
انجیل مین ان حقیر چیزون کیساتھ مثلین بیان کی ہین - اور مثلون کے بیان کرنے کے مستحسن ہونے کی عقلی دلیل یہ ہی - کہ محاکات اور تشبیہ خیال کی طبعی حالت ہی - جب کوئی
معنی تشبیہ کے بغیر ذکر کیے جاتے ہین - تو عقل اُس کا ادراک کرلیتی ہی - لیکن خیال عقل کے ساتھ منازعت کرتا ہی - اور جب وہی معنی تشبیہ کے ساتھ ذکر کیے جاتے ہین - تو عقل اُس کا
ادراک کرتی ہی - اور خیال بھی عقل کی معاونت کرتا ہے - اور اس مین کسی طرح کا شک نہین ہی - کہ دوسرا ادراک پہلے ادراک سی بہت کامل ہی - اور ہم یہ بھی دیکھتے ہین - کہ انسان
کسی معنی کا ذکر کرتا ہی - اور وہ اُسے کما ینبغی واضح نہین ہوتے - اور جب اُسکی مثال ذکر کرتا ہی - تو وہ بخوبی واضح اور منکشف ہوجاتے ہین - جب تمثیل سی خوب وضاحت ہوتی ہی
تو جس کتاب مین ایضاح اور بیان کے سوا اور کچھ مقصود نہین ہی - اُس مین تمثیلات کا ذکر کرنا واجب اور ضروری ہی - لیکن اُنھون نے جو یہ کہا ہی - کہ ان حقیر چیزون کے ساتھ مثلین
بیان کرنا اللہ تعالی کی شان کے لائق نہین ہی - تو ہم اُن کی اس قول کا یہ جواب دیتے ہین - کہ اُن کا یہ قول جہل اور نادانی ہی - کیونکہ چھوٹی چیز اور بڑی چیز دونون کو اللہ تعالی ہی نے
پیدا کیا ہی - اور ہر ایک چیز مین خواہ چھوٹی ہو - خواہ بڑی - اللہ تعالی کا حکم عام ہی - کیونکہ ہر ایک چیز کو خواہ چھوٹی ہو خواہ بڑی - اللہ تعالی نے حکمت کے ساتھ پیدا
کیا ہے - اور اللہ تعالی کو نہ چھوٹی چیز کا پیدا کرنا بڑی چیز کے پیدا کرنے سی آسان ہی - اور نہ بڑی چیز کا پیدا کرنا چھوٹی چیز کے پیدا کرنے سی مشکل - اور جب چھوٹی بڑی سب
چیزین اللہ تعالی کے نزدیک یکسان ہین - تو بندون کے لیے اللہ تعالی کا بڑی چیز کے ساتھ مثل کا بیان کرنا - چھوٹی چیز کے ساتھ مثل کے بیان کرنے سے بہتر نہین
ہی - بلکہ مثل کے بیان کرنے مین چھوٹی بڑی چیز کا اعتبار نہین ہے - بلکہ چھوٹی بڑی چیزون مین سی جو چیز قصے کے مناسب ہو - اُس کے ساتھ مثل بیان کرنی چاہیے - جب قصے
کے ساتھ مکھی اور مکڑی زیادہ مناسب ہو - تو مکھی اور مکڑی ہی کے ساتھ مثل بیان کرنی چاہیے - اور ہاتھی اور اونٹ کے ساتھ مثل بیان کرنی نہین چاہیے - جب اللہ تعالی نے
بتون کی عبادت کرنے - اور رحمٰن کی عبادت سی اعراض کرنیکی زشتی اور زبونی کے اظہار کا ارادہ کیا - تو اس امر کے بیان کرنے کے لیے کہ ان بتون سی اُن کی مصیبتین نہین
ٹل سکتی ہین - مکھی کے ساتھ مثل کا بیان کرنا زیادہ مناسب ہوا - اور اس امر کے بیان کرنے کے لیے کہ بتون کی عبادت مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ ضعیف اور سست ہے
مکڑی کے جالے کے ساتھ مثل کا بیان کرنا زیبا ہوا - اور ایسی صورت مین جس چیز کے ساتھ کہ مثل بیان کی گئی ہی - وہ جسقدر زیادہ ضعیف ہوگی - مثل اُسیقدر زیادہ قوی اور
واضح ہوگی - (چوتھا مسئلہ) اصم نے کہا ہی - اللہ تعالی کے قول فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ کی طرح اللہ تعالی کے قول مَثَلًا مَّا مین مَا زائد ہے - اور ابو مسلم نے کہا ہی معاذ اللہ
قرآن مین زیادت اور لغو نہین ہی - اور ابو مسلم کا یہ قول زیادہ صحیح ہے - کیونکہ اللہ تعالی نے یہ ارشاد فرمایا ہی - قرآن ہدایت اور بیان ہی - اور قرآن کا لغو اور زیادہ ہونا -

قرآن کے ہدایت اور بیان ہونے کے مخالف اور منافی ہے۔ اور بَعُوضَةً مین دو قراتین ہین (پہلی قرآت) نصب ہے یعنی زبر۔ اور اس قرارت کے موافق مَا کے لفظ کی دو توجیہین ہین (پہلی توجیہ) یہ ہے۔ کہ یہ مَا بیانیہ ہے۔ جو مَا اسم نکرہ کے ساتھ مقرون ہو کر اُس کے ابہام اور عموم کو زیادہ اور اُسے خصوصیت سے بعید کر دیتا ہے۔ اُس مَا کو مَا بیانیہ کہتے ہین۔ اس کا بیان یہ ہے۔ کہ جب کسی شخص نے اپنے رفیق سے یہ کہا اَعْطِنِی کِتَابًا اَنْظُرُ فِیْہِ۔ مجھے کتاب دو مین اُسے دیکھون گا۔ اور اُس کے رفیق نے اُسے کوئی کتاب دیدی۔ تو وہ اپنے رفیق سے یہ کہ سکتا ہے۔ کہ مین نے دوسری کتاب مانگی تھی۔ یہ نہین مانگی تھی۔ اگر وہ کِتَابًا کے ساتھ لفظ مَا کو مقرون کر دیتا اور یہ کہتا اَعْطِنِی کِتَابًا مَّا اَنْظُرُ فِیْہِ (مجھے کوئی کتاب دیدو مین اُسے دیکھون گا۔ تو وہ اپنے رفیق سے یہ نہین کہ سکتا تھا۔ کہ مین نے دوسری کتاب مانگی تھی۔ یہ نہین مانگی تھی۔ کیونکہ اس صورت مین اس کلام کی اصل یہ ہے اَعْطِنِی کِتَابًا اَیَّ کِتَابٍ کَانَ۔ مجھے کتاب دو خواہ کوئی سی کتاب ہو۔ (دوسری توجیہ) یہ ہے۔ کہ یہ مَا نکرہ ہے۔ اور اسم جنس کے ساتھ اس نکرہ کی تفسیر کرنا صفت کے قائم مقام ہے۔ اور (دوسری قرارت) رفع ہے یعنی پیش۔ اور اس قرارت کے موافق بھی مَا کی دو توجیہین ہین (پہلی توجیہ) یہ ہے۔ کہ یہ مَا موصولہ ہے۔ اور اس کا صلہ جملہ ہے۔ کیونکہ مَا بَعُوضَةٌ کی اصل مَا ھُوَ بَعُوضَةٌ ہے۔ مبتدا کو حذف کر دیا جس طرح تَمَامًا عَلَی الَّذِیْ اَحْسَنُ مین حذف کر دیا ہے۔ (دوسری توجیہ) یہ ہے۔ کہ یہ مَا استفہامیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖٓ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا (اللہ کسی مثل کے بیان کرنے سے نہین شرماتا) ارشاد فرمانے کے بعد مَا بَعُوضَةٌ فَمَا فَوْقَھَا یعنی مچھر کیا چیز ہے۔ اور جو چیز مچھر سے زیادہ ہے وہ کیا ہے کہ اللہ اُس کے ساتھ مثل بیان کرے۔ اللہ تو اُس چیز کے ساتھ بھی مثل بیان کر سکتا ہے جو مچھر سے بہت چھوٹی ہے۔ عرب کہتے ہین۔ فُلَانٌ لَا یُبَالِیْ بِمَا وَھَبَ مَا دِیْنَارٌ وَّدِیْنَارَانِ (فلان شخص دینے مین کچھ پروا نہین کرتا۔ ایک دینار اور دو دینار کیا چیز ہین وہ اس سے بہت زیادہ دیتا ہے۔ (پانچوان مسئلہ) تفسیر کشاف کے مصنف نے کہا ہے ضرب المثل (یعنی مثل کا بیان کرنا) ضَرْبُ اللَّبِنِ (یعنی کچی اینٹ کا بنانا) اور ضَرْبُ الْخَاتَمِ (یعنی انگوٹھی کا بنانا) سے ماخوذ ہے۔ (چھٹا مسئلہ) بَعُوضَةً اس سبب سے منصوب ہے۔ کہ وہ مَثَلًا کا عطف بیان ہے۔ یا اس سبب سے کہ یَضْرِبُ کا مفعول ہے۔ اور مَثَلًا اُس کا حال اور اُس کے نکرہ ہونے کے سبب سے اُس کا حال اُس سے مقدم ہے۔ یا اس سبب سے کہ یَضْرِبُ کا دوسرا مفعول ہے۔ اور یَضْرِبُ کو یَجْعَلُ کے معنی مین تضمین کر لیا ہے۔ اور بَعُوضَةً کے نصب کی یہ سب وجہین اس وقت ہین۔ کہ مَا زائدہ ہو۔ یا ابہامیہ یعنی بیانیہ۔ اگر مَا نکرہ ہو۔ اور بَعُوضَةً اُس کی تفسیر۔ تو بَعُوضَةً اپنے مفسر کا تابع ہے اور مفسَّر اور مفسِّر دونون کا مجموعہ عطف بیان ہے۔ یا مفعول اور مثلًا حالِ مقدم اور بَعُوضَةٌ کے مرفوع ہونے کا یہ سبب ہے۔ کہ وہ مبتدا کی خبر ہے۔ اگر مَا موصولہ یا موصوفہ یا استفہامیہ ہو۔ تو بَعُوضَةٌ کا خبر ہونا ظاہر ہے۔ یعنی مَا موصولہ۔ یا موصوفہ۔ یا استفہامیہ مبتدا ہے۔ اور بَعُوضَةٌ خبر۔ اگر مَا ابہامیہ یعنی بیانیہ ہو۔ تو بَعُوضَةٌ کا خبر ہونا۔ اس امر پر مبنی ہے۔ کہ وہ کسی سائل کے سوال کا جواب ہے۔ گویا کسی سوال کرنے والے نے یہ سوال کیا مَا ھُوَ یعنی وہ مثل کیا ہے۔ اُس کے جواب مین بَعُوضَةٌ ارشاد فرمایا یعنی ھُوَ بَعُوضَةٌ یعنی وہ مثل مچھر ہے۔ ھُوَ محذوف مبتدا ہے۔ اور بَعُوضَةٌ خبر (ساتوان مسئلہ) تفسیر کشاف کے مصنف نے کہا ہے۔ بَعُوض کا لفظ بعض کے لفظ سے مشتق ہے۔ اور بعض۔ بَضْعٌ اور عَضْبٌ کی طرح کاٹنے کو کہتے ہین یعنی جس طرح بَضْعٌ اور عَضْب کے معنی کاٹنے کے ہین۔ اسی طرح بعض کے معنی بھی کاٹنے کے ہین۔ یعنی بے۔ عین۔ ضاد۔ ان تینون حرفون کو جس طرح ترتیب دو خواہ بعض ہو خواہ بضع۔ خواہ عضب۔ ہر صورت مین کاٹنے ہی کے معنی ہین۔ عرب کہتے ہین بَعَضَہُ الْبَعُوْضُ یعنی اسے مچھر نے کاٹا۔ اور بَعْضُ الشَّیْءِ (جس کے معنی چیز کے ٹکڑے اور چیز کے جزو کے ہین) ہی بعض سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ چیز کا جزو اور چیز کا ٹکڑا اُس چیز کا قطعہ ہے۔ اور بَعُوض قَطُوْعٌ کی طرح اصل مین فَعُوْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ اور اُس کے معنی بہت کاٹنے والے کے ہین۔ چونکہ مچھر بہت کاٹتا ہے۔ اس سبب سے مچھر کو بعوض کہنے لگے۔ اور اُس کا یہ نام ہو گیا۔ اور بعض علما نے یہ کہا ہے۔ کہ بعوض بعض الشیء سے مشتق ہے جس کے معنی چیز اور ٹکڑے کے ہین۔ اور مچھر کو اُس کے جسم کے قلیل اور صغیر ہونے کے سبب سے بعوض اس سبب سے کہنے لگے۔ کہ چیز کا جزو اور ٹکڑا کل چیز کی نسبت قلیل اور صغیر ہوتا ہے۔ اور بعوض کی اشتقاق کی ان دونون وجہون مین سے پہلی ہی وجہ قوی ہے۔ تفسیر کشاف کے مصنف نے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق مین سے مچھر ایک عجیب چیز ہے۔ وہ خود بھی بہت چھوٹا ہے۔ اور اُس کا ڈنک بہت ہی چھوٹا ہے۔ اور اُس کا ڈنک باوجودیکہ اس قدر چھوٹا ہے۔ پھر بھی وہ مجوف ہے۔ اور اُس کا ڈنک باوجودیکہ اسقدر چھوٹا اور مجوف ہے پھر بھی ہاتھی اور بھینس کی کھال مین کہ موٹی اور

سخت ہوتی ہے۔ اس طرح گھس جاتا ہے جس طرح آدمی کی انگلی خبیص مین گھس جاتی ہے۔ اور خبیص ایک کھانے کا نام ہے۔ جو چھوارون اور گھی کے ملانے سے بنتا ہے۔ اور اسکا سبب یہ ہے۔ کہ مچھر کے ڈنک کے سرے مین اللہ تعالیٰ نے زہر رکھدیا ہے۔ (آٹھوان مسئلہ) اللہ تعالیٰ کے قول فَمَا فَوْقَهَا کی دو توجیہین ہین (پہلی توجیہ) فَمَا فَوْقَهَا سے وہ چیزین مراد ہین۔ جن کا جثہ مچھر کے جثے سے بہت بڑا ہے۔ جیسے مکھی۔ اور مکڑی۔ اور گدھا۔ اور کتا۔ کیونکہ قوم نے اُس تمثیل کا انکار کیا تھا۔ جو اللہ تعالیٰ نے ان سب چیزون کے ساتھ دی تھی۔ (دوسری توجیہ) مَا فَوْقَهَا سے وہ چیزین مراد ہین۔ جو چھوٹے ہونے مین مچھر سے فائق ہین۔ یعنی جو چیزین مچھر سے بہت چھوٹی ہین۔ اور کئی دلیلون کے سبب محققون نے اسی دوسری توجیہ کو اختیار اور پسند کیا ہے۔ (پہلی دلیل) یہ ہے۔ کہ اس تمثیل سے بتون کی حقارت کرنا مقصود ہے۔ اور مشبہ بہ جسقدر زیادہ حقیر ہوگا۔ اُسی قدر بتون کی زیادہ حقارت ہوگی (دوسری دلیل) یہ ہے۔ یہان اس بات کا بیان کرنا مقصود ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ حقیر چیز کے ساتھ تمثیل دینے سے باز نہین آتا اور ایسے مقام مین جو چیز پیچھے مذکور ہوتی ہے۔ اُسے اُس چیز سے زیادہ حقیر ہونا چاہیے۔ جو پہلے مذکور ہو چکی ہے۔ عرب کہتے ہین اِنَّ فُلَانًا يَتَحَمَّلُ الذُّلَّ فِي اكْتِسَابِ الدِّينَارِ وَفِي اكْتِسَابِ مَا فَوْقَهُ (یعنی فلان شخص دینار کے حاصل کرنے اور اُس چیز کے حاصل کرنے مین جو قلت مین دینار سے بھی فائق ہے۔ ذلت کا تحمل کرتا ہے یعنی دینار کے حاصل کرنے اور جو چیز دینار سے بھی کم ہے اُسکے حاصل کرنے مین ذلت اُٹھاتا ہے۔ اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ اس محاورے مین مَا فَوْقَهُ سے وہ چیز مراد ہے جو دینار سے بھی کم ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ جو چیز دینار سے بہت کم ہے۔ اُس کے حاصل کرنے مین جو ذلت اُٹھانی پڑتی ہے۔ وہ اُس ذلت سے بہت زیادہ ہے۔ جو ایک دینار کے حاصل کرنے مین اُٹھائی جاتی ہے (تیسری دلیل) یہ ہے۔ کہ چیز جسقدر زیادہ چھوٹی ہے۔ اُسی قدر اُس کے اسرار سے آگاہ ہونا زیادہ مشکل ہے۔ اور جو چیز انتہا درجہ کی چھوٹی ہے۔ اُس کے اسرار سے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو آگاہی نہین۔ تو اُس چیز کے ساتھ تمثیل دینے مین بڑی چیز کے ساتھ تمثیل دینے کی نسبت کمال حکمت پر دلالت بہت زیادہ ہے۔ اور جن لوگون نے پہلی توجیہ کو اختیار کیا ہے۔ اُنھون نے دو دلیلون سے اُس کا بہتر ہونا ثابت کیا ہے (پہلی دلیل) یہ ہے۔ کہ فوق کا لفظ علو اور بلندی پر دلالت کرتا ہے۔ هٰذَا فَوْقَ ذَاكَ کہتے ہین۔ اور مراد یہ ہوتی ہے۔ کہ یہ اُس سے بڑا ہے۔ اور ایک روایت مین یہ آیا ہے۔ کہ ایک شخص نے علیؓ کی مدح کی اور وہ شخص حضرت علیؓ کے باب مین متہم تھا یعنی حضرت علیؓ کی نسبت اُس کا اعتقاد فاسد تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ تو میری جو مدح کرتا ہے۔ مین اُس سے کم ہون۔ اور میری نسبت جو کچھ تیرے دل مین ہے۔ مین اُس سے اعلیٰ ہون۔ (دوسری دلیل) یہ ہے۔ جو چیز مچھر سے کم ہے۔ اُس کے ساتھ مثل کیونکر بیان ہو سکتی ہے۔ حالانکہ مچھر سب چیزون سے چھوٹا ہے۔ اور کوئی چیز مچھر سے چھوٹی نہین ہے (پہلی دلیل کا جواب یہ ہے۔ اگر کسی صفت کا ثبوت ایک چیز مین اقوی ہو۔ اور دوسری مین اضعف تو اُس صفت کے اعتبار سے وہ چیز جس مین اُس کا ثبوت اقوی ہے۔ اُس چیز سے فائق ہوگی جس مین اُس کا ثبوت اضعف ہے۔ یہ کہا جاتا ہے۔ اِنَّ فُلَانًا فَوْقَ فُلَانٍ فِي اللُّؤْمِ وَالدَّنَاءَةِ۔ یعنی لئیمی اور دنائت مین فلان شخص فلان شخص سے فائق ہے۔ اور مراد یہ ہوتی ہے۔ کہ لئیمی اور دنائت مین فلان شخص فلان شخص سے بہت زیادہ ہے۔ اسی طرح جب یہ کہا جائے هٰذَا فَوْقَ ذٰلِكَ فِي الصِّغَرِ۔ چھوٹے ہونے مین یہ اُس سے فائق ہے۔ تو یہ مراد ہونی چاہیے کہ چھوٹے ہونے مین یہ اُس سے بہت زیادہ ہے۔ اور دوسری دلیل کا جواب یہ ہے۔ کہ مچھر کا بازو مچھر سے بہت چھوٹا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مچھر کے بازو کے ساتھ دنیا کی مثل بیان کی ہے۔ (نوان مسئلہ) اَمَّا ایک ایسا حرف ہے۔ جس مین شرط کے معنی ہین۔ اور اسی سبب اُس کے جواب مین فے آتی ہے۔ اور یہ حرف تاکید کا فائدہ دیتا ہے۔ تو کہتا ہے۔ زَيْدٌ ذَاهِبٌ۔ یعنی زید جانے والا ہے۔ اس کی تاکید کا جب تیرا ارادہ ہو۔ اور یہ مقصود ہو۔ کہ وہ ضرور ہی جانے والا ہے۔ تو۔ تو اَمَّا زَيْدٌ فَذَاهِبٌ کہیگا۔ جب یہ بات ثابت ہو چکی۔ تو اب ہم یہ کہتے ہین۔ دونون جملون (یعنی جملہ اَمَّا الَّذِينَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ اور جملہ اَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا) کے ساتھ اَمَّا کے لانے سے مومنون کی بڑی ثنا اور ستایش اور اُنھین جو مثل کے حق ہونے کا علم ہے۔ اُن کے اس علم کا معتد بہ اور معتبر ہونا۔ اور کافرون کی اُن کے قول کے سبب بڑی مذمت سمجھی جاتی ہے۔ (دسوان مسئلہ) جس شے کے ثبوت سے انکار جائز نہ ہو۔ اُس شے کو حق کہتے ہین۔ یہ کہا جاتا ہے حَقَّ الْاَمْرُ اور مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ امر ثابت ہو گیا۔ اور حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ (یعنی تیرے پروردگار کا کلمہ ثابت ہو گیا۔ اور ثَوْبٌ مُحَقَّقٌ (یعنی مضبوط بناوٹ کا کپڑا۔) (گیارھوان مسئلہ) مَاذَا کی دو توجیہین ہین۔ (پہلی توجیہ) یہ ہے۔ کہ ذا اسم موصول ہے الَّذِي کے معنی مین۔ اس صورت مین مَا۔ ذَا دو کلمے ہین۔ اور (دوسری توجیہ) یہ ہے

کہ ذا - اور ماو دونون مرکب ہوکر ایک اسم بن گئے ہین - اس صورت مین ماذا پورا کا پورا ایک کلمہ ہے - پہلی توجیہ کے موافق ما مبتدا ہونے کے سبب محلاً مرفوع ہے اور ذا اپنے صلے سمیت اُس کی خبر - اور دوسری توجیہ کے موافق ماذا پورا کا پورا محلاً منصوب ہے - اور پورا ماذا صرف ما کے حکم مین ہے - اور ماذا اراد اللہ بمنزلے ما اراد اللہ کے ہے (بارھوان مسئلہ) ارادہ اُس چیز اور اُس حقیقت اور اُس ماہیت کو کہتے ہین - جسے عاقل اپنے نفس مین پاتا ہے - اور اُس کے درمیان اور اپنے علم اور اپنی قدرت اور اپنے الم اور اپنی لذت کے درمیان بدیہی فرق پاتا ہے جب یہ بات ہے - تو ارادے کی ماہیت کا تصور تعریف کا محتاج نہین ہے - اور متکلمین نے ارادے کی تعریف کی ہے - اور یہ کہا ہے - کہ ارادہ اُس صفت کو کہتے ہین جو ممکن کی ایک جانب کے دوسری جانب پر رجحان کو چاہتی ہے نہ وقوع مین - بلکہ ایقاع یعنی واقع کرنے مین اور اس اخیر کی قید کے سبب ارادے کی تعریف سے قدرت خارج ہو گئی اور تمام مسلمان بالاتفاق یہ کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ مرید (یعنی ارادہ کرنے والا) ہے - اور اللہ تعالیٰ پر مرید کے لفظ کا اطلاق کرتے ہین - مگر اُن کا باہم اس امر مین اختلاف ہے - کہ اللہ تعالیٰ کے مرید ہونے کے کیا معنی ہین - نجاریہ نے کہا ہے کہ ارادہ ایک سلبی امر ہے اور اللہ تعالیٰ کے مرید ہونے کے یہ معنی ہین کہ اللہ مغلوب نہین ہے - اور اللہ تعالیٰ پر کسی کی بردستی نہین ہے - اور بعض کا یہ قول ہے - کہ ارادہ ایک ثبوتی امر ہے - جو لوگ یہ کہتے ہین - کہ ارادہ ایک ثبوتی امر ہے - اُن کا بھی باہم اختلاف ہے - جاحظ اور کعبی اور ابو الحسین بصری نے یہ کہا ہے - کہ اللہ تعالیٰ کو جو یہ علم ہے - کہ فعل مصلحت یا مفسدے پر مشتمل ہے - اللہ تعالیٰ کا یہ علم ہی اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے - اور اُنھون نے اس علم کا نام داعی یا صارف رکھا ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ کو یہ علم ہے - کہ فعل مصلحت پر مشتمل ہے - تو اس علم کا نام داعی ہے - اور اگر یہ علم ہے - کہ فعل مفسدے پر مشتمل ہے تو اس علم کا نام صارف ہے - ہمارے اصحاب (یعنی اشاعرہ) اور ابو علی اور ابو ہاشم اور اُن دونون کے اتباع نے یہ کہا ہے - کہ ارادہ علم کے سوا ایک اور صفت ہے - اور اس صفت کی تقسیم یہ ہے - یہ صفت یا ذاتی ہے - یہ نجاریہ کا دوسرا قول ہے - یا معنوی - اور یہ معنی یا قدیم ہین - یہ اشعریہ کا قول ہے - یا حادث - اور یہ حادث یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے - یہ کرامیہ کا قول ہے - یا کسی اور جسم کے ساتھ یہ کسی کا مذہب نہین ہے - اس کا کوئی شخص قائل نہین - یا محل کے بغیر موجود ہے - یہ ابو علی اور ابو ہاشم اور اُن کے تابعین کا قول ہے - (تیرھوان مسئلہ) اَنَّهُ الْحَقُّ کی ضمیر مثل کی طرف پھرتی ہے - یا اَنْ یَضْرِبَ کی طرف (یعنی مثل حق ہے - یا مثل کا بیان کرنا حق ہے) اور کافرون کا قول مَاذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا تحقیر پر دلالت کرتا ہے - جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول یَا عَجَبًا لِابْنِ عُمَرَ وَهٰذَا (اس ابن عمرو پر تعجب ہے) سے حقارت سمجھی جاتی ہے - جو آپ نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی نسبت ارشاد فرمایا ہے (چودھوان مسئلہ) جس شخص نے فاسد اور خراب جواب دیا - تو اس سے یہ کہتے ہو مَاذَا اَرَدْتَ بِهٰذَا جَوَابًا یعنی اس جواب سے تیری کیا مراد ہے - اور جس شخص نے خراب اور نکما ہتھیار لیا - تو اس سے یہ کہتا ہے کَیْفَ تَنْتَفِعُ بِهٰذَا سِلَاحًا یعنی تو اس ہتھیار سے کس طرح فائدہ اُٹھائیگا - جس طرح تیرے ان دو قولون مین جَوَابًا اور سِلَاحًا تمیز ہونے کے سبب منصوب ہین - اسی طرح مَثَلًا اس آیت مین تمیز ہونے کے سبب منصوب ہے - یا مَثَلًا اس سبب سے منصوب ہے - کہ وہ حال ہے - جس طرح اللہ تعالیٰ کے قول هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً (یعنی یہ اللہ کی اونٹنی ہے - درانحالیکہ یہ تمہارے لیے معجزہ ہے) مین اٰيَةً حال ہونے کے سبب منصوب ہے - (پندرھوان مسئلہ) جاننا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے قول مَاذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا (یعنی اللہ کی اس مثل سے کیا مراد ہے) کے ساتھ اُن کے انکار اور اللہ کے کلام کی تحقیر کرنے کی حکایت بیان کر چکا - تو اُس کے بعد اپنے قول یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا (اس مثل کے ساتھ بہت سے لوگون کو گمراہ کرتا ہے - اور بہت سے لوگون کو ہدایت) کے ساتھ اُس کا جواب دیا ہم یہان ہدایت اور ضلال کی پوری تحقیق بیان کرنا چاہتے ہین - تاکہ یہ مقام بمنزلہ اصل کے ہو اور اس باب مین جو آیتین آئین - اُن سب مین اسی کی طرف رجوع کیا جائے - ہم پہلے اضلال کی تحقیق بیان کرتے ہین - اور یہ کہتے ہین - کہ ہمزہ کبھی فعل غیر متعدی کو متعدی کرنے کے لیے آتا ہے - جیسے تیرا قول خَرَجَ (یعنی نکلا) یہ غیر متعدی ہے - اور جب تو نے اَخْرَجَ کہا (یعنی نکالا) تو اُسے تو نے متعدی کر دیا - اور کبھی فعل متعدی کو غیر متعدی کرنے کے لیے آتا ہے - جیسے تیرا قول كَبَبْتُهٗ فَاَكَبَّ - یعنی مین نے سرنگون کیا تو وہ سرنگون ہو گیا - كَبَبْتُهٗ متعدی تھا - اَكَبَّ کو ہمزہ نے غیر متعدی کر دیا - اور کبھی صرف وجدان کے لیے آتا ہے - عمرو بن معدیکرب نے بنی سلیم سے کہا - قَاتَلْنَاكُمْ فَمَا اَجْبَنَّاكُمْ وَهَاجَیْنَاكُمْ فَمَا اَفْحَمْنَاكُمْ وَسَاَلْنَاكُمْ فَمَا اَبْخَلْنَاكُمْ (یعنی ہم نے تم سے قتال کیا تو ہم نے تمہین نامرد نہین پایا - اور ہم نے تمہاری ہجو کہی - تو ہم نے تمہین خاموش اور بے زبان نہین پایا - اور ہم نے تم سے مانگا - تو ہم نے تمہین بخیل نہین پایا - اور اَتَیْتُ اَرْضَ فُلَانٍ فَاَعْمَرْتُهَا کہتے ہین - اور مراد یہ ہوتی ہے - کہ مین فلان شخص کی زمین پر آیا - تو مین نے

مسائل تحقیق ایمان

اُسے آباد پایا۔ محیل نے کہا ہے ؎ تَمَنّٰی حُصَیْنٌ اَنْ یَّسُوْدَ خُزَاعَةً + فَاَمْسٰی حُصَیْنٌ قَدْ اَذَلَّ وَاَقْهَرَا (حصین نے یہ آرزو کی۔ کہ وہ خزاعہ کا سردار ہوجائے + تو حصین ذلیل اور مقہور پایا گیا۔) کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے۔ یہ کہنا کیوں نہیں جائز ہے۔ کہ ہمزہ صرف غیر متعدی کے متعدی کرنے ہی کے لیے آتا ہے۔ اور یہ جو کہا گیا ہے۔ کَبَبْتُہٗ فَاَکَبَّ کا ہمزہ فعل متعدی کو غیر متعدی کرنے کے لیے آیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ شاید اسکی اصل کَبَبْتُہٗ فَاَکَبَّ نَفْسَہٗ عَلٰی وَجْهِهٖ تھی فعل کا تو ذکر کردیا۔ اور دونوں مفعول حذف کردیے۔ اور دونوں مفعولوں کا حذف کرنا نادر الدلیل نہیں ہے۔ بلکہ کثیر ہے۔ یعنی کَبَبْتُہٗ ایک مفعول کی طرف متعدی تھا ہمزہ نے دوسرے مفعول کی طرف بھی متعدی کردیا۔ مگر دونوں مفعول محذوف ہیں۔ اور یہ جو کہا گیا ہے۔ کہ قَاتَلْنَاکُمْ فَمَا اَجْبَنَّاکُمْ کا ہمزہ وجدان کے لیے ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اَجْبَنَّاکُمْ وغیرہ کا ہمزہ بھی غیر متعدی کو متعدی کرنے ہی کے لیے ہے۔ اور معنی یہ ہیں۔ کہ ہم نے اور ہماری قتال نے تمہیں نامرد نہیں کیا۔ یعنی ہماری قتال نے تمہارے نامرد ہونے میں تاثیر نہیں کی۔ اور ہماری ہجو نے تمہاری خاموش اور بے زبان ہوجانے میں تاثیر نہیں کی۔ اور باقی کے معنی بھی اسی طرح ہیں۔ اور ہمارا یہ قول پہلے قول سے اس سبب سے بہتر ہے۔ کہ پہلے قول میں ہمزہ کا کئی معنوں میں مشترک ہونا لازم آتا ہے۔ اور ہمارے اس قول میں مشترک ہونا لازم نہیں آتا۔ جب یہ بات ثابت ہوچکی۔ تو اب ہم یہ کہتے ہیں۔ ہمارے قول اَضَلَّہُ اللّٰہُ کے صرف دو ہی معنی ہوسکتے ہیں (پہلے معنی) یہ ہیں۔ کہ اللہ نے اُسے گمراہ کردیا۔ اور (دوسرے معنی) یہ ہیں۔ کہ اللہ نے اُسے گمراہ پایا۔ یعنی اضلال کا ہمزہ یا غیر متعدی کے متعدی کرنے کے لیے ہے۔ یا وجدان کے لیے۔ اگر غیر متعدی کے متعدی کرنے کے لیے ہے۔ تو یہ معنی ہیں۔ کہ اللہ نے اُسے گمراہ کردیا۔ اگر وجدان کے لیے ہے۔ تو یہ معنی ہیں۔ کہ اللہ نے اُسے گمراہ پایا۔ اگر پہلے معنی (یعنی اللہ نے اُسے گمراہ کردیا) مراد ہوں۔ تو اضلال کا لفظ اس بات پر دلالت نہیں کرتا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے کس چیز سے گمراہ کردیا۔ مگر اس میں عقلی احتمال صرف دو ہیں۔ (پہلا احتمال) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے دین سے گمراہ کردیا۔ (دوسرا احتمال) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے جنت سے گمراہ کردیا۔ پہلے احتمال (یعنی اللہ تعالیٰ نے اُسے دین سے گمراہ کردیا) کی تحقیق یہ ہے۔ کہ اِضْلَالٌ عَنِ الدِّیْنِ (یعنی دین سے گمراہ کرنا) کے لغوی معنی دین کے چھوڑنے کی طرف بلانے اور اُس کی آنکھوں میں دین کی زشتی اور زبونی ظاہر کردینے کے ہیں۔ اور اضلال کے اسی معنی کو ابلیس کی طرف اللہ تعالیٰ نے منسوب کیا ہے۔ اور یہ ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ (بیشک شیطان ظاہر اور کھلا ہوا دشمن ہے۔ وہ دین کے چھوڑنے کی طرف بلاتا ہے۔ اور آنکھوں میں دین کی زشتی اور زبونی ظاہر کرتا ہے۔) اور نیز شیطان کا مقولہ ارشاد فرمایا ہے۔ وَلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّیَنَّهُمْ (بیشک میں اُنھیں دین سے گمراہ کروں گا۔ یعنی میں اُنھیں دین کے چھوڑنے کی طرف بلاؤں گا۔ اور اُن کی آنکھوں میں دین کی زشتی اور زبونی ظاہر کروں گا۔ اور میں طرح طرح کی اُنھیں آرزوئیں دلاؤں گا۔) اور نیز کافروں کا مقولہ ارشاد فرمایا ہے۔ قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَیْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا (یعنی کافر کہیں گے اے پروردگار جن اور انس میں سے جن لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا ہے۔ یعنی جن لوگوں نے دین کے چھوڑنے کی طرف ہمیں بلایا ہے۔ اور ہماری آنکھوں میں دین کی زشتی اور زبونی ظاہر کی ہے۔ اُن دونوں کو تو ہمیں دکھلا دے۔ کہ ہم اپنے پاؤں سے اُنھیں مسل ڈالیں) اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ فَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ (یعنی شیطان نے اُن کے لیے اُنکے عمل مزین اور آراستہ کرکے اُنھیں راہ سے روک دیا۔) اور نیز شیطان کا مقولہ ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَا کَانَ لِیَ عَلَیْکُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُکُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ (میری تمہارے اوپر کچھ زبردستی نہیں تھی۔ میں نے تو صرف دین کے چھوڑنے کی طرف تمہیں بلایا تم نے خود ہی میرا کہنا مان لیا۔) اور اضلال کے اسی معنی کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔ اور یہ ارشاد فرمایا ہے وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰی (فرعون نے اپنی قوم کو دین سے گمراہ کیا۔ اور ہدایت نہیں کی۔ یعنی فرعون نے اپنی قوم کو دین کے چھوڑنے کی طرف بلایا اور اُس کی آنکھوں میں دین کی زشتی اور زبونی ظاہر کردی) جاننا چاہیے کہ تمام اُمت کا اس بات پر اتفاق اور اجماع ہے۔ کہ اضلال کے یہ معنی اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو کفر کی طرف نہیں بلایا۔ اور کفر کے کرنے کی رغبت نہیں دلائی۔ بلکہ کفر کرنے سے منع کیا۔ اور جھڑکا۔ اور کفر کرنے پر عذاب کرنے کا وعدہ کیا جب اضلال کے لغوی معنی یہی ہیں۔ اور تمام اُمت کا اس بات پر اتفاق و اجماع ہے۔ کہ اضلال کے یہ معنی اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت نہیں ہوسکتے۔ تو تمام امت کا اس بات پر اتفاق اور اجماع ہونا ثابت ہوگیا۔ کہ اضلال کے لفظ کے حقیقی معنی مراد نہیں ہوسکتے۔ اور جب اضلال کے لفظ کے حقیقی معنی

مراد نہین ہوسکتے - تو اہل جبر اور اہل قدر دونون کو اضلال کے لفظ مین تاویل کرنی پڑی جبریون نے یہ کہا ہے - کہ اضلال کے لفظ سے یہ مراد ہی - کہ اللہ تعالیٰ نے اُن مین گمراہی اور کفر پیدا کردیا - اور اُنھین دین سی روکدیا - اور اُن کے اور دین کے درمیان خود حائل ہوگیا - اور جبریون نے کبھی یہ بھی کہا ہے کہ لفظ اضلال کے اصلی اور حقیقی معنی یہی ہین - کیونکہ اضلال کسی چیز کے گمراہ کرنے کو کہتے ہین جس طرح اخراج اور ادخال کسی چیز کے خارج کرنے اور داخل کرنیکو کہتے ہین - معتزلہ نے یہ کہا ہے - جبریون کی یہ تاویل نہ لغوی اوضاع کے اعتبار سے جائز ہے اور نہ عقلی دلائل کے اعتبار سے - لیکن یہ بات - کہ جبریون کی یہ تاویل لغوی اوضاع کے اعتبار سے جائز نہین ہے - اس کا بیان کئی طریق سی ہی (پہلا طریق) یہ ہے - جس شخص نے زبردستی سی کسی کو راہ چلنے سے منع کیا - لغت کے اعتبار سے اُسے یہ نہین کہ سکتے کہ اُس نے اُسے گمراہ کردیا - بلکہ یہ کہتے ہین - کہ اُس نے راہ چلنے سے اُسے منع کیا - اور یہ (یعنی اُس نی اُسے گمراہ کردیا) اُسی وقت کہتے ہین - کہ اُس نے راہ اُس پر مشتبہ کردی ہو - اور اُس کے دل مین اُس نے وہ شُبہ ڈالدیا ہو - جو راہ کو اُس پر مشتبہ کردے - اور پھر اُسے راہ نہ ملے (دوسرا طریق) یہ ہی - کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس اور فرعون کو مضل اور گمراہ کنندہ ارشاد فرمایا ہے - حالانکہ اس بات پر جبریہ اور قدریہ دونون فرقون کا اتفاق ہی - کہ جن لوگون نے فرعون اور ابلیس کو مان لیا تھا - فرعون اور ابلیس نے اُنکے دلون مین ضلال اور گمراہی پیدا نہین کی تھی - لیکن یہ بات کہ جبریہ اس امر پر متفق ہین - اس کی دلیل یہ ہی - کہ جبریون کے نزدیک بندہ کسی چیز کو پیدا نہین کرسکتا - اور بندی کو کسی چیز کے پیدا کرنے کی قدرت نہین ہی - اور اس بات کی قدریون کے متفق ہونے کی دلیل یہ ہی - کہ قدریون کے نزدیک بندہ اس قسم کی ایجاد پر قادر نہین ہے - یعنی بندہ اورون کے دلون مین ضلال و گمراہی پیدا نہین کرسکتا - جب اس بات پر سب کا اتفاق ہی - کہ فرعون اور ابلیس پر مضل اور گمراہ کنندہ کا اطلاق حقیقی ہی - حالانکہ ابلیس اور فرعون نے لوگون کے دلون مین ضلال اور گمراہی پیدا نہین کی ہی - تو ہمین یہ معلوم ہوگیا - کہ عربی زبان مین مضل - ضلال و گمراہی کے خالق اور پیدا کنندہ کو نہین کہتے - (تیسرا طریق) یہ ہے - کہ اضلال (یعنی گمراہ کرنا) ہدایت کا مقابل ہی - تو جس طرح یہ کہ سکتے ہین - هَدَيْتُهٗ فَمَا اهْتَدٰى - یعنی مین نے اُسے ہدایت کی - اور اُسے ہدایت نہین ہوئی - اِسی طرح یہ بھی کہ سکتے ہین - اَضْلَلْتُهٗ فَمَا ضَلَّ - یعنی مین نے اُسے گمراہ کیا - اور وہ گمراہ نہ ہوا - اور جب یہ کہ سکتے ہین - تو یہ کہنا - کہ اضلال سے ضلال - اور گمراہی کا پیدا کرنا مراد ہی - ناممکن ہی - کیونکہ اگر اضلال سے گمراہی کا پیدا کرنا مراد ہو - تو اَضْلَلْتُهٗ فَمَا ضَلَّ کا کہنا ناممکن ہوگا - کیونکہ اس صورت مین اس کے یہ معنی ہین - کہ مین نے اُس مین گمراہی پیدا کردی - اور اُس مین گمراہی پیدا نہ ہوئی - اور یہ ناممکن ہے - کیونکہ یہ نہین ہوسکتا - کہ کسی مین گمراہی پیدا کی جائے - اور پھر اُس مین گمراہی پیدا نہ ہو - اِس بیان سے یہ بات واضح ہوگئی - کہ اضلال سی گمراہی کا پیدا کرنا مراد نہین ہی - اور یہ بات کہ جبریون کی یہ تاویل عقلی دلیلون کے اعتبار سے جائز نہین ہی - اس کا بیان بھی کئی طریق سے ہے (پہلا طریق) یہ ہے - اگر خود اللہ تعالیٰ نے بندے مین گمراہی پیدا کی ہو - اور پھر اُسے ایمان لانے کی تکلیف دی ہو - تو اللہ تعالیٰ نے بندی کو دونون ضدون کے جمع کرنے کی تکلیف دی اور بندی کو دونون ضدون کے جمع کرنے کی تکلیف دینا نادانی اور ظلم ہی - خود ارشاد فرمایا ہے - وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ - تیرا پروردگار بندون پر ظلم نہین کرتا ہی - اور نیز ارشاد فرمایا ہے - لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا - اللہ ہر ایک شخص کو اُس کی طاقت کے موافق تکلیف دیتا ہی - اور دونون ضدون کا جمع کرنا ناممکن اور محال اور بندی کی طاقت سی خارج ہے - اور نیز ارشاد فرمایا ہی - وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ - اللہ تعالیٰ نے دین مین تم پر کسی قسم کی تنگی نہین کی ہی - اور دونون ضدون کے جمع کرنے سے جو محال اور ناممکن ہے - اور زیادہ کیا تنگی ہوگی (دوسرا طریق) اگر اللہ تعالیٰ نے خود جہل و نادانی پیدا کی ہو - اور بندون کو اشتباہ مین ڈالدیا ہو - تو اللہ تعالیٰ اُن چیزون کا مبین یعنی بیان کرنے والا نہ ہوگا - جن چیزون کے ساتھ اللہ نے بندی کو تکلیف دی ہی - اور تمام اُمت کا اس بات پر اتفاق اور اجماع ہے - کہ اللہ تعالیٰ نے بندی کو جن چیزون کے ساتھ تکلیف دی ہی - اُن چیزون کو بیان کردیا ہی - (تیسرا طریق) یہ ہے - اگر اللہ تعالیٰ نے اُن مین گمراہی پیدا کی ہی - اور اُنھین ایمان سی روکدیا ہے تو اُن پر کتابون کے نازل کرنے اور اُن کے پاس رسولون کے بھیجنے سے کچھ فائدہ نہین ہی - کیونکہ جس چیز کا حاصل ہونا ممکن نہین ہی - اُس کے حاصل کرنے کے لیے کوشش اور سعی کرنا نادانی اور بیہودگی ہے - (چوتھا طریق) جبریہ نے جو یہ کہا ہی - اضلال کے لفظ سے گمراہی کا پیدا کرنا مراد ہے - اُن کا یہ قول بہت سی آیتون کے خلاف ہی - فَمَا لَهُمْ

لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ اُنھیں کیا ہوگیا۔ کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ۔ اُنھیں کیا ہوگیا۔ کہ وہ ذکر اور نصیحت سے منہ پھیرتے ہیں۔ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا
اِذْ جَاۤءَهُمُ الْهُدٰۤى اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ لوگون کے پاس ہدایت کے آجانے کے وقت اُنھیں ایمان لانے سے اُن کو صرف اس قول نے روک دیا
کیا اللہ نے بشر کو رسول کرکے بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ ارشاد فرمادیا۔ کہ اُنھیں ایمان لانے سے کوئی چیز مانع نہ تھی۔ وہ ایمان لانے سے صرف اِن بات کے
انکار کے سبب سے باز رہے۔ کہ بشر رسول ہے۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَاۤءَهُمُ الْهُدٰى وَیَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ۔ لوگون کو پاس ہدایت کے
آجانے کے وقت اُنھیں ایمان لانے۔ اور پروردگار سے بخشش چاہنے سے۔ کوئی چیز مانع نہ تھی۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ كَیْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاكُمْ
تم اللہ کا کس طرح انکار کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے۔ اللہ نے تمہیں زندہ کیا۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ اَنّٰى تُصْرَفُوْنَ۔ تم کہان سے پھیرے جاتے ہو۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہے
اَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ۔ تم کہان سے پھیرے جاتے ہو۔ اگر خود اللہ تعالیٰ نے اُنہیں دین سے گمراہ کیا ہو۔ اور ایمان سے پھیر دیا ہو۔ تو یہ سب آیتیں باطل ہوجائینگی (پانچوان طریق) یہ ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان اور اُس کے گروہ۔ اور اُن لوگون کی مذمت کی ہے جنھون نے لوگون کو دین سے گمراہ کرنے اور حق سے پھیرنے میں شیطان کی راہ اختیار کی ہے۔ اور اپنے بندون
اور اپنے رسول کو یہ حکم کیا ہے۔ کہ وہ شیطان۔ اور اُس کے گروہ اور اُن لوگون سے پناہ مانگیں۔ جنھون نے شیطان کی راہ اختیار کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ
تا قول عز وجل مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ۔ اے محمد تو یہ کہہ میں شیطان کے شر سے لوگون کے پروردگار کے ساتھ پناہ مانگتا ہون۔ اور ارشاد فرمایا ہے۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۔ اے محمد تو یہ کہہ میں صبح کے
پروردگار کے ساتھ پناہ مانگتا ہون۔ اور ارشاد فرمایا ہے۔ قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ۔ اے محمد تو یہ کہہ۔ اے پروردگار میں شیطانون کے خطرون سے تیرے ساتھ پناہ مانگتا
ہون۔ اور ارشاد فرمایا ہے۔ وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ جب تو قرآن پڑھے تو ملعون شیطان سے اللہ کے ساتھ پناہ مانگ جس طرح شیطان گمراہ کرتے
ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ بھی بندون کو دین سے اسی طرح گمراہ کرتا۔ تو شیطانون کی طرح مذمت کا مستحق ہوتا۔ اور جس طرح شیطانون سے پناہ مانگنی واجب اور ضروری ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سے پناہ
مانگنی واجب اور ضروری ہوتی۔ اور گمراہ کرنیکے سبب سے جس طرح شیطان سے دشمنی رکھنی واجب اور ضروری ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سے بھی دشمنی رکھنی واجب اور ضروری ہوتی۔ بلکہ گمراہ کرنے میں اللہ تعالیٰ کو
شیطانون سے بہت زیادہ فضیلت ہے۔ کیونکہ گمراہی کی حاصل ہونے میں شیطان کا گمراہ کرنا۔ اور نہ کرنا دونون برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی کے گمراہ کرنے سے گمراہی حاصل ہوتی ہے۔ اور گمراہی کے
حاصل ہونے میں اللہ تعالیٰ ہی کا گمراہ کرنا موثر ہے۔ اور اس سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ شیطان تمام برائیون اور قباحتون سے پاک و مقدس ہو۔ اور سب ایمان اور زشتیان اللہ تعالیٰ ہی
کی طرف راجع ہون۔ اور مذمت کو شیطان سے کچھ تعلق اور لگاو نہ ہو۔ بالکل اللہ ہی کی طرف راجع ہو (چھٹا طریق) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے دین سے گمراہ کرنے کو اورون کی طرف منسوب
کیا ہے۔ اور دین سے گمراہ کرنیکے سبب سے اُن کی مذمت کی ہے۔ ارشاد فرمایا ہے وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى۔ فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا۔ اور ہدایت نہیں کی۔ اَضَلَّهُمُ السَّامِرِیُّ
سامری نے اُنھیں گمراہ کردیا۔ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ زمین کے رہنے والون میں سے بہت سے ایسے لوگ ہیں۔ اگر تو اُن کی طاعت کریگا۔ تو وہ تجھے
اللہ کی راہ سے گمراہ کردیں گے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ۔ بیشک جو لوگ اللہ کی راہ کی راہ سے گمراہ کرتے ہیں۔ اُنھیں اس سبب سے
سخت عذاب ہوگا۔ کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے شیطان کا مقولہ نقل کیا ہے۔ وَلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّیَنَّهُمْ۔ بیشک میں اُنھیں گمراہ کرونگا۔ اور طرح
طرح کی آرزوئیں دلاؤنگا۔ یا فی الحقیقت صرف انھیں لوگون نے اورون کو دین سے گمراہ کیا ہے۔ یا اُن کا گمراہ کرنے والا صرف اللہ ہی ہے۔ ان لوگون کو اُن کے گمراہ کرنے میں کچھ
دخل نہیں ہے۔ یا اللہ تعالیٰ اور ان لوگون نے شریک ہوکر اُنھیں گمراہ کیا ہے۔ اگر صرف اللہ تعالیٰ ہی نے اُنھیں دین سے گمراہ کیا ہے۔ اور ان لوگون کو اُن کے گمراہ کرنے میں کچھ دخل نہیں ہے
تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگون پر افترا کیا۔ کیونکہ اپنی عادت اور اپنے عیب کو اُن کی طرف منسوب کردیا۔ اور جو اُنھون نے نہیں کیا ہے۔ اُس کے سبب سے اُن کی مذمت کی۔ اور اللہ تعالیٰ
افترا کرنے سے پاک اور مقدس ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ گمراہ کرنے میں ان لوگون کا شریک ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کو ان لوگونکی ایسے فعل پر مذمت کرنی کس طرح جائز ہوگی جس میں خود اُن کا شریک ہے
اور جس میں خود اُن کی برابر ہے۔ جب یہ دونون صورتیں باطل ہوگئیں۔ تو یہ ثابت ہوگیا۔ کہ انھی لوگون نے اُنھیں گمراہ کیا ہے۔ اور گمراہی کا پیدا کنندہ اور خالق اللہ تعالیٰ نہیں ہے
(ساتوان طریق) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی بہت سی آیتیں ذکر کی ہیں۔ جن میں اُس گمراہی کا ذکر ہے۔ جو گنہگارون کی طرف منسوب ہے۔ ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَا یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ

اسد مثل کے بیان کرنے سے سرکشون اور بدکارون ہی کو گمراہ کرتا ہے۔ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ۔ اسد ظالمون کو گمراہ کرتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۔ بیشک اللہ اُس قوم کو ہدایت نہین کرتا ہے۔ جو کافر ہے۔ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ۔ اسی طرح اسد اُن لوگون کو گمراہ کرتا ہے۔ جو فضول خرچ اور شک کرنے والے ہین كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ۔ اسی طرح اسد اُن لوگون کو گمراہ کرتا ہے۔ جو فضول خرچ اور جھوٹے ہین جو گمراہی اسد تعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔ اگر اُس سے وہی گمراہی مراد ہے۔ جو اُن مین ہے۔ تو جو شے حاصل ہے۔ اُس کا پھر دوبارہ حاصل کرنا۔ اور جو شے ثابت ہے اُس کا پھر دوبارا ثابت کرنا لازم آئیگا۔ اور یہ محال اور ناممکن ہے۔ (آٹھوان طریق) یہ ہے۔ کہ جن چیزون کی وہ عبادت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی الٰہیت اور معبودیت کی نفی اس سبب سے کی۔ کہ وہ حق کی طرف ہدایت نہین کرتی ہیں اسد تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى۔ جو شخص حق کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ وہ پیروی کرنیکے قابل ہے۔ یا وہ شخص جو ہدایت کیے بغیر راہ نہین پاتا۔ چونکہ یہ چیزین ہدایت نہین کرتی ہین۔ اس سبب سے اسد تعالیٰ نے ان کی ربوبیت اور معبودیت کی نفی کی۔ ور اسد تعالیٰ خود ہدایت کرتا ہے۔ اس سبب سے اپنی ربوبیت اور معبودیت ثابت کی۔ اگر اسد تعالیٰ لوگون کو گمراہ کرے۔ تو جس چیز کے سبب سے اُن کی پیروی کرنے سے منع کیا ہے۔ اس چیز مین خود اُن کی برابر ہو جائیگا۔ بلکہ اُن سے بڑھ جائیگا کیونکہ بُت جس طرح ہدایت نہین کرتے ہین گمراہ بھی نہین کرتے۔ اور اسد تعالیٰ باوجودیکہ معبود ہے۔ اور ہدایت کرسکتا ہے پھر بھی وہ ہدایت نہین کرتا۔ بلکہ گمراہ کرتا ہے۔ (نوان طریق) یہ ہے۔ کہ اسد تعالیٰ یا ارشاد فرماتا ہے۔ کہ یہ گمراہی اُنکے بُرے فعل کی سزا ہے۔ اگر اس گمراہی سے وہی گمراہی مراد ہو۔ جو اُن مین ہے۔ تو اُنھین ایسی چیز کے ساتھ سزا ہوگی۔ جس کے ساتھ اُنہین بہت ہی تعلق اور لگاؤ ہے۔ اور جسکی طرف وہ ہمہ تن متوجہ اور ملتفت ہین۔ اور جس سے اُنھین بہت ہی لذت حاصل ہوتی ہے۔ اور جسکے ساتھ باہم ایک دوسرے پر رشک کرتے ہین۔ اگر اس قسم کی سزا دی جائز ہو۔ تو زنا کرنے والے کو زنا کرنیکی سزا پھر زنا کرنیکے ساتھ اور شراب پینے والے کو شراب پینے کی سزا پھر شراب پینے کے ساتھ جائز ہوگی۔ اور یہ جائز نہین ہے کیونکہ سزا ایسی چیز کے ساتھ ہوسکتی ہے جس سے تکلیف اور ایذا ہو۔ اور زنا کرنے والے کو زنا کرنے سے۔ اور شراب پینے والے کو شراب پینے سے ایذا اور تکلیف نہین ہوسکتی (دسوان طریق) یہ ہے۔ کہ اسد تعالیٰ کے قول وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ (اسد مثل بیان کرکے ساتھ اُنہی سرکشون اور بدکارون کو گمراہ کرتا ہے۔ جو اسد کے ساتھ مضبوط عہد کرکے پھر اُسے توڑ ڈالتے ہین) سے یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ پہلے بندہ اُن فاسقون اور سرکشون اور بدکارون مین سے ہو جاتا ہے۔ جو اپنے قصد اور ارادے سے اسد کے عہد کو توڑ ڈالتے ہین۔ پھر اس کے بعد اسد اُسے گمراہ کرتا ہے۔ اور اس سے یہ بات ظاہر اور معلوم ہوئی۔ کہ بندے کے فاسق اور سرکش ہوجانے۔ اور اسد کے عہد کے توڑ ڈالنے کے بعد جو اضلال (یعنی گمراہ کرنا) حاصل ہوتا ہے۔ وہ بندے کے فسق اور سرکشی اور بندے کی عہد شکنی کے مغایر ہے۔ گیارھوان طریق یہ ہے۔ جو ضلال (یعنی گمراہ کرنا) اسد تعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔ اسد تعالیٰ نے اُس کی تفسیر قرآن شریف مین۔ یا امتحان اور آزمایش کے ساتھ ارشاد فرمائی ہے۔ یا عقوبت اور سزا کے ساتھ۔ اسد تعالیٰ نے جس آیت مین۔ اضلال (یعنی گمراہ کرنا) کی تفسیر امتحان اور آزمایش کے ساتھ ارشاد فرمائی ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا (ہم نے فرشتون ہی کو دوزخ کا محافظ بنایا ہے۔ اور ہم نے کافرون کے امتحان اور آزمایش ہی کے لیے فرشتون کی شمار اور گنتی بیان کی ہے) تا قول عزوجل كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (اسی طرح اسد جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے) اسد تعالیٰ نے اس آیت مین یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اسد جو بندے کو گمراہ کرتا ہے۔ تو اسکے گمراہ کرنے کا یہ طریق ہے۔ کہ وہ کوئی ایسی متشابہ آیت۔ یا ایسا متشابہ فعل نازل کرتا ہے۔ بندہ جسکی اصل اور حقیقی غرض نہین جانتا۔ اور اس اضلال اور گمراہ کرنے کے ساتھ گمراہ وہ شخص ہے۔ جو اس متشابہ آیت اور متشابہ فعل کے مقصود سے واقف نہین ہے۔ اور نہ اُس کی حکمت مین غور اور فکر کرتا ہے۔ بلکہ غلط اور باطل محمل کے ثابت کرنے مین شبہون پر اعتماد اور بھروسا کرتا ہے۔ جیسا اسد تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ (یعنی جن کے دلون مین کجی ہے۔ وہ فتنے کی تلاش اور مراد کی طلب کے لیے قرآن مین سے متشابہ آیتون کی پیروی کرتے ہین) اور جس آیت مین ضلال کی تفسیر عقوبت اور سزا کے ساتھ کی ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ يُسْحَبُوْنَ (وہ گردنون مین طوق اور زنجیرین ہونیکے وقت گھسیٹے جائین گے) تا قول عزوجل كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ (اسد اسی طرح کافرون کو گمراہ کرتا ہے) اسد تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمادیا۔ کہ اضلال اور گمراہ کرنے کی تفسیر انھی دو طریقون مین سے ایک طریق کے ساتھ ہوسکتی ہے۔ جب اضلال اور گمراہ کرنے کی تفسیر انہی دو طریقون مین سے ایک طریق کے ساتھ ہوسکتی ہے۔ تو ان دو طریقون کے سوا کسی اور شے کے ساتھ اضلال اور

گمراہ کرنے کی تفسیر کرنی نہین چاہیے - تاکہ اضلال کے لفظ کا مشترک ہونا لازم نہ آئے - جب ان دو طریقون کے سوا کسی اور شئے کے ساتھ اضلال اور گمراہ کرنے کی تفسیر نہین ہوسکتی - تو یہ بات ثابت ہوگئی - کہ اضلال اور گمراہ کرنے سے کفر اور گمراہی کا پیدا کرنا مراد نہین ہوسکتا اور جب یہ ثابت ہوگیا - کہ اضلال اور گمراہ کرنے سے کفر اور گمراہی کا پیدا کرنا مراد نہین ہوسکتا - تو اب ہم یہ کہتے ہین - کہ ہم یہ بیان کرچکے ہین کہ اضلال اور گمراہ کرنے کے اصلی اور لغوی معنی باطل کی طرف بلانے اور باطل کی طرف راغب کرنے اور باطل کی برائیون کے چھپانیکی کوشش کرنیکے ہین اور اللہ تعالیٰ نہ باطل کیطرف بلاسکتا ہے نہ باطل کیطرف راغب کرسکتا ہے - نہ باطل کی برائیون کے چھپانیکی کوشش کرسکتا ہے - جب یہ معلوم ہوگیا - کہ اضلال اور گمراہ کرنیکے اصلی اور لغوی معنی مراد نہین ہوسکتے - تو اضلال اور گمراہ کرنے مین تاویل کرنی پڑی - اور جو تاویل جبریون نے کی ہے (یعنی اضلال و گمراہ کرنے سے کفر اور گمراہی کا پیدا کرنا مراد ہے) ہم اُسے ابھی باطل کرچکے ہین - تو اضلال اور گمراہ کرنے مین جبریون کی تاویل کے سوا اور تاویلین کرنی چاہئین (پہلی تاویل) یہ ہے جب کوئی شخص کسی چیز کے ہونیکے وقت اپنے اختیار سے گمراہ ہوجائے - اور اس چیز کو اس شخص کے گمراہ کرنے مین کچھ دخل نہ ہو - تو اُس وقت یہ کہتے ہین - کہ اُس شخص کو اُس چیز نے گمراہ کردیا - اللہ تعالیٰ نے بتون کے حق مین ارشاد فرمایا ہے - رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ (اے پروردگار ان بتون نے بہت سے آدمیون کو گمراہ کردیا) یعنی بہت سے آدمی ان بتون کے ساتھ اپنے اختیار سے گمراہ ہوگئے - اُن کے گمراہ کرنے مین بتون کو کچھ دخل نہ تھا - چونکہ بتون کے ہونے سے وہ خود اپنے اختیار سے گمراہ ہوگئے تھے - اس سبب سے اس آیت مین یہ ارشاد فرمایا - کہ بتون نے بہت سے آدمیون کو گمراہ کردیا - اور نیز ارشاد فرمایا ہے - وَلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا (کافرون نے باہم یہ کہا - تم یغوث اور یعوق اور نسر کو ہرگز نہ چھوڑو - اور ان بتون نے بہت سے آدمیون کو گمراہ کردیا ہے) یعنی بہت سے آدمی ان بتون کے ساتھ خود اپنے اختیار سے گمراہ ہوگئے - ان بتون کو اُن کے گمراہ کرنے مین کچھ دخل نہ تھا - چونکہ ان بتون کے ہونے سے وہ خود اپنے اختیار سے گمراہ ہوگئے تھے - اس سبب سے اس آیت مین یہ ارشاد فرمایا - کہ ان بتون نے بہت سے آدمیون کو گمراہ کردیا - اور نیز ارشاد فرمایا ہے - وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا - جو کتاب تیرے رب کی جانب سے تیرے اوپر نازل ہوئی ہے - اُس نے اُن مین سے بہت سون کی سرکشی اور کفر زیادہ کردیا - کتاب کو اُن کی سرکشی اور کفر کے زیادہ کرنے مین کچھ دخل نہ تھا - چونکہ کتاب کے نازل ہونیکے وقت اُنھون نے اپنے اختیار سے سرکشی اور کفر کو زیادہ کرلیا - اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے زیادت کو کتاب کی طرف منسوب کردیا - اور یہ ارشاد فرمادیا - کہ کتاب نے اُنکی سرکشی اور کفر زیادہ کردیا - اور نیز ارشاد فرمایا ہے - فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا (میری بلانے نے اُن کے بھاگنے کے سوا اور کچھ زیادہ نہین کیا) یعنی مین نے جو اُنھین بلایا تو وہ میرے بلانے کے وقت اپنے اختیار سے اور زیادہ بھاگے - بلانے کو بھاگنے کی زیادتی مین کچھ دخل نہ تھا - چونکہ وہ بلانے کے وقت اور زیادہ بھاگے - تو بھاگنے کی زیادتی کو بلانے کی طرف منسوب کردیا - اور یہ ارشاد فرمادیا - کہ میری بلانے نے اُنھین اور زیادہ بھگایا - اور نیز ارشاد فرمایا ہے - فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ - تم نے اُنھین مسخرہ بنالیا اور اُن سے یہان تک تمسخر اور ہنسی کی - کہ اُنھون نے میری یاد تمھین بھلادی - اور اُنھون نے فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی یاد نہین بھلائی تھی - بلکہ وہ اُنھین اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتے تھے اور اُنھین اللہ کی طرف بلاتے تھے - چونکہ اُن کے ساتھ ہنسی اور تمسخر کرنا اللہ تعالیٰ کی یاد کے بھول جانے کا سبب تھا - اس سبب سے اللہ تعالیٰ کی یاد کے بھلانے کو اُنکی طرف منسوب کردیا - اور یہ ارشاد فرمادیا - کہ اُنھون نے - تو اللہ تعالیٰ کی یاد کو بھی تمھین بھلادیا - اور سورۂ برارت مین ارشاد فرمایا ہے - وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ - وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ (یعنی جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو اُن مین سے بعضے یہ کہتے ہین - اس سورت نے تم مین سے کس کا ایمان زیادہ کردیا - جو لوگ ایمان لائے ہین - اس سورت نے اُن کا ایمان زیادہ کردیا - اور وہ اس کے نازل ہونے سے خوش ہین - اور جن کے دلون مین بیماری ہے - اس سورت نے اُن کی نجاست پر اور نجاست بڑھادی -) اس آیت مین - اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا - جو سورۂ احکام اور شرائع پر مشتمل ہے اُسکے نازل ہونے سے ان لوگون کا حال معلوم ہوجائیگا - ان مین سے بعضے اُس سورۂ کے نازل ہونے سے درست ہوجائینگے - اور اُنکا ایمان زیادہ ہوجائیگا - اور بعضے بگڑ جائینگے - اور اُن کا کفر بڑھ جائیگا - ایمان اور کفر کی زیادتی مین سورت کو کچھ دخل نہ تھا - چونکہ سورۂ کے نازل ہونے کے وقت اُنھون نے خود اپنے اختیار سے ایمان اور کفر زیادہ کرلیا - اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے ایمان اور کفر کی

زیادتی کو سورہ کی طرف منسوب کر دیا - اور یہ ارشاد فرمایا - کہ اُس سورت نے ایمان والون کا ایمان اور کافرون کا کفر زیادہ کر دیا - اسی طرح ہدایت اور اضلال (یعنی گمراہ کرنا) فی الحقیقت
اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہین ہے - بلکہ بندون کی طرف منسوب ہے - چونکہ اللہ تعالیٰ کے مثلون کے بیان کرنیکے وقت بعض نے اپنے اختیار سے ہدایت حاصل کی - اور بعض نے اضلال - اِس
سبب سے اس آیت مین ہدایت اور اضلال کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا - اور یہ ارشاد فرمادیا - کہ اللہ تعالیٰ مثل کے بیان کرنے سے بہت سے آدمیون کو ہدایت کرتا ہے - اور بہت سے
آدمیون کو گمراہ - اور سورہ مدثر مین ارشاد فرمایا ہے - وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِيْمَانًا (یعنی ہم نے
فرشتون کی گنتی اور شمار صرف کافرون کے امتحان اور آزمایش کے لیے بیان کی ہے - تاکہ اہل کتاب کو یقین ہو - اور ایمان والے اپنا ایمان اور زیادہ کرین) اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے
یہ ارشاد فرمایا - کہ دوزخ کے محافظون اور نگہبانون کی گنتی اور شمار بندون کا امتحان اور آزمایش ہے - تاکہ مخلص اور شک کرنیوالے مین امتیاز ہو جاوے - اس امتحان اور آزمایش کا انجام یہ ہوا
کہ ایمان والے تو اور درست ہو گئے - اور کافر اور بگڑ گئے - اور اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے ایمان کی زیادتی اور اُس کی ضد کی نسبت اُن لوگون کی طرف کی جن کا امتحان اور آزمایش ہوئی -
اور یہ ارشاد فرمایا - يَزْدَادَ (یعنی تاکہ ایمان والے اپنا ایمان اور زیادہ کرین) وَلِيَقُوْلَ (یعنی تاکہ جن کے دلون مین بیماری ہے - وہ - اور کافر یہ کہین - اللہ کی اس مثل سے کیا مراد ہے)
پھر اپنے قول مَاذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا کے بعد یہ ارشاد فرمایا - كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ (اسی طرح اللہ جسے چاہتا ہے - گمراہ کرتا ہے - اور جسے چاہتا ہے ہدایت
کرتا ہے) اور بندون کی طرف اضلال اور ہدایت کی نسبت کرنے کے بعد پھر اپنی طرف نسبت کی - اور یہ بیان کر دیا - کہ جو اضلال اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے - اُس کے معنی امتحان اور
آزمایش کے ہین - اور روزمرہ کے محاورہ مین بھی یہ بولا جاتا ہے - اَمْرَضَنِي الْحُبُّ - (یعنی محبت نے مجھے بیمار کر دیا - حالانکہ محبت نے اُسے بیمار نہین کیا ہے - بلکہ وہ محبت کے سبب سے خود بیمار ہو گیا ہے
اور یہ بھی روزمرہ کا محاورہ ہے - قَدْ اَفْسَدَتْ فُلَانَةُ فُلَانًا (فلان عورت نے فلان شخص کو بگاڑ دیا - اور خراب اور تباہ کر دیا) حالانکہ اُس عورت نے اُسے خراب اور تباہ نہین کیا ہے - اور
وہ اُسے جانتی بھی نہین ہے - بلکہ وہ اُسکے سبب سے خود خراب اور تباہ ہو گیا ہے - کسی شاعر نے کہا ہے ؎ دَعْ عَنْكَ لَوْمِيْ فَاِنَّ اللَّوْمَ اِغْرَاءٌ + (مجھے ملامت نہ کر - ملامت کرنا - اور بھڑکانا
اور برانگیختہ کرنا ہے - یعنی ملامت کرنے سے ملامت زدہ اور زیادہ برانگیختہ ہوتا ہے) یہ ہو سکتا ہے - کہ اضلال اور گمراہ کرنیکی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو - اور مراد یہ ہو - کہ جو مثلین
امتحانون اور آزمایشون پر مشتمل ہین - اُن کے سبب سے کافر گمراہ ہو گئے - اس آیت مین جب کافرون نے یہ کہا - اِن مثلون کے بیان کرنیکی کیا حاجت ہے - اور ان مثلون کے بیان کرنے سے
کیا فائدہ ہے - اور یہ امتحان اور آزمایش اُنہین بہت سخت معلوم ہوئی - تو اس سبب سے اضلال و گمراہ کرنیکی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف مستحسن ہوئی (دوسری تاویل) یہ ہے - کہ اضلال
کے معنی گمراہ کہنے کے ہین - اَضَلَّهٗ کہتے ہین - اور مراد یہ ہوتی ہے - اُس نے اُسے گمراہ کہا - اَكْفَرَ فُلَانٌ فُلَانًا کہتے ہین - اور غرض یہ ہوتی ہے - فلان شخص نے فلان شخص کو کافر کہا -
اور معتزلہ اس تاویل کی تائید کمیت کے اس شعر سے کرتے ہین ؎ وَطَائِفَةٌ قَدْ اَكْفَرُوْنِيْ بِحُبِّكُمْ + وَطَائِفَةٌ قَالُوْا مُسِيْءٌ وَّمُذْنِبٌ + (ایک گروہ نے تمہاری محبت کے سبب سے مجھے
کافر کہا + اور ایک گروہ نے بدکار اور گنہگار) اور طرفہ کا یہ شعر بھی اس تاویل کی تائید مین لاتے ہین ؎ وَمَا زَالَ شُرْبِيَ الرَّاحَ حَتّٰى اَضَلَّنِيْ + صَدِيْقِيْ وَحَتّٰى سَاءَنِيْ
بَعْضُ ذٰلِكَا - (مین نے یہانتک میخواری کی کہ میرے دوست نے بھی مجھے گمراہ کہا + اور مجھے خود بھی یہ کسیقدر برا معلوم ہوا) اور اس تاویل کو قطرب اور بہت سے معتزلہ نے اختیار
کیا ہے - اور بعضے لغت والون نے اس تاویل کا انکار کیا ہے - اور یہ کہا ہے - کہ گمراہ کہنے کے معنی مین اضلال نہین - تضلیل آتی ہے - ضَلَّلْتُهٗ تَضْلِيْلًا کہتے ہین - اور معنی یہ ہوتے ہین
مین نے اُسے گمراہ کہا - اور اسی طرح فَسَّقْتُهٗ اور فَجَّرْتُهٗ کہتے ہین - اور غرض یہ ہوتی ہے - کہ مین نے اُسے فاسق اور فاجر کہا - اور ان بعضے لغت والون کے اس انکار اور اس اعتراض
کا بعض لوگون نے یہ جواب دیا ہے - کہ فی الحقیقت گمراہ کرنے کو عربی زبان مین اضلال کہتے ہین - اور جب کسی شخص کو کسی نے گمراہ کر دیا - تو اُسے گمراہ کہنا اور اس پر یہ حکم کرنا کہ وہ
گمراہ ہے - لازم اور ضرور ہے - سا بجملہ گمراہ کہنا - اور گمراہی کا حکم کرنا گمراہ کرنے کو لازم ہے - اور لازم کے اوپر ملزوم کے اسم کا اطلاق کرنا ایک مشہور مجاز ہے - تو گمراہ کہنے اور گمراہی
کے حکم کرنے پر اضلال کے لفظ کا اطلاق کرنا ایک مشہور مجاز ہے - اور اس مشہور مجاز کا انکار کرنا بڑی غلطی ہے - اور اضلال کا لفظ گمراہ کہنے اور گمراہی کے حکم کرنے مین مستعمل بھی ہے
کیونکہ جب کوئی شخص یہ کہے کہ فلان شخص گمراہ ہے - تو وہ اُس سے یہ کہ سکتا ہے - لِمَ جَعَلْتَهٗ ضَالًّا (یعنی تو نے اُسے گمراہ کیون کہا) اور اس قول سے اُس کی مراد یہ ہے - کہ تو نے اُسے گمراہ
کیون کہا - اور اُس پر گمراہ ہونے کا حکم کیون کیا (تیسری تاویل) اضلال مطلق العنان کر دینے اور زبردستی کے ساتھ منع نہ کرنے کو کہتے ہین - اَضَلَّهٗ کہا جاتا ہے - اور مراد یہ

ہوتی ہی - اُسے مطلق العنان کردیا - اور زبردستی کرساتھ گمراہ ہونے سی منع نکیا - اور مجاز کے طریق سے عرب یہ کہتے ہین - اَفْسَدَ فُلَانٌ اِبْنَهٗ وَاَهْلَكَهٗ وَدَمَّرَ عَلَيْهِ - اور مراد یہ ہوتی
ہے - کہ فلان شخص نے اپنے بیٹے کو بگاڑدیا - اور تباہ کردیا - او مطلق العنان کردیا - اور زبردستی کے ساتھ بُری باتون سی نہ روکا - اور ادب دیا - او عرجی کا یہ شعر بھی عرب کے
اسی قول کے مثل ہے - ؎ اَضَاعُوْنِیْ وَاَیَّ فَتًی اَضَاعُوْا + لِیَوْمِ کَرِیْهَةٍ وَسِدَادِ ثَغْرٍ (اُنھون نے مجھے ضائع کردیا - او ہاتھ سے کھودیا - او جنگ اور سرحدبندی کے
دن کے لیے میری دیکھ بھال نکی - اُنھون نے کیسے جوان کو ضائع کردیا - اور اپنے ہاتھ سے کھودیا) جو شخص اتنی مدت تک اپنی تلوار زمین مین پڑی رکھے - کہ وہ خراب او زنگ آلود
ہوجائے - تو اُس سے یہ کہتے ہین - اَفْسَدْتَ سَيْفَكَ وَاَصْدَاْتَهٗ (یعنی تونے اپنے تلوار خراب اور زنگ آلود کردی (چوتھی تاویل) ضلال او اضلال کے معنی عذاب کے ہین -
اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہی - اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ (یعنی جس دن گنہگا منہ کے بل دوزخ مین گھسیٹے
جائین گے - اُس دن عذاب اور آگ مین ہونگے - اور اُن سے یہ کہا جائیگا جہنم کی سوزش اور تکلیف چکھو) اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا - کہ گنہگار قیامت کے دن
ضلال مین ہونگے - اور گنہگار قیامت کے دن گمراہی مین نہ ہونگے - کیونکہ قیامت کے دن گمراہون کو بھی حق ظاہر اور منکشف ہوجائیگا - تو اس آیت مین ضلال کے معنی عذاب ہی کے ہین
اور اس آیت سی یہ مراد ہی - کہ قیامت کے دن گنہگار عذاب مین ہونگے - اور یہ آیت بھی اس کی دلیل ہی - اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ يُسْحَبُوْنَ فِی الْحَمِیْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ
يُسْجَرُوْنَ ٥ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ - قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا ط كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ (یعنی جس وقت طوق
او زنجیرین اُن کی گردنون مین ہون گی - اور وہ جلتے ہوی پانی مین گھسیٹے جائین گے - اس کے بعد پھر وہ آگ مین جھونکے جائین گے - اس کے بعد پھر اُن سی یہ کہا جائیگا جنکو
تم اللہ کا شریک کہتے تھے - وہ کہان ہین - وہ یہ جواب دین گے - وہ تو ہم سے غائب ہوگئے - ہمین دکھائی بھی نہین دیتے - بلکہ ہم نے اس سے پہلے کسی چیز کی پرستش نہین کی تھی
اسی طرح اللہ کافرون کو عذاب کریگا - اس آیت مین اضلال کی تفسیر عذاب کے ساتھ کی گئی ہی - (پانچوین تاویل) یہ ہے - کہ اضلال کے معنی ہلاک کرنے اور باطل کرنے کے ہین اللہ
تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے - اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ (جن لوگون نے کفر اختیار کیا - اور اللہ کی راہ سی لوگون کو روکا - اللہ نے اُن کے عمل
باطل اور نیست و نابود کردیے - اس آیت مین اضلال کے معنی باطل و ہلاک کرنے کے ہین - اور اسی معنی کے اعتبار سے مجاز کے طریق سے عرب کا یہ قول ہی - ضَلَّ الْمَاءُ فِی اللَّبَنِ -
(یعنی دودھ مین پانی ہلاک او نیست و نابود ہوگیا) اور جب دودھ مین پانی ملادی - اور اُسے ہلاک او کالمعدوم کردے - تو - تو اَضْلَلْتُهٗ کہتا ہے - یعنی مین نے پانی کو ہلاک اور
نیست و نابود کردیا - اور عرب کا قول اَضَلَّ الْقَوْمُ مَيِّتَهُمْ بھی اسی سے ماخوذ ہی یعنی قوم نے اپنے مُردے کو قبر مین دفن کردیا - اور چھپادیا - یہان تک کہ وہ دکھائی نہین دیتا
نابغہ نے کہا ہے ؎ وَاٰبَ مُضِلُّوْهُ بِعَيْنٍ جَلِيَّةٍ + وَغُوْدِرَ بِالْجَوْلَانِ حَزْمٌ وَّنَائِلُ (اُس کے دفن کرنے والے چشم روشن کے ساتھ واپس آگئے - اور کوہ جولان مین
دانش اور جود چھوڑدی گئی - یعنی کوہ جولان مین اُسے کیا دفن کیا - دانش اور جود کو دفن کردیا - اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے - وَقَالُوْا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ
جَدِيْدٍ کافرون نے کہا کیا جب زمین مین ہم دفن ہوجائین گے - اور ہماری جسم چھپ جائین گے - تو پھر ہم از سر نو پیدا ہونگے - يُضِلُّ اللّٰهُ اِنْسَانًا مین اضلال سی یہی معنی
مراد ہین - یعنی اللہ انسان کو ہلاک اور معدوم کرتا ہے - اور اس معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی طرف اضلال کی نسبت ہوسکتی ہی - یہ پانچون تاویلین اس وقت ہوسکتی ہین
کہ اضلال سی اِضْلَالٌ عَنِ الدِّيْنِ (یعنی دین سے گمراہ کرنا) مراد ہو (چھٹی تاویل) یہ ہی - کہ اضلال سے اِضْلَالٌ عَنِ الْجَنَّةِ (یعنی جنت سی گمراہ کرنا) مراد ہے - او معترلہ نے یہ
کہا ہی - یہ چھٹی تاویل فی الحقیقت تاویل نہین ہے - بلکہ لفظ سے اُس کے اصلی اور حقیقی معنے مراد لیے ہین - کیونکہ یہ آیت صرف اسی بات پر دلالت کرتی ہے - کہ اللہ تعالیٰ اُنھین گمراہ
کرتا ہی - او اس پر دلالت نہین کرتی - کہ اللہ تعالیٰ اُنھین کس چیز سے گمراہ کرتا ہے - ہم اس سی یہ مراد لیتے ہین - کہ اللہ تعالیٰ اُنھین جنت کی راہ سی گمراہ کرتا ہی - اُنھون نے
پہلے اس آیت کے یہ معنے لیے - پھر قرآن مین اس قسم کی جو جو آیتین تھین - اُن سب کے یہی معنی لیے - جُبّائی نے یہی تاویل اختیار کی ہی - اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہی كُتِبَ
عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰی عَذَابِ السَّعِيْرِ (شیطان کی قسمت مین یہی لکھدیا گیا ہے - کہ جو شخص اُس سی دوستی کرے - وہ اُسے گمراہ کری - اور دوزخ
کی عذاب کی راہ بتائے) اس آیت مین يُضِلُّهٗ سے یہی مراد ہی - کہ شیطان جنت اور جنت کے ثواب سی اُسے گمراہ کرے - یہ سب تاویلین اُس وقت ہین جس وقت یہ کہین

کہ اضلال کا ہمزہ غیر متعدی کو متعدی کرنے کیلئے ہے (ساتوین تاویل) یہ ہے کہ اضلال کا ہمزہ غیر متعدی کو متعدی کرنے کے لیے نہین ہے۔ بلکہ وجدان کے لیے ہے۔ اور اسکا بیان
اُس مسئلے کی ابتدا مین ہو چکا ہے۔ اَضَلَّ فُلَانٌ بَعِیْرَہٗ کہتے ہین اور معنی یہ ہوتے ہین۔ کہ فلان شخص نے اپنے اونٹ کو گم شدہ پایا۔ تو اللہ تعالیٰ کے اضلال او گمراہ کرنیکے بھی
یہی معنی ہین۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اُنھین گمراہ پایا۔ (آٹھوین تاویل) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا قول یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّ یَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا (یعنی اللہ تعالیٰ مثل کے بیان کرنے کے ساتھ
بہت سے لوگون کو گمراہ کرتا ہے۔ اور بہت سے لوگون کو ہدایت) کافرون کے قول کا تتمہ ہے۔ کافرون نے پہلے یہ کہا مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا (یعنی اللہ کی اس مثل سے
کیا ارادہ ہے جس سے کوئی فائدہ معلوم نہین ہوتا۔ پھر خود ہی اُنھون نے ہنسی و تمسخر کے طور پر یہ کہا۔ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّ یَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا (یعنی اس مثل کے بیان کرنے سے یہ فائدہ ہے
کہ اس مثل کے بیان کرنے سے اللہ بہت سے لوگون کو گمراہ کرتا ہے۔ اور بہت سے لوگون کو ہدایت۔ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّ یَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا بھی کافرون ہی کا قول ہے۔ پھر
اللہ تعالیٰ نے کافرون کے اس قول کا یہ جواب دیا۔ وَمَا یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ (یعنی مثل کے بیان کرنے سے فاسق کے سوا اور کوئی گمراہ نہین ہوا۔ یہ معتزلے کے کلام
کی پوری تقریر ہے۔ جبریہ نے معتزلہ کی تمام تقریر سن کر یہ کہا۔ کہ ہم نے آپ کی ساری تقریر سنی۔ اور ہم اس بات کے معترف ہین۔ کہ آپ کے اعتراض عمدہ ہین۔ اور آپ کا کلام متین
اور قوی۔ لیکن ہم کیا کرین۔ آپکے چار دشمن ہین۔ جنھون نے آپ کی ان عمدہ اور لطیف دلیلون کو خراب اور نکما کر دیا۔ آپکا (پہلا دشمن) داعی کا مسئلہ ہے۔ (داعی کا مسئلہ یہ ہے
کہ جو شخص علم و جہل اور ہدایت و اضلال پر قادر ہے۔ کیا سبب ہے۔ کہ اُس نے ان دونون مین سے ایک کو کیا۔ اور دوسرے کو نہین کیا۔ (دوسرا دشمن) علم کا مسئلہ ہے۔ علم کے
مسئلے کی تقریر اللہ تعالیٰ کے قول خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ کی تفسیر مین گزر چکی۔ اور ہم نے آپکے پاس ان دونون مسئلون کا کوئی قوی جواب نہین دیکھا۔ اور ہم یہ
یقیناً جانتے ہین۔ ہمین اس مین کسی طرح کا شک نہین ہے۔ کہ باوجود اسقدر ذکاوت کے آپ پر یہ بات مخفی اور پوشیدہ نہین رہ سکتی۔ کہ ہمارے ان جوابون کی
تردید اور جواب دہی سے آپ عاجز اور ضعیف ہین۔ جس طرح ہم نے انصاف کیا۔ اور یہ اقرار کر لیا۔ کہ آپ کا کلام قوی اور متین ہے۔ اسی طرح آپ بھی انصاف کیجیے
اور یہ اقرار کر لیجیے۔ کہ آپ کے ان دونون مسئلون کا ہمارے پاس جواب نہین ہے۔ کیونکہ عاقلون کو اندھا اور غافل بن جانا زیبا اور شایان نہین ہے۔ (تیسرا دشمن) یہ ہے
اگر بندہ اپنے فعل کا خود خالق اور پیدا کنندہ ہوتا۔ تو وہ جس فعل کے پیدا کرنے کا قصد کرتا وہی فعل ہوتا۔ لیکن ہر ایک شخص علم اور راہ یابی ہی کا قصد کرتا ہے۔ اور جہل اور گمراہی سے
پورا پورا احتراز اور اجتناب کرنا چاہتا ہے۔ پھر جہل اور گمراہی بندے کو کس طرح حاصل ہو جاتی ہے۔ حالانکہ اُس نے علم اور راہ یابی ہی کے حاصل کرنے کا قصد کیا تھا۔ اس بیان کا
حاصل یہ ہے۔ کہ ہر ایک بندے کا یہی قصد ہے۔ کہ علم اور راہ یابی حاصل کرے۔ اور جہل اور گمراہی سے بچے۔ اگر بندہ خود علم اور راہ یابی کا خالق ہوتا۔ تو ہر ایک بندہ علم اور
راہ یابی کو پیدا کر کے اپنے لیے حاصل کر لیتا۔ اور جہل اور گمراہی سے بچا رہتا۔ جب ہر ایک بندے کو علم اور راہ یابی حاصل نہین ہوتی۔ اور ہر ایک بندہ جہل اور گمراہی سے
نہین بچتا۔ تو معلوم ہوا کہ بندہ علم اور راہ یابی اور اسی طرح اپنے اور فعلون کا خالق نہین ہے۔ اگر کوئی شخص اس بیان پر یہ اعتراض کرے۔ کہ کفر۔ ایمان کی ساتھ
اور علم جہل کے ساتھ۔ بندے پر مشتبہ ہو گیا ہے۔ اور اُسے کفر و ایمان اور علم و جہل مین امتیاز نہین ہوا۔ اور اُس نے جہل کو علم گمان کیا۔ اور جہل کو علم گمان کر کے اُس کے
پیدا کرنے کا قصد کیا۔ اور اُسے حاصل کر لیا۔ تو ہم اس اعتراض کا یہ جواب دین گے کہ بندے نے جو جہل کو علم گمان کیا ہے تو بندے کا یہ گمان غلط اور خطا ہے۔ اگر بندے نے اس
گمان کو جو غلط اور خطا ہے۔ ابتداءً اختیار کیا۔ اور اس کے حاصل کرنے کا قصد کیا۔ تو اُس نے جہل اور خطا کو اختیار کیا۔ اور اُسکے حاصل کرنے کا قصد اور ارادہ کیا۔ اور یہ ناممکن
ہے۔ کیونکہ کوئی بندہ جہل اور خطا کے حاصل کرنے کا قصد اور ارادہ نہین کرتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ بندے نے اس غلط گمان کو حق گمان کیا۔ اور اس غلط گمان کو حق گمان کر کے
اسے اختیار کیا۔ اور اس کے حاصل کرنے کا قصد کیا۔ تو اس دوسرے گمان مین بھی وہی تقریر جاری ہوگی۔ جو پہلے گمان مین جاری ہوئی تھی یعنی یہ دوسرا گمان غلط ہے۔ بندے نے اس
دوسرے غلط گمان کو اگر ابتداءً اختیار کیا ہے۔ تو یہ لازم آتا ہے۔ کہ بندے نے غلطی کو اختیار کیا۔ اور اُس کے حاصل کرنے کا قصد کیا۔ اور یہ ناممکن ہے کیونکہ کوئی بندہ غلطی کو
اختیار نہین کرتا۔ اور اُس کے حاصل کرنے کا قصد نہین کرتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ بندے نے اس دوسرے گمان کو حق گمان کیا۔ اور اُسے حق گمان کر کے اُسے اختیار کیا۔ اور
اُس کے حاصل کرنے کا قصد کیا۔ تو اس تیسرے گمان مین بھی وہی تقریر جاری ہوگی۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ تو اب یا گمان غیر متناہی ہین۔ اور گمانون کا غیر متناہی ہونا محال

ناممکن ہو۔ یا بندے نے آخری غلط گمان کو ابتداءً اختیار کیا۔ اور غلطی کا اختیار کرنا۔ اور اُس کے حاصل کرنے کا قصد کرنا۔ یہ بھی ناممکن ہے (جو متلازمین) کوئی تصور کسبی نہین ہے۔ یعنی بندہ کسی تصور کو اپنے قصد اور اختیار سے حاصل نہین کرسکتا۔ اور اُسے کسی تصور کے حاصل کرنے کی قدرت نہین ہے۔ بندہ کسی بدیہی تصدیق کو حاصل نہین کرسکتا۔ اور اُسے کسی بدیہی تصدیق کے حاصل کرنے کی قدرت نہین ہے۔ کوئی نظری تصدیق کسبی نہین ہے۔ یعنی کسی نظری تصدیق کو بندہ اپنے قصد اور اختیار سے حاصل نہین کرسکتا۔ اور کسی نظری تصدیق کی حاصل کرنیکی اُسے قدرت نہین ہی۔ یہ تین مقدمے ہین (پہلا مقدمہ) یہ ہے کہ بندہ کسی تصور کو حاصل نہین کرسکتا۔ اور اُسے کسی تصور کے حاصل کرنے کی قدرت نہین ہے۔ اس مقدمے کی دلیل یہ ہے کہ جو شخص کسی تصور کے حاصل کرنیکا قصد کرتا ہے اُسی اُس تصور کا تصور ہے یا نہین۔ اگر ہے۔ تو پھر اُسے اُسکے تصور کا حاصل کرنا محال اور ناممکن ہے۔ کیونکہ اُسے اُس کا تصور حاصل ہی۔ اور پھر اُسکے تصور کا حاصل کرنا حاصل کی تحصیل کرنا ہے۔ اور تحصیل حاصل ناممکن ہے۔ تو اُسکے تصور کا پھر حاصل کرنا ناممکن ہے۔ اگر اُسے اُس کا تصور نہین ہے۔ تو اُس کا ذہن اُس تصور سے غافل ہی۔ اور جو شخص کسی چیز سے غافل ہو۔ وہ اُسے حاصل نہین کرسکتا۔ تو یہ بات ثابت ہوگئی۔ کہ بندہ کسی تصور کو حاصل نہین کرسکتا۔ اور اُسے کسی تصور کے حاصل کرنیکی قدرت نہین ہے (دوسرا مقدمہ) یہ ہے کہ کسی بدیہی تصدیق کو بندہ حاصل نہین کرسکتا۔ اور اُسے کسی بدیہی تصدیق کے حاصل کرنے کی قدرت نہین ہے۔ اس مقدمہ کی دلیل یہ ہی کہ بدیہی تصدیق کے موضوع اور محمول یعنی مبتدا اور خبر کے حاصل ہوتے ہی ذہن کو اُس بدیہی تصدیق کا جزم اور یقین ہوجاتا ہے۔ یا نہین۔ اگر ہوجاتا ہے۔ تو جب بدیہی تصدیق کے موضوع اور محمول حاصل ہونگے۔ اُسوقت اُس بدیہی تصدیق کا حاصل ہونا واجب اور ضروری ہوگا۔ اور جب بدیہی تصدیق کے موضوع اور محمول حاصل نہ ہونگے اُسوقت اُس بدیہی تصدیق کا حاصل نہ ہونا واجب اور ضروری ہوگا۔ اور جس چیز کا حاصل ہونا اور نہ ہونا۔ ایسی چیز کے حاصل ہونے اور نہونے پر موقوف ہو۔ جس کے حاصل کرنیکی بندے کو قدرت نہین ہی۔ اُس چیز کے حاصل کرنے پر بھی بندہ قادر نہین ہے۔ یعنی بدیہی تصدیق کا حاصل ہونا اور حاصل نہ ہونا موضوع اور محمول کے حاصل ہونے اور حاصل نہ ہونے پر موقوف ہی۔ اور موضوع اور محمول کے حاصل کرنے اور حاصل نہ کرنے پر بندہ قادر نہین ہے۔ تو بدیہی تصدیق کے حاصل کرنے پر بھی بندہ قادر نہین ہے۔ اگر بدیہی تصدیق کے موضوع اور محمول کے حاصل ہوتے ہی ذہن کو بدیہی تصدیق کا جزم اور یقین حاصل نہین ہوتا۔ تو یہ لازم آتا ہے۔ کہ وہ تصدیق بدیہی نہ ہو۔ اور یہہ فرض کے خلاف ہے۔ تو یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ کسی بدیہی تصدیق کے حاصل کرنے کی بندے کو قدرت نہین ہے (تیسرا مقدمہ) یہ ہی۔ کہ کوئی نظری تصدیق کسبی نہین ہے یعنی کسی نظری تصدیق کو بندہ حاصل نہین کرسکتا۔ اور کسی نظری تصدیق کے حاصل کرنے کی اُسے قدرت نہین ہے۔ اس مقدمہ کی دلیل یہ ہے۔ اگر نظری تصدیق اُن بدیہی تصدیقون کو لازم ہے۔ جن کے حاصل کرنے کی بندے کو قدرت نہین ہی۔ یعنی یہ ممکن نہین ہے کہ بدیہی تصدیقین حاصل ہون اور نظری تصدیق حاصل نہو۔ تو نظری تصدیق کے حاصل کرنے پر بھی بندہ قادر نہ ہوگا۔ کیونکہ بدیہی تصدیقین ملزوم ہین۔ اور نظری تصدیق لازم۔ اور بدیہی تصدیقون کے حاصل کرنے پر بندہ قادر نہین ہے اور جو ملزوم پر قادر نہین ہوتا ہے۔ وہ لازم پر بھی قادر نہین ہوتا۔ تو نظری تصدیق کے حاصل کرنے پر بھی بندہ قادر نہین ہے اگر نظری تصدیق بدیہی تصدیقون کو لازم نہین ہے یعنی یہ ہوسکتا ہے۔ کہ بدیہی تصدیقین حاصل ہون۔ اور نظری تصدیق حاصل نہ ہو۔ تو ان بدیہی تصدیقون سے نظری تصدیق پر استدلال کرنا ممکن نہوگا۔ کیونکہ دلیل کو دلیل کا مدلول یعنی نتیجہ لازم ہوتا ہے۔ اور نظری تصدیق بدیہی تصدیقون کو لازم نہین ہے۔ تو بدیہی تصدیقین نظری تصدیق کی دلیل نہین ہوسکتین۔ اور جب ان بدیہی تصدیقون سے نظری تصدیق پر استدلال کرنا ممکن نہ ہوا۔ تو ان نظری تصدیقون کے اعتقاد۔ علم اور یقین نہ ہوئے۔ بلکہ یہ اعتقاد تقلیدی اعتقاد ہین۔ اور تقلیدی اعتقاد مین ہماری بحث نہین ہے۔ یہ مقدمہ بھی ثابت ہوگیا۔ کہ بندہ کسی نظری تصدیق کے حاصل کرنے پر قادر نہین ہے۔ آپ نے جو اس امر پر دلائل قائم کیے ہین۔ کہ راہ یابی اور گمراہی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہین ہی۔ اور اللہ تعالیٰ اُن کا خالق نہین ہی۔ ہماری یہ قطعی اور عقلی دلائل جن کا جواب ممکن نہین ہی۔ آپ کے اُن دلائل کے مقابل اور معارض ہین۔ معتزلہ نے اضلال کے لفظ مین جو تاویلین بیان کی ہین۔ اب ہم اُن تاویلون کی تردید بیان کرتے ہین۔ پہلی تاویل کی باطل ہونیکی دلیل یہ ہی۔ گمراہی کی رجحان مین ان متشابہات اور ان امثال کے نازل کرنیکو کچھ دخل ہی یا نہین۔ اگر ہی تو تمہارے مذہب کے موافق ان متشابہات اور ان امثال کا نازل کرنا دوسری قبیح ہی (پہلی وجہ) یہ ہی۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے قول خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ کی تفسیر مین یہ بتا چکے ہین۔ کہ رجحان

معتزلہ نے اضلال کے لفظ مین جو تاویلین بیان کی ہین ان کا رد

کو وجوب لازم ہی یعنی یہ نہین ہوسکتا۔ کہ رجحان ہو۔ اور وجوب نہ ہو۔ اور دونون جانبون کے برابر ہونے اور ایک جانب کے واجب ہونیکے درمیان واسطہ نہین ہے
یعنی یہ نہین ہوسکتا۔ کہ نہ دونون جانبین برابر ہون۔ اور نہ ایک جانب واجب ہو۔ بلکہ ایک جانب راجح اور اولیٰ ہو۔ کیونکہ رجحان کو وجوب لازم ہے۔ اور جہان رجحان
ہوتا ہے۔ وہان وجوب ہوتا ہے۔ تو اب یہی دو صورتین رہین۔ یا دونون جانبین برابر ہون گی۔ یا ایک جانب واجب ہوگی۔ اور یہ نہین ہوسکتا۔ کہ نہ دونون جانبین
برابر ہون۔ اور نہ ایک جانب واجب۔ بلکہ ایک جانب کو صرف رجحان ہو۔ جب گمراہی کے رجحان مین ان متشابہات اور ان امثال کے نازل کرنے کو دخل ہی۔ اور یہ ثابت
ہوچکا ہے۔ کہ رجحان کو وجوب لازم ہی۔ یعنی یہ نہین ہوسکتا۔ کہ رجحان ہو۔ اور وجوب نہ ہو۔ تو گمراہی ان متشابہات کے نازل کرنے سے جب راجح ہوگئی۔ تو واجب
بھی ہوگئی۔ اور جب ان متشابہات کے نازل کرنے سے گمراہی واجب ہوگئی۔ اور راہ یابی ناممکن اور ممتنع۔ تو بندہ مجبور ہوگیا۔ اور آپ کا مذہب باطل (دوسری وجہ) یہ ہے
ہم آپ کا یہ قول تسلیم کرتے ہین۔ کہ رجحان کو وجوب لازم نہین ہے۔ اور یہ ہوسکتا ہے۔ کہ گمراہی کو رجحان ہو۔ اور وجوب نہ ہو۔ مگر یہ بات ضرور ہی۔ کہ بندے کو
کوئی عذر اور کوئی حیلہ باقی نہ رہی۔ اور جب ان متشابہات کے نازل کرنے سے گمراہی راہ یابی سے راجح اور اولیٰ ہوگئی۔ تو بندے کو طاعت نہ کرنے کے لیے یہ عذر اور حیلہ ہوگیا اور جب بندے
کیلیے عذر اور حیلہ ہوگیا۔ تو آپ کے مذہب کے مطابق اللہ تعالیٰ کو ان متشابہات کا نازل کرنا قبیح ہوا۔ اگر ان متشابہات اور ان امثال کے نازل کرنے کو گمراہی کے رجحان اور اولیٰ ہونے مین دخل نہین ہے۔ تو ان
کی گمراہی کی طرف ان متشابہات کے نازل کرنیکو ویسی ہی نسبت ہوگی جیسی کو اڑون کی آواز اور کوے کی کائین کائین۔ کو اور جس طرح انکی گمراہی ان اجنبی چیزونکی طرف منسوب نہیں ہوسکتی اسی طرح ان متشابہات
اور ان امثال کی طرف بھی اُسے منسوب ہونا نہین چاہیے۔ اور جب ان متشابہات۔ اور ان امثال کی طرف اُن کی گمراہی منسوب نہین ہوسکتی۔ تو معتزلہ کی پہلی تاویل
باطل ہوگئی۔ دوسری تاویل (یعنی اضلال کے لفظ سے گمراہ کہنا۔ اور یہ حکم کرنا مراد ہی۔ کہ فلان شخص گمراہ ہی) اگرچہ نہایت ہی بعید ہے۔ پھر بھی اُس سے اعتراض دفع نہین ہوتا بلکہ
باقی رہتا ہی۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے بندے کو گمراہ کہا۔ اور یہ حکم کیا۔ کہ وہ گمراہ ہے۔ پھر اگر بندہ گمراہی کو پیدا نہ کری۔ اور گمراہ نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کی سچی خبر جھوٹی ہوجائیگی اور
اللہ تعالیٰ کا علم جہل ہوجائیگا۔ اور اللہ تعالیٰ کی خبر کا جھوٹا ہوجانا۔ اور اللہ تعالیٰ کے علم کا جہل ہوجانا محال اور ناممکن ہے۔ اور جس چیز سے محال اور امر ناممکن لازم آئے۔ وہ
چیز بھی محال اور ناممکن ہے۔ تو بندے کا گمراہی کو پیدا نہ کرنا محال اور ناممکن ہے۔ اور جب گمراہی کا پیدا نہ کرنا محال اور ناممکن ہے۔ تو گمراہی کا پیدا کرنا واجب اور ضروری ہے
کیونکہ جب ایک نقیض محال اور ناممکن ہوتی ہی۔ تو دوسری نقیض واجب اور ضروری ہوتی ہی۔ اور گمراہی کے پیدا کرنے کا واجب اور ضروری ہونا۔ یہ بعینہ بندے کا مجبور ہونا ہے
تفرون منه فانه ملاقیکم (جس سے تم بھاگتے ہو۔ اور جس سے تمہارا پیچھا چھوٹنا ناممکن ہی) جب بحث اس مقام تک پہنچ جاتی ہی۔ اور معتزلہ عاجز ہوجاتے ہین۔ تو اپنے وہی دو
مشہور جواب دینے لگتے ہین۔ جن کا بیان۔ ان الذین کفروا سواء علیہم ءانذرتہم ام لم تنذرہم لا یؤمنون کی تفسیر مین ہوچکا ہے۔ اور اُن دونون جوابون کی لغویت
اور بیہودگی ہر ایک عاقل پر ظاہر اور آشکارا ہے۔ اور تیسری تاویل کا (یعنی اضلال کے لفظ سے مطلق العنان کردینا۔ اور گمراہی سے منع نہ کرنا مراد ہے۔) یہ جواب ہے کہ مطلق العنان
کردینے۔ اور مقید اور منع نہ کرنے کو اضلال اُسی وقت کہتے ہین۔ کہ باپ کو بیٹے کا مقید کرنا۔ اور گمراہی سے روکنا۔ بہتر ہو۔ اگر بیٹا باپ کے روکنے اور منع کرنے سے گمراہی سے اور بہت
بڑی خرابی مین پڑتا ہو۔ اور باپ اُسے گمراہی سے نہ روکے۔ اور مقید نہ کرے۔ اور مطلق العنان رہنے دے۔ تو باپ کو یہ نہین کہہ سکتے۔ کہ اس نے اپنے لڑکے کو بگاڑ دیا۔ اور
خراب اور گمراہ کردیا۔ اگر اللہ تعالیٰ بندے کو زبردستی کے ساتھ گمراہی سے روکے اور منع کرے۔ اور گمراہی مین مبتلا ہونے نہ دے۔ تو وہ ایسی خرابی مین پڑجائیگا۔ جو گمراہی سے
بہت بڑی ہی۔ یعنی وہ مجبور ہوجائیگا۔ اور آپ کے نزدیک بندے کے مجبور ہونے سے زیادہ اور کوئی بڑی خرابی نہین ہی۔ اگر اللہ تعالیٰ بندے کو زبردستی کے ساتھ گمراہی سے
نہ روکے۔ اور منع نہ کرے۔ تو یہ کس طرح کہہ سکتے ہین۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو بگاڑ دیا۔ اور چوتھی تاویل پر قفال نے یہ اعتراض کیا ہے۔ کہ ہم آپ کا یہ قول تسلیم نہین
کرتے۔ کہ ضلال کا لفظ عذاب کے معنے مین آیا ہے۔ اور آپنے جو یہ کہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے قول ان المجرمین فی ضلال وسعر مین ضلال کا لفظ عذاب کے معنی مین ہے۔ ہم یہ تسلیم
نہین کرتے۔ بلکہ اس آیت کے یہ معنی ہین۔ کہ گنہگار دنیا مین حق سے گمراہ ہین۔ اور آخرت مین جسدن منہ کے بل آگ مین گھسیٹے جائین گے۔ اُس دن جہنم کے عذاب مین ہونگے
یعنی اس آیت مین لفظ ضلال کے معنی گمراہ ہونے کے ہین۔ اور لفظ سعر کے معنی عذاب کے۔ اور یوم یسحبون کو صرف سعر کے لفظ سے تعلق اور لگاؤ ہے۔ ضلال کے

لفظ سے تعلق نہیں ہے۔ اور یہ جو آپ نے کہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے قول اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ الخ میں ضلال کا لفظ عذاب کے معنی میں ہے۔ ہم اسے تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ اس
آیت میں اللہ تعالیٰ کے قول ضَلُّوْا عَنَّا کے یہ معنی ہیں کہ وہ باطل ہو گئے۔ اور ہمیں آج کے دن اُن کی شفاعت اور سفارش کی اُمید تھی۔ ہمیں اُن سے کچھ فائدہ اور
نفع نہیں ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کے قول کَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِیْنَ سے کَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ اَعْمَالَ الْكٰفِرِیْنَ مراد ہے۔ یعنی مضاف مقدر ہے۔ یعنی قیامت کے دن
اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کے عمل باطل کریگا۔ اور کَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِیْنَ کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کافروں کی مدد چھوڑ دی۔ وجب
اُنھوں نے باطل کو قبول کر لیا۔ اور غور و فکر کرنے سے مُنہ پھیر لیا۔ تو اللہ تعالیٰ حق کے قبول کرنے کی اُنھیں توفیق نہیں دیتا۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کافروں کی
مدد چھوڑ دی تو قیامت کے دن اُن کے وہ سب عمل باطل ہو گئے۔ جن کی نسبت اُنھیں دُنیا میں یہ خیال تھا۔ کہ ہمیں اُن سے قیامت میں فائدہ اور نفع ہو گا۔ اور چھٹی
تاویل (یعنی اضلال کے لفظ سے ہلاک کرنا مراد ہے) اس مقام کے مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول وَیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا (یعنی اللہ تعالیٰ مثل کے بیان
کرنے سے بہت سے لوگوں کو ہدایت کرتا ہے۔) اس بات سے منع کرتا ہے۔ کہ اضلال کے لفظ سے ہلاک کرنا مراد ہو۔ اور ساتویں تاویل (یعنی اضلال کے لفظ سے جنت کی راہ
سے گمراہ کرنا مراد ہے) اس سبب سے ضعیف ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یُضِلُّ بِهٖ ارشاد فرمایا ہے۔ یعنی اللہ ان آیتوں کے سننے کے سبب گمراہ کرتا ہے۔ اور جنت کی راہ سے
گمراہ کرنا ان آیتوں کے سننے کے سبب نہیں ہے۔ بلکہ بُری باتوں کے کرنے کے سبب سے ہے۔ تو اضلال کے لفظ سے جنت کی راہ سے گمراہ کرنا کیونکر مراد ہو سکتا ہے
اور ساتویں تاویل کا (یعنی یُضِلُّ سے مراد ہے۔ کہ وہ اُسے گمراہ پاتا ہے) یہ جواب ہے۔ کہ ہم یہ بیان کر چکے ہیں۔ کہ اس لغت کے ثبوت کی کوئی دلیل نہیں یعنی اضلال
لفظ کا گمراہ پانے کے معنی میں آنا کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے۔ اور نیز اللہ تعالیٰ نے یُضِلُّ بِهٖ ارشاد فرمایا ہے۔ اور اضلال کے لفظ کو ب کے ساتھ متعدی کیا ہے۔ اور جس اضلال
کے معنی وجدان یعنی گمراہ پانے کے ہیں۔ وہ ب کے ساتھ متعدی نہیں ہوتا۔ اور آٹھویں تاویل اس سبب سے باطل ہے۔ کہ اُس کے سبب سے اس آیت کی عبارت
بے ربط ہو جاتی ہے۔ اور مابعد کو ماقبل سے کچھ تعلق اور لگاؤ نہیں رہتا۔ کیونکہ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا (یعنی مثل کے بیان کرنے کے ساتھ اللہ بہت سے
لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اور بہت سے لوگوں کو ہدایت) کافروں کا کلام ہے۔ اور وَمَا یُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ (یعنی اللہ تعالیٰ مثل کے بیان کرنے کے ساتھ صرف سرکشوں
اور بدکاروں ہی کو گمراہ کرتا ہے) اللہ تعالیٰ کا۔ اور ان دونوں کلاموں کے درمیان کوئی چیز فاصل نہیں ہے۔ بلکہ اُن دونوں کے درمیان واؤ حرف عطف ہے۔ جو وصل
کے لیے آتا ہے۔ اچھا ہم نے یہاں سورہ بقر میں یہ تسلیم کر لیا۔ کہ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا کافروں کا کلام ہے۔ مگر سورہ مدثر میں کَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ
وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (اسی طرح اللہ جسے چاہتا ہے۔ گمراہ کرتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے) یقیناً اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس میں
کسی طرح کا شک نہیں ہے۔ یہ ساری بحث و تحقیق اضلال کے لفظ کی تھی۔ اور ہدی کے کئی معنے ہیں۔ (پہلے معنی) دلالت اور بیان کرنے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے
اَوَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا (ہم نے بہت سے قرن ہلاک کر دیے۔ کیا اس نے بُرائی بھلائی اُن سے بیان نہیں کی) اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ
تَبِعَ هُدَایَ (اگر میری جانب سے بُرائی بھلائی کا بیان تمہارے پاس آ جائے۔ تو جو میرے بیان پر چلا) ان دونوں آیتوں کے معنے اُسی وقت ٹھیک اور درست ہو سکتے ہیں
کہ ان میں هُدًى کے لفظ کے معنی بُرائی بھلائی کے بیان کرنے کے ہوں۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ
الْهُدٰى (وہ اپنے گمان اور نفسانی خواہش کی پیروی کیے جاتے ہیں۔ حالانکہ پروردگار کی جانب سے بُرائی بھلائی کا بیان اُن کے پاس آگیا ہے) اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّا
هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (ہم نے بندے سے بُرائی بھلائی بیان کر دی۔ وہ اب خواہ شکر گذاری کرے خواہ ناسپاسی۔) اور نیز ارشاد فرمایا ہے وَاَمَّا
ثَمُوْدُ فَهَدَیْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى (ہم نے ثمود کی قوم سے بُرائی بھلائی بیان کر دی۔ مگر اُس نے بُرائی کو پسند کر لیا۔ اور بھلائی پسند نہ کی) اور نیز ارشاد
فرمایا ہے۔ ثُمَّ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِیْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ (پھر ہم نے نیکوں پر نعمت کے پورا کرنے
اور ہر ایک چیز کی تفصیل اور بُرائی بھلائی کے بیان۔ اور مہربانی کے لیے موسیٰ کو کتاب دی۔ شاید بنی اسرائیل اپنے پروردگار کے ملنے کا یقین کر لیں) اور جن لوگوں میں باہم

ہدایت کے معانی کا بیان

منازعت اور مخاصمت تھی۔ اور داود علیہ السلام کے پاس اپنا مقدمہ لیکر آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف مین اُن کا یہ قول نقل کیا ہے وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَىٰ سَوَاءِ الصِّرَاطِ (اے داود تو ظلم نہ کر ہمین سیدھا رستہ بتا دے) اور نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ (برائی بھلائی کے بیان کے ظاہر ہوجانے کے بعد جو لوگ پھر گئے شیطان نے اُنھین گمراہ کر دیا۔ اور اُن کی آرزوین بڑھادین) اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ أَن تَقُولَ نَفْسٌ يَا حَسْرَتَىٰ عَلَىٰ مَا فَرَّطتُ فِي جَنبِ اللَّهِ (اس بات کے ڈر سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا۔ اور قرآن کی پیروی کرنی چاہیے۔ کہ قیامت کے دن بعضے لوگ یہ کہین گے۔ اس بات کی بڑی حسرت ہے۔ کہ مین نے اللہ تعالیٰ کے باب مین بہت کمی اور کوتاہی کی) تا قول عز وجل أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ (یا یہ کہین گے۔ اگر اللہ مجھ سے برائی بھلائی بیان کر دیتا۔ تو بیشک مین پرہیزگارون مین سے ہوتا) تا قول عز وجل بَلَىٰ قَدْ جَاءَتْكَ آيَاتِي فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ (ہان بیشک ہماری آیتین تیرے پاس آئین اور تو نے اُنہین جھوٹا کہا۔ اور تکبر کیا) اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین یہ ارشاد فرمایا ہے کہ کافر کے پاس ہماری آیتین آئین جن مین برائی بھلائی کا بیان تھا۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہے أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أُنزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا أَهْدَىٰ مِنْهُمْ فَقَدْ جَاءَكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ (یا تم یہ کہو۔ اگر کتاب ہم پر نازل ہوتی۔ تو بیشک ہمین اُن سے زیادہ ہدایت ہوتی۔ لہذا تمہارے پروردگار کی جانب سے تمہارے پاس حجت اور بیان اور رحمت آگئی) اور اس آیت مین یہ خطاب کافرون کی طرف ہے (دوسرے معنی) بلانے کے ہین۔ ان دونون آیتون مین ہدایت کے معنی بلانے کے ہین۔ إِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (بیشک تو سیدھی راہ کی طرف بلاتا ہے) وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (ہر ایک قوم کے لیے ایک بلانے والا ہے۔ کہ وہ گمراہی یا ہدایت کی طرف اُسے بُلاتا ہے (تیسرے معنی) جن الطاف اور مہربانیون کی ایمان شرط ہے۔ اُن الطاف اور مہربانیون کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے توفیق دینے کو ہدیٰ اور ہدایت کہتے ہین۔ ایمان کے شرط ہونے کے یہ معنی ہین کہ وہ الطاف اور مہربانیان ایمان پر موقوف ہین۔ جب تک ایمان نہ ہو وہ نہین ہوسکتین اللہ تعالیٰ ایمان کے بدلے مین مومنون پر یہ الطاف اور مہربانیان ایمان کی مدد اور طاعت کی زیادتی کی اعانت کے لئے کرتا ہے۔ یہ الطاف اور مہربانیان مومنون کے ایمان کا ثواب اور بدلا ہے۔ اور کافرون کے کفر کا بدلا ایمان کے اس ثواب اور بدلے کا مقابل ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے باوجودیکہ کافرون کو ہدایت نہین کی ہے۔ کفر کے بدلے مین اُنہین گمراہ کر دیا ہے۔ اور یہ آیتین اس تیسرے معنے کے دلائل ہین۔ وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى جن لوگون کو ہدایت ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہین ہدایت اور زیادہ کر دی۔ یعنی جو لوگ ایمان لے آئے ہین اللہ تعالیٰ نے اُن پر الطاف اور مہربانیان کین۔ اور ایمان پر قائم رہنے کی اُنہین توفیق دی۔ وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى (جن لوگون کو ہدایت ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُنہین ہدایت اور زیادہ کر دیتا ہے۔ یعنی جو لوگ ایمان لے آئے ہین۔ اللہ اُن پر الطاف اور مہربانیان کرتا ہے۔ اور ایمان پر قائم رہنے کی اُنھین توفیق دیتا ہے۔ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ۔ اللہ ظالمون کو ہدایت نہین کرتا ہے۔ يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ (یعنی جو لوگ توحید کے کلمہ پر ایمان لے آئے ہین۔ اللہ اُنہین دنیا اور آخرت مین اُس پر قائم رکھتا ہے۔ اور اللہ ظالمون کو گمراہ کرتا ہے) یعنی ایمان لانے والون پر ایمان کے بدلے الطاف اور مہربانی اور اعانت کرتا ہے۔ اور ایمان کے باقی رہنے کی توفیق دیتا ہے۔ اور ظالمون کو اُن کے ظلم کے بدلے مین گمراہ کرتا ہے كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (جو لوگ ایمان لے آئے۔ اور جنہون نے رسول کے حق ہونے کی شہادت دی۔ اور جنکے پاس حجتین آگئین۔ اور اسکے بعد پھر وہ کافر ہوگئے۔ تو اللہ اُنہین کس طرح ہدایت کرے۔ اور اللہ ظالمون کو ہدایت نہین کرتا ہے) اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین یہ ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ اُنہین ہدایت نہین کریگا۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا۔ کہ اُن کے پاس بینات یعنی حجتین آگئین۔ تو ضرور بالضرور اس آیت مین ہدیٰ کے معنے بیان کے نہین ہین۔ اور نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ (جو شخص اللہ پر ایمان لے آتا ہے۔ اللہ اُس کے دل کو ہدایت کر دیتا ہے۔ یعنے اللہ ایمان پر قائم رہنے کی اُس کے دل کو توفیق دیتا ہے۔ اور اُس پر الطاف اور مہربانیان کرتا ہے۔ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ

(جو مومن کافرون سے دوستی نہین رکھتے ہین۔ اسنے اُنھی کے دلون مین ایمان جمادیا ہے۔ اور فیض غیبی سے اُن کی تایید کی ہے۔ (چوتھے معنی) جنت کی راہ کی طرف ہدایت کرنے کے ہین۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَاعْتَصَمُوْا بِہٖ فَسَیُدْخِلُھُمْ فِیْ رَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَفَضْلٍ وَّیَھْدِیْھِمْ اِلَیْہِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا (جو لوگ اللہ پر ایمان لائے ہین۔ اور جنھون نے اللہ پر توکل کرلیا ہے۔ اللہ عنقریب اُنھین اپنی رحمت اور فضل مین داخل کریگا۔ اور اُنھین اُس کا سیدھا رستہ بتائیگا) اس آیت مین رحمت اور فضل سے جنت مراد ہے۔ اور غرض یہ ہی کہ اللہ اُنہین جنت کا سیدھا رستہ بتائیگا۔ اس آیت مین ہدایت سے جنت کی راہ کی طرف ہدایت کرنا مراد ہے۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہی۔ قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ یَّھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِہٖ وَیَھْدِیْھِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (بیشک اسکی جانب تمہارے پاس نور اور روشن کتاب (قرآن) آگئی۔ جس کے ساتھ اللہ اُن لوگون کو نجات اور سلامتی کی راہین بتاتا ہے۔ جو اُس کی مرضی کے تابع ہین۔ اور اُنھین اپنی ارادہ کی سے اندھیرون سے نور کی طرف نکالتا ہے۔ اور سیدھی راہ بتاتا ہے۔ اس آیت مین بھی ہدایت سے جنت کی راہ کا ہدایت کرنا مراد ہے۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ وَالَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَھُمْ سَیَھْدِیْھِمْ وَیُصْلِحُ بَالَھُمْ وَیُدْخِلُھُمُ الْجَنَّۃَ (جو لوگ اللہ کی راہ مین مقتول ہوئی ہین۔ اللہ ہرگز اُن کے عمل باطل نہین کریگا۔ عنقریب اُنھین ہدایت۔ اور اُن کے دل کی اصلاح۔ اور اُنھین جنت مین داخل کریگا) جو ہدایت قتل کے بعد ہے۔ اُس سی جنت کی راہ کی ہدایت کے سوا اور کچھ مراد نہین ہوسکتا۔ لہذا اس آیت مین ہدایت سے جنت کی راہ کی ہدایت مراد ہے۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یَھْدِیْھِمْ رَبُّھُمْ بِاِیْمَانِھِمْ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھِمُ الْاَنْھٰرُ (جو لوگ ایمان لائے ہین اور جنھون نے نیک عمل کیے ہین۔ اُن کا پروردگار اُن کے ایمان کے سبب اُنھین جنت کی راہ کی ہدایت کریگا۔ اُن کے نیچے نہرین جاری ہونگی یہ جبائی کی تاویل ہے (پانچوین معنی) آگے آگے چلنے کے ہین۔ ھَدٰی فُلَانٌ فُلَانًا کہتے ہین۔ اور مراد یہ ہوتی ہی کہ فلان شخص لے آگے آگے چلا۔ اور ھُدٰی کے لفظ کی اصل۔ راہ کی ہدایت ہے۔ کیونکہ رہنما اُس کے آگے آگے چلتا ہے جس کی رہنمائی کرتا ہے۔ اور عرب اَقْبَلَتْ ھَوَادِی الْخَیْلِ۔ کہتے ہین۔ اور غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ گھوڑون مین سے جو گھوڑے آگے تھے وہ آگئے۔ اور گردن کو ھَادِی کہتے ہین۔ اور گھوڑون کی گردنون کو ھَوَادِی الْخَیْلِ اسی سبب کہتے ہین۔ کہ وہ اور سب اعضا سے مقدم ہوتی ہین (چھٹے معنے) ہَدٰی کہتے ہین۔ اور مراد یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ مومن کو راہ یاب کہتا ہے۔ اور یہ حکم کرتا ہے۔ کہ مومن راہ یاب ہے۔ کیونکہ ھَدٰاہُ کی حقیقت اور اصل جَعَلَہٗ مُھْتَدِیًا ہے۔ اور جعل کے لفظ کے معنے کہنے۔ اور حکم کرنے کے بھی آتے ہین۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے۔ مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنْ بَحِیْرَۃٍ (اللہ نے بحیرہ کا حکم نہین کیا ہے) اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّ الْھُدٰی ھُدَی اللّٰہِ۔ ھُدٰی وہی ہی جس کے ھُدٰی ہونے کا اللہ نے حکم کیا ہے۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ مَنْ یَّھْدِ اللّٰہُ فَھُوَ الْمُھْتَدِ (جسکی راہ یابی کا اللہ نے حکم کیا ہے۔ اُسی کو راہ یاب کہنا چاہیے) ھُدٰی کے یہ چھ معنی معتزلہ نے بیان کیے ہین۔ اور اضلال کی تفسیر مین ہم ان کی تردید کرچکے ہین۔ جبریہ نے کہا ہے۔ ھُدٰی کے معنی ہدایت اور علم کے پیدا کرنے کے ہین۔ اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَاللّٰہُ یَدْعُوْٓا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (اللہ جنت کی طرف بلاتا ہی۔ اور جسمین چاہتا ہی ہدایت پیدا کردیتا ہے۔ اس آیت مین ھُدٰی کے معنی ہدایت اور علم کے پیدا کرنے کے ہین۔ قدریہ یعنی معتزلہ نے کہا ہے۔ یہ بات کئی دلیلون سے ثابت ہی۔ کہ ھُدٰی کے معنی ہدایت اور علم کے پیدا کرنے کے نہین ہوسکتے (پہلی دلیل) یہ ہے۔ کہ جو شخص زبردستی سے کسی کو راہ چلائے۔ اور راہ چلنے پر مجبور کرے۔ تو اُسے عربی زبان مین ہادی نہین کہ سکتے۔ بلکہ یہ کہین گے۔ کہ اُس نے سیدھے رستے کی طرف اُسے پھیر دیا۔ اور سیدھے رستے کی طرف اُسے گھسیٹ لیا۔ اور یہ ہرگز نہین کہین گے کہ سیدھے رستے کی اُسے ہدایت کی (دوسری دلیل) یہ ہی۔ اگر ہدایت وگمراہی کا خالق اللہ تعالی ہو۔ تو امر ونہی۔ اور مدح وذم۔ اور ثواب وعذاب سب لغو اور باطل ہوجائیگا۔ کیونکہ جب بندی کو ہدایت اور گمراہی مین کچھ دخل ہی نہین ہے۔ اللہ تعالی جس کے دل مین چاہتا ہی ہدایت پیدا کردیتا ہے جس کے دل مین چاہتا ہے گمراہی پیدا کردیتا ہی۔ تو بندی کو یہ حکم کرنا۔ کہ نیکی کر اور بدی نکر۔ اور نیکی کرنے کے وقت اُس کی مدح اور ستایش کرنا۔ اور اُسے ثواب دینا۔ اور بدی کرنے کے وقت اُس کی مذمت کرنا اور اُسے عذاب دینا لغو اور بیہودہ ہی۔ اور فی الحقیقت امر ونہی وغیرہ لغو اور باطل نہین ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالی ہدایت اور گمراہی کا خالق نہین ہے۔ اگر کوئی شخص ہماری

اس دلیل پر یہ اعتراض کرے۔ کہ یہ تو ہم تسلیم کرتے ہین۔ کہ ہدایت اور گمراہی کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ بندہ نہین ہے۔ مگر یہ ہدایت اور گمراہی بندی کا کسب ہے چونکہ بندہ کا کسب ہی۔ اسی سبب سے امر و نہی وغیرہ لغو اور بیہودہ نہین ہی۔ تو ہم اس اعتراض کا یہ جواب دین گے۔ کہ کسب باطل ہی۔ اور اُس کے باطل ہونے کی دو دلیلین ہین (پہلی دلیل) یہ ہے۔ کہ فعل کا وجود یا اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے نہین ہے۔ اگر فعل کا وجود اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہے تو فعل کو جس وقت اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیا۔ اُس وقت بندہ اُس سے باز نہین رہ سکتا۔ اور جس وقت پیدا نہین کیا ہے۔ اُس وقت اُسے بندہ نہین کر سکتا۔ اور اس صورت مین جو اعتراض ہین۔ وہ سب وارد ہین۔ اور اگر فعل کا وجود اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے نہین ہے۔ بلکہ بندی کے پیدا کرنے سے ہے۔ تو یہ معتزلہ کا مذہب ہے اور اس صورت مین معتزلہ کا مذہب ثابت ہو گیا۔ اور تمہارا باطل (دوسری دلیل) یہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ فعل کا خالق ہی۔ اور بندہ کاسب۔ تو اس مین صرف تین صورتین ہین یا فعل کو پہلے اللہ پیدا کرتا ہے۔ پھر بندہ کسب کرتا ہے۔ یا پہلے بندہ کسب کرتا ہے۔ پھر اللہ پیدا کرتا ہے۔ یا بندے کا کسب اور اللہ تعالیٰ کا پیدا کرنا دونون ایک ساتھ ہین۔ اگر فعل کو پہلے اللہ پیدا کرتا ہے۔ تو فعل کے پیدا کرنے کے بعد پھر بندہ اُس کے کسب کرنے پر مجبور ہے۔ اور جب بندہ مجبور ہو گیا۔ تو پھر وہ سب خرابیان لازم آئین یعنی امر و نہی وغیرہ سب لغو اور بیہودہ ہو گیا۔ اگر پہلے بندہ کسب کرتا ہے۔ تو بندے کے کسب کرنے کے بعد پھر اللہ اُس کے پیدا کرنے پر مجبور ہے۔ اور اگر بندے کا کسب اور اللہ کا پیدا کرنا دونون ایک ساتھ ہین۔ تو اللہ اور بندے کے متفق ہونے کے بغیر وہ فعل نہین ہو سکتا۔ اور اُس فعل پر بندے اور اللہ کا متفق ہونا معلوم نہین۔ اور نیز اس فعل پر بندے کا اور اللہ کا متفق ہونا دوسرے اتفاق کے بغیر نہین ہو سکتا۔ کیونکہ اس فعل پر بندے کا اور اللہ کا متفق ہونا یہ بھی بندی کا کسب ہی اور اللہ کا فعل۔ تو یہ اتفاق بھی اُس وقت تک نہین ہو سکتا۔ کہ بندے کا اور اللہ کا اس اتفاق پر اتفاق ہو جائے۔ اور یہ دوسرا اتفاق بھی تیسرے اتفاق کے بغیر نہین ہو سکتا۔ وعلیٰ ہذا القیاس غیر متناہی اتفاقون کا وجود لازم آتا ہے۔ اور غیر متناہی اتفاقات کا وجود محال اور ناممکن ہے۔ یہ ساری تقریر معتزلہ کی ہے۔ جبریہ نے معتزلہ کے جواب مین یہ کہا ہے۔ کہ ہم اُن عقلی دلائل سے جو قطعی ہین۔ اور جن مین احتمال اور تاویل کی ہرگز گنجایش نہین ہے۔ یہ بات ثابت کر چکے ہین۔ کہ ان افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ خواہ بالواسطہ خواہ بلاواسطہ۔ اور جو دلیلین تم نے پیش کی ہین۔ وہ نقلی ہین۔ اور اُن مین احتمال اور تاویل کی گنجایش ہے۔ اور احتمالی دلیل قطعی دلیل کی مقابل اور معارض نہین ہو سکتی۔ تو ہماری قول کی طرف تمہین رجوع کرنا چاہیے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق (سولھوان مسئلہ) یہان یہ اعتراض ہو سکتا ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کیون ارشاد فرمایا کہ اللہ مثل کے بیان کرنے سے بہت سے لوگون کو ہدایت کرتا ہے۔ حالانکہ اہل ہدایت قلیل ہین۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ میرے بندون مین سے شکر کرنے والے بہت کم ہین۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہی۔ وَقَلِیْلٌ مَّا ھُمْ۔ اور وہ بہت ہی تھوڑے ہین۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی اَلنَّاسُ کَاِبِلٍ مِائَۃٍ لَا تَجِدُ فِیْھَا رَاحِلَۃً۔ آدمی اونٹون کی مثل ہین جس طرح سو اونٹون مین ایک اونٹ بھی اچھا نہین ہوتا۔ اسی طرح سو آدمیون مین ایک آدمی بھی اچھا نہین ہوتا۔ اس اعتراض کا ایک جواب یہ ہی۔ کہ اہل ہدایت فی ذاتہ بہت ہین۔ اور جہان کہین اللہ تعالیٰ نے اُنھین کم کہا ہے تو گمراہون کی نسبت کم کہا ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہی کہ اہل ہدایت مین سے قلیل بھی فی الحقیقت بہت ہین۔ گو بظاہر کم ہین۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے حقیقت کے اعتبار سے اہل ہدایت کو بہت کہ دیا (سترھوان مسئلہ) فراء نے یہ کہا ہی۔ کہ فاسق کے لفظ کی اصل عرب کا یہ قول ہی۔ فَسَقَتِ الرُّطَبَۃُ عَنْ قِشْرِھَا کھجور اپنے چھلکے مین سے نکل آئی۔ لہذا فاسق اُس شخص کو کہتے ہین۔ جو طاعت اور فرمانبرداری سے خارج ہو جائے۔ اور چوہے کو فُوَیْسِقَۃ اسی سبب سے کہتے ہین کہ وہ ضرر پہنچانے کے لیے نکلتا ہے۔ اہل قبلہ یعنی اہل اسلام کا اس امر مین اختلاف ہی۔ کہ فاسق مومن ہے یا کافر۔ ہمارے اصحاب یعنی اشاعرہ کے نزدیک فاسق مومن ہے۔ اور خوارج کے نزدیک کافر۔ اور معتزلہ کے نزدیک نہ مومن ہے نہ کافر۔ اور مخالفین اپنی قول پر ان آیتون سے دلیل لائے ہین بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ایمان کے بعد فسق برا نام ہے۔ یعنی ایمان لے آنے کے بعد فاسق کہنا برا ہے۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ مومن فاسق نہین ہے۔ اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ بیشک منافق ہی فاسق ہین۔ اس آیت سے بھی یہی معلوم ہوا کہ مومن فاسق نہین ہی حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ (اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارا مطلوب اور محبوب۔ اور کفر اور فسق اور نافرمانی تمہارا

مبغوض بنا دیا۔ اور ایمان کو تمہارے دلون مین آراستہ اور مزین کو دیا) اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مومن کو ایمان سے محبت ہے۔ اور فسق سے بغض اور عداوت۔ تو مومن فسق نہین کرسکتا۔ اور فاسق نہین ہوسکتا۔ اور یہ مسئلہ بہت بڑا ہے۔ علم کلام مین بشرح وبسط مذکور ہے (اٹھارھوان مسئلہ) اللہ تعالیٰ کے قول اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَ اللّٰہِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِہٖ (جو لوگ اللہ سے مضبوط عہد کرنے کے بعد پھر اُسے توڑ ڈالتے ہین۔) مین اللہ کے عہد سے کیا مراد ہے۔ اس مین علما کا باہم اختلاف ہے۔ اور اس مین اُن کے کئی قول ہین (پہلا قول) یہ ہے۔ کہ اس آیت مین اللہ تعالیٰ کے عہد سے وہ دلائل مراد ہین جو توحید کے صحیح ہونے۔ اور اللہ تعالیٰ کے رسولون کے سچے ہونے پر دلالت کرتے ہین۔ چونکہ ان دلائل کے سبب سے توحید وغیرہ کا اعتقاد اور اقرار کرنا لازم اور ضرور ہے۔ لہذا یہ دلائل بمنزلے اس عہد اور پیمان کے ہین۔ کہ ہم توحید وغیرہ کا اعتقاد اور اقرار ضرور بالضرور کرین گے۔ اور اسی سبب سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول صحیح اور درست ہوا۔ اَوْفُوْا بِعَھْدِیْ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ (تم نے جو مجھ سے عہد کیا ہے۔ وہ تم پورا کرو۔ مین نے جو تم سے عہد کیا ہے۔ وہ مین پورا کرون گا۔ (دوسرا قول) یہ بھی احتمال ہے۔ کہ اس آیت مین عہد سے وہ قسم مراد ہو۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس قول مین ہے۔ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ لَئِنْ جَآءَھُمْ نَذِیْرٌ لَّیَکُوْنُنَّ اَھْدٰی مِنْ اِحْدَی الْاُمَمِ فَلَمَّا جَآءَھُمْ نَذِیْرٌ مَّا زَادَھُمْ اِلَّا نُفُوْرًا (یعنی انھون نے اللہ کی تاکیدی اور مضبوط قسمین کھائین۔ کہ اگر ہمارے پاس ڈرانے والا آجائیگا۔ تو ہمین ہر ایک گروہ سے زیادہ ہدایت ہوجائیگی۔ اور جب ڈرانے والا آیا۔ تو اُسکے آنے سے ان کی نفرت اور بڑھ گئی۔) جس چیز کی اُنھون نے قسم کھائی تھی۔ جب اُسے نہین کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اُنھون نے اپنا عہد اور پیمان توڑ ڈالا۔ پہلی تاویل ہر ایک گمراہ اور ہر ایک کافر کو شامل ہے۔ اور دوسری تاویل اُنھی لوگون کے ساتھ خاص ہے جنھون نے یہ قسم کھائی تھی۔ جب یہ بات ذہن نشین ہوچکی۔ تو یہ امر ظاہر ہوگیا۔ کہ پہلی تاویل دوسری تاویل سے دو وجہ سے بہتر ہے۔ (پہلی وجہ) یہ ہے۔ کہ پہلی تاویل کی صورت مین آیت اپنے عموم پر رہیگی۔ اور دوسری تاویل کی صورت مین تخصیص کرنی پڑے گی (دوسری وجہ) یہ ہے۔ کہ پہلی تاویل کی صورت مین وہ اس سبب سے مذمت کے قابل ہین۔ کہ اُنھون نے اُس عہد کو توڑ ڈالا جسے اللہ تعالیٰ نے انفس و آفاق کے اُن دلائل سے مضبوط کیا تھا۔ جن کا بار بار ذکر کیا ہے۔ اور جنھین بخوبی واضح کردیا ہے۔ اور جن سے التباس اور اشتباہ بالکل دور کردیا ہے۔ اور جسے اُن عقلی دلائل سے مستحکم کیا تھا۔ جن کی تاکید کے لیے نبی بھیجے۔ اور کتابین نازل کین۔ اور دوسری تاویل کی صورت مین وہ اس سبب سے مذمت کے قابل ہین۔ کہ اُنھون نے خود جس چیز کا التزام کرلیا تھا۔ اُسے چھوڑ دیا۔ اور ظاہر ہے۔ کہ پہلی تاویل کی صورت مین اُن کی بہت بڑی مذمت ہے (تیسرا قول) قفال نے یہ کہا ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے۔ کہ اس آیت سے اہل کتاب کی وہ قوم مراد ہو۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے کا اُن کتابون مین عہد و پیمان لیا تھا۔ جو اُن کے نبیون پر نازل کی تھین۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کا حال اُن کتابون مین اُن سے بیان کردیا تھا۔ اور اُنھون نے اُس عہد و پیمان کو توڑ ڈالا۔ اور اُس کا کچھ خیال نہین کیا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا۔ (چوتھا قول) بعضے علما نے یہ کہا ہے۔ کہ اس عہد و پیمان سے وہ عہد و پیمان مراد ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تمام اولاد سے اُس وقت لیا تھا۔ جس وقت اُنھین آدم علیہ السلام کی پیٹھ مین سے نکالا تھا۔ اور وہ سب کے سب چھوٹی چھوٹی چیونٹیون کی برابر تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے قول وَاَشْھَدَھُمْ عَلٰۤی اَنْفُسِھِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی (اللہ تعالیٰ نے خود اُنھی کو اُن کے اوپر گواہ کرلیا۔ کیا مین تمہارا رب نہین ہون۔ سب نے یہی کہا۔ ہان تو ہمارا رب ہے) سے بھی یہی عہد و پیمان مراد ہے متکلمین نے اس قول کی تردید کی ہے۔ اور یہ کہا ہے۔ کہ یہ قول اس سبب سے باطل ہے۔ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ بندون سے اُس چیز کا مواخذہ نہین کرتا۔ جس کا علم اُن کے دل سے سہو و نسیان کے سبب سے زائل ہوگیا ہے۔ اِسی طرح اُس عہد و پیمان کے ساتھ بھی بندون پر استدلال نہین کرتا۔ جس سے بندے بےخبر ہین۔ اور جسے بالکل نہین جانتے تو اللہ تعالیٰ اس عہد و پیمان کے سبب سے بندون کی کس طرح مذمت کرسکتا ہے (پانچوان قول) اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق سے عہد و پیمان لیے ہین۔ وہ تین ہین۔ (پہلا عہد) وہ ہے۔ جو آدم علیہ السلام کی تمام اولاد سے لیا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا اقرار ہے۔ اور اس پہلے عہد کا بیان اللہ تعالیٰ کے قول وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مین ہے۔ (دوسرا عہد نبیون کے ساتھ مخصوص ہے) کہ وہ احکامِ الٰہی مخلوق کی طرف پہنچا دین۔ اور دین کو قایم کرین۔ اور اس دوسرے عہد کا

بیان اس آیت مین ہے - وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّيْنَ مِيْثَاقَهُمْ (جس وقت ہم نے نبیون سے عہد و پیمان لیا - (تیسرا عہد) علما کے ساتھ مخصوص ہے - اور اس
تیسرے عہد کا بیان اس آیت مین ہے - وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ - جن لوگون کو کتاب دی گئی ہے جب اللہ تعالیٰ نے
اُن سے یہ عہد لیا - کہ کتاب مین جو احکام الٰہی ہین اُنھین لوگون سے بیان کر دینا - اور ہرگز نہ چھپانا) یعنی اہل کتاب کے علما سے یہ عہد لیا - کہ کتاب مین جو احکام الٰہی
ہین اُنھین بیان کر دینا - اور نہ چھپانا - تفسیر کشاف کے مصنف نے یہ کہا ہے - کہ مِيْثَاقَهٗ کی ضمیر عہد کی طرف پھرتی ہے - میثاق سے اُن کا التزام کر لینا اور قبول
کر لینا مُراد ہے - جس سے اُنھون نے اللہ کے عہد کو مضبوط کیا تھا - اور یہ بھی ہو سکتا ہے - کہ میثاق کے معنے توثیق کے ہون - جیسے میعاد کے معنے وعد کے ہین - اور
میلاد کے معنے ولادت کے - میثاقہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف پھر سکتی ہے - اور اس صورت مین میثاقہ کے یہ معنے ہون گے - کہ اللہ تعالیٰ کی اُن آیتون اور کتابون
اور رسولون کے بعد جن کے ساتھ اللہ نے اپنا عہد مضبوط کیا تھا - (اُنیسوان مسئلہ) علما کا اس امر مین اختلاف ہے - کہ اللہ تعالیٰ کے قول وَيَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ
اللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ (اللہ تعالیٰ نے اُنھین جس چیز کے ملانے کا حکم کیا تھا اُسی چیز کو وہ کاٹتے ہین) سے کیا مراد ہے - اس مین علما کے کئی قول ہین (پہلا قول)
یہ ہے - کہ اس آیت سے قطع رحم یعنی اُن قرابتون کے حقوق کا قطع کرنا مراد ہے جن کے ملانے کا اللہ نے حکم کیا ہے - اور یہ آیت اس آیت کی مثل ہے - فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ
تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ (اگر تم پھر جاؤ تو عنقریب تم زمین مین فساد مچاؤ گے - اور اپنی قرابتون کے حقوق کو قطع کرو گے) اس مین یہ اشارہ ہے
کہ اُنھون نے اُس قرابت کے حقوق کو قطع کیا - جو اُن کے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھی - اور یہ آیت اس تاویل کے مطابق اُنھین لوگون کے ساتھ
خاص ہے جنھون نے اُس قرابت کے حقوق کو قطع کیا - جو اُن مین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین تھی (دوسرا قول) یہ ہے - کہ اللہ تعالیٰ نے تو اُنھین یہ حکم کیا تھا
کہ وہ مومنون سے ملے رہین - اُنھون نے اِس حکم کے برخلاف کیا - وہ مومنون سے تو الگ ہو گئے - اور کافرون سے مل گئے - اللہ تعالیٰ کے قول وَيَقْطَعُوْنَ مَا
اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ سے یہی مراد ہے - (تیسرا قول) یہ ہے - کہ اللہ تعالیٰ نے تو اُنھین جھگڑنے اور فتنہ انگیزی سے منع کیا تھا - اور وہ رات دن اسی
مین مشغول رہتے تھے - (بیسوان مسئلہ) اللہ تعالیٰ کے قول وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ (یعنی وہ زمین مین فساد مچاتے ہین) مین جس فساد سے وہ فساد مُراد ہے - جو اورون
کی طرف متعدی اور متجاوز ہوتا ہے - وہ فساد مراد نہین ہے - جو اورون کی طرف متجاوز نہین ہوتا - یہ بات نہایت ہی ظاہر اور واضح ہے - کہ فساد سے - لوگون کو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت اور فرمان برداری سے روکنا مراد ہے - کیونکہ زمین کی پوری پوری درستی رسول کی طاعت اور فرمانبرداری ہی سے
ہوتی ہے - کیونکہ احکام الٰہی کے مان لینے سے انسان اُن سب چیزون کو مان لیتا ہے - جن کو اللہ تعالیٰ نے اُس پر لازم کر دیا ہے - اور - اور چیزون کی طرف اُن سے
تجاوز نہین کرتا - اور جن چیزون کو اللہ تعالیٰ نے انسان پر لازم کر دیا ہے - اُن سب چیزون کے مان لینے سے روئے زمین سے ظلم کا نام و نشان مٹ جاتا ہے
اور ظلم کے مٹ جانے سے وہ عدل جلوہ افزا ہوتا ہے - جس سے زمین اور آسمان قائم ہین - اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف مین فرعون کا یہ قول نقل کیا ہے - اِنِّيْٓ
اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ (مجھے یہ ڈر ہے - کہ موسیٰ تمہارا دین بدل دیگا - یا زمین مین فساد کرے گا) اور يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ
کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا - اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (جو لوگ ایسے کام کرتے ہین - وہی ٹوٹے اور خسارے مین ہین -) اور اس ٹوٹے اور خسارے کے
کئی معنی ہین (پہلے معنی) یہ ہین - کہ جنت کی نعمتون مین اُنھین ٹوٹا اور خسارا ہوا - کیونکہ جنت مین ہر ایک شخص کے لیے بی بی اور مکان ہے - اگر وہ اللہ کی اطاعت
اور فرمان برداری کریگا - تو اُسے وہ بی بی اور وہ مکان ملیگا - اگر نافرمانی کریگا - تو مومن اُس کے وارث ہو جائینگے - یعنی اُس کی وہ بی بی - اور وہ مکان
کسی مومن کو مل جائیگا - اور اس آیت کے بھی یہی معنی ہین - اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (یہی لوگ فردوس کے
وارث ہین - یہی اُس مین ہمیشہ رہین گے - اور ٹوٹے اور خسارے کے اس معنی کی طرف اس آیت مین بھی اشارہ ہے - اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ
وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (فی الحقیقت ٹوٹے اور خسارے مین وہی لوگ ہین - جنھون نے قیامت کے دن خود اپنے تئین بھی - اور اپنی بیبیون کو بھی ٹوٹے اور خسارے

مین رکھا (دوسرے معنے) یہ ہین۔ کہ اُنھون نے جو نیکیان کی تھین۔ اُن مین اُنھین ٹوٹا اور خسارہ ہوا۔ کیونکہ اُنھون نے کفر کے سبب سے اُنھین باطل اور رائیگان کر دیا۔ اور اُنھین اُن کا کچھ بدلا اور ثواب نہ ملا۔ اور یہ آیت یہودیون اور منافقون کی شان مین نازل ہوئی ہے۔ یہودیون کی شریعت مین یہی نیکیان تھین۔ اور جو عمل خالص مومن کرتے تھے۔ ظاہر مین منافق بھی وہی کرتے تھے۔ لیکن یہودیون اور منافقون کی وہ نیکیان اُن کے کفر کے سبب سے باطل اور رائیگان ہو گئین۔ (تیسرے معنے) یہ ہین۔ کہ دنیا کی لذتون کے جاتے رہنے کے ڈر سے وہ کفر پر اڑے رہے۔ اور دنیا کی لذتین ایک نہ ایک دن ضرور جاتی رہین گی۔ یا جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاد کا اذن ہوا۔ اُس وقت دنیا کی سب لذتین زائل ہو جائینگی۔ یا جس وقت وہ مرینگے۔ قفال رحمۃ اللہ نے یہ کہا ہے۔ جو شخص کوئی عمل کرے۔ اور اُسے اُس کا کوئی بدلا نہ ملے۔ تو اُس شخص کو خاسر یعنی زیان کار کہتے ہین۔ مثلاً جس شخص نے مشقت کی۔ اور کسی کام مین مصروف رہا۔ اور اُسے اُس کام سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تو اُسے یہ کہین گے۔ کہ اس شخص کو اس کام مین ٹوٹا اور خسارہ ہوا۔ کیونکہ وہ شخص اُس شخص کی مثل ہے جس نے کسی شخص کو کوئی چیز دی۔ اور اُس کے بدلے مین اُس سے کوئی چیز نہ لی۔ لہٰذا اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے کافرون کو جو اللہ کی نافرمانیان کرتے ہین خاسرین یعنی زیان کار کہا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (جو لوگ ایمان لے آئے ہین۔ اور جنھون نے نیک عمل کیے ہین اُن کے سوا ہر ایک انسان ٹوٹے اور خسارے مین ہے۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (اے محمد تو اُن سے یہ کہ۔ جن لوگون کو کامون مین بہت ٹوٹا اور خسارہ ہوا۔ مین تمھین بتا دون وہ کون ہین۔ وہ۔ وہ لوگ ہین جن کی تمام سعی اور کوشش دنیا مین اکارت گئی) واللہ اعلم كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (تم کفر اور اللہ کا انکار کس طرح کرتے ہو۔ حالانکہ تم بے جان تھے۔ اُسی نے تمھین زندہ کیا ہے۔ اور وہی تمھین پھر مارے گا۔ اور وہی تمھین پھر دوبارہ زندہ کرے گا۔ اور دوبارہ زندہ ہونے کے بعد پھر تم اُسی کی طرف واپس جاؤ گے) جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام تک توحید اور نبوت اور معاد یعنی حشر و نشر کے دلائل بیان کیے جب توحید اور نبوت اور معاد کے دلائل کے بیان کرنے سے فارغ ہو گیا۔ تو اس مقام سے اپنے قول یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ (اے اولاد یعقوب جو نعمت مین نے تمھین دی ہے۔ تم اُسے یاد کرو) تک اُن نعمتون کا بیان کیا۔ جو تمام بندون کو شامل تھین۔ اور وہ چار نعمتین ہین۔ (پہلی نعمت) احیا یعنی زندہ کرنا ہے۔ اور اس آیت مین اِسی نعمت کا ذکر ہے۔ جاننا چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا قول كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ (یعنی تم کفر اور اللہ تعالیٰ کا انکار کس طرح کرتے ہو) اگرچہ بظاہر استفہام ہے۔ لیکن اُس سے مُراد سرزنش اور زجر و توبیخ ہے۔ کیونکہ جس قدر نعمت بڑی ہوتی ہے اُسی قدر منعم اور محسن کا گناہ بڑا ہوتا ہے۔ اس کا بیان یہ ہے۔ کہ بیٹے پر باپ کی جسقدر نعمت زیادہ ہوگی (مثلاً باپ نے بیٹے کی تربیت اور تعلیم بھی کی۔ اور اُسے بہت سامال بھی دیا۔ اور اُسے اچھے اچھے کامون مین لگا دیا) اُسیقدر بیٹے کا گناہ زیادہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان نعمتون کے بیان کرنے سے یہ بات بیان کر دی۔ کہ کافرون نے جو کفر اور اللہ کا انکار کیا۔ یہ اُنھون نے بہت ہی بڑا گناہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی بڑی بڑی نعمتین اُنھین اس سبب سے یاد دلائین کہ ان بڑی بڑی نعمتون کے یاد دلانے سے اُنھین کفر اور انکار کرنے سے جھڑکے۔ اور ایمان کے حاصل کرنے کی طرف راغب کرے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان بڑی بڑی نعمتون مین سے سب سے پہلے اُس نعمت کا بیان کیا۔ جو تمام نعمتون کی اصل اور جڑ ہے۔ اور وہ احیا یعنی زندہ کرنا ہے۔ یہ جو ہم نے بیان کیا۔ اس آیت سے اصل مقصود یہی ہے۔ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے۔ کیا سبب ہے کہ پہلا عطف فَ کے ساتھ ہے۔ اور باقی تمام عطف ثُمَّ کے ساتھ۔ تو ہم اس اعتراض کا یہ جواب دین گے۔ کہ فَ صرف تعقیب ہی کے لیے آتی ہے۔ تراخی کے لیے نہین آتی۔ اور ثُمَّ تراخی کے لیے بھی آتا ہے یعنی فَ کا استعمال وہان ہوتا ہے۔ جہان معطوف علیہ اور معطوف مین زمانہ فاصل اور مدت حائل نہ ہو یعنی معطوف علیہ کے موجود ہوتے ہی معطوف موجود ہو جائے۔ اور ثُمَّ کا استعمال وہان ہوتا ہے۔ جہان معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان زمانہ فاصل اور مدت حائل ہو۔ اور پہلی زندگی کبھی پہلی موت کے ہوتے ہی ہو جاتی ہے۔ پہلی موت اور پہلی زندگی مین زمانہ فاصل نہین ہوتا۔ اور دوسری

موت پہلی زندگی کے ایک زمانے کے بعد ہوتی ہے۔ اُن دونوں کے درمیان زمانہ فاصل ہے۔ اور اسی طرح دوسری موت کے ایک زمانہ کے بعد دوسری زندگی ہوتی ہے۔ اور اُن دونوں کے درمیان زمانہ فاصل ہے۔ لہٰذا پہلی زندگی کا عطف فَ کے ساتھ کیا۔ اور باقی کا ثُمَّ کے ساتھ اس آیت میں کئی مسئلے ہیں۔

(پہلا مسئلہ) معتزلہ نے یہ کہا ہے۔ کہ یہ آیت کئی طریق سے اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ کفر بندوں ہی کی جانب سے ہے۔ کفر کا خالق اللہ تعالیٰ نہیں ہے (پہلا طریق) یہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کفر کا خالق ہوتا۔ تو اُسے زجر و توبیخ کے ساتھ بندوں سے كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ (تم کفر کیوں کرتے ہو) کہنا جائز نہ ہوتا۔ یعنی اللہ تعالیٰ بندوں سے زجر و توبیخ کے ساتھ یہ نہ کہہ سکتا۔ کہ تم کفر کیوں کرتے ہو۔ جس طرح یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم سیاہ اور سپید اور تندرست اور بیمار کیوں ہو گئے ہو۔ اور اللہ یہ اسی سبب سے نہیں کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ سب صفتیں بندوں میں اللہ ہی نے پیدا کی ہیں۔ تو بندوں میں اگر کفر بھی اللہ ہی نے پیدا کیا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ تم کفر کیوں کرتے ہو۔ لہٰذا یہ معلوم ہو گیا۔ کہ کفر کا خالق اللہ نہیں ہے (دوسرا طریق) یہ ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے اُنھیں بدبختی اور دوزخ ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔ اور اُن کے پیدا کرنے سے یہی ارادہ کیا ہے۔ کہ وہ کافر ہوں اور دوزخ میں جائیں۔ تو پھر اللہ تعالیٰ جھڑک کر اُن سے یہ کس طرح کہہ سکتا ہے۔ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ (تم کیوں کفر کرتے ہو)۔ (تیسرا طریق) یہ ہے۔ حکیم اور دانا سے یہ بات ہرگز ممکن نہیں ہے۔ کہ وہ خود ہی بندوں میں کفر پیدا کر دے۔ اور خود ہی اُن سے یہ کہے۔ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ تم کیوں کفر کرتے ہو۔ خود ہی اُنھیں ایمان سے روک دے۔ اور منع کر دے۔ اور پھر خود ہی یہ کہے۔ اُنھیں ایمان لانے سے کس چیز نے منع کیا ہے۔ اور کس چیز نے روکا ہے۔ خود ہی اُن میں اعراض اور روگردانی پیدا کر دے۔ اور پھر خود ہی یہ کہے۔ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ ایمان نہیں لاتے) فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ (ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ ذکر اور نصیحت سے اعراض اور روگردانی کرتے ہیں) خود ہی اُن میں افک پیدا کر دے۔ اور خود ہی یہ کہے اَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ (تم کس طرح پھیر دیے جاتے ہو) خود ہی اُن میں صرف پیدا کر دے۔ اور خود ہی یہ کہے۔ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ (یعنی تم کس طرح پھیر دیے جاتے ہو) اور اس قسم کے کلام کو حجت اور دلیل کہنا نہیں چاہیے۔ بلکہ اسے ہنسی اور تمسخر کہنا چاہیے (چوتھا طریق) یہ ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے بندوں سے كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ (یعنی تم کفر کیوں کرتے ہو) کہا۔ تو ہم یہ بات دریافت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ کلام حجت اور دلیل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بندے سے اس کے جواب کا طالب ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کا یہ کلام حجت اور دلیل نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بندے سے اس کا جواب طلب نہیں کرتا۔ اگر یہ کلام حجت اور دلیل نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بندے سے اس کا جواب طلب نہیں کرتا۔ تو اس کلام کے ذکر کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ اور یہ کلام لغو اور بیہودہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا یہ کلام حجت اور دلیل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بندے سے اس کا جواب طلب کرتا ہے۔ تو بندہ اللہ تعالیٰ کے اس کلام کا یہ جواب دے سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے میرے حق میں بہت سی ایسی چیزیں حاصل ہوئیں۔ جن میں سے ہر ایک چیز کفر کی موجب اور باعث ہے (پہلی چیز) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں یہ جانا۔ کہ میں کافر ہونگا۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ جاننا میرے کافر ہونے کا موجب ہے۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے ازل میں یہ جان لیا۔ کہ میں کافر ہوں گا۔ تو پھر یہ نہیں ہو سکتا کہ میں کافر نہ ہوں بلکہ مجھے کافر ہونا واجب اور ضروری ہے۔ (دوسری چیز) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے کافر ہونے کا ارادہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ میرے کافر ہونے کا موجب ہے۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے میرے کافر ہونے کا ارادہ کر لیا۔ تو پھر یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ میں کافر نہ ہوں بلکہ میرا کافر ہونا واجب اور ضروری ہے۔ (تیسری چیز) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ میں کفر پیدا کر دیا۔ اور میں اللہ تعالیٰ کے فعل کو دفع نہیں کر سکتا۔ مجھ میں اللہ تعالیٰ کے فعل کے دفع کرنے کی قدرت نہیں ہے (چوتھی چیز) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ میں ایسی قدرت پیدا کر دی۔ جو کفر کی موجب ہے۔ تو ایسی قدرت کے پیدا کر دینے کے بعد مجھے کافر ہونا ضروری ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ میں کافر نہ ہوں (پانچویں چیز) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ میں ایسا ارادہ پیدا کر دیا۔ جو کفر کا موجب ہے۔ اور ایسے ارادے کے پیدا کر دینے کے بعد مجھے کافر ہونا ضروری ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ میں کافر نہ ہوں۔ (چھٹی چیز) یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ میں ایسی قدرت پیدا کر دی۔ جو ایسے ارادے کی موجب ہے۔ جو کفر کا موجب ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ میں قدرت پیدا کی۔ اور وہ قدرت ارادے کی موجب ہے۔ اور ارادہ کفر کا موجب۔ تو ایسی قدرت کے پیدا کر دینے کے بعد مجھے کافر ہونا ضروری ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ کافر نہ ہوں۔ کفر کے حاصل ہونے کے یہ چھ سبب مجھ میں موجود ہیں۔ اور ایمان کا حاصل ہونا بھی انہی چھ سببوں پر موقوف ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو ازل میں میرے ایمان کا

معتزلہ نے کہا ہے۔ کہ یہ آیت کئی طریق سے اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ کفر کا خالق اللہ تعالیٰ نہیں ہے

علم ہو - اور اللہ تعالیٰ میرے ایمان کا ارادہ کرے - اور مجھ میں ایمان پیدا کرے - اور مجھ میں ایسی قدرت پیدا کرے جو ایمان کی موجب ہے - اور مجھ میں ایسا ارادہ پیدا کرے جو ایمان کا موجب ہے - اور مجھ میں ایسی قدرت پیدا کرے جو ایسے ارادے کی موجب ہے جو ایمان کا موجب ہے - اور ایمان کے اِن چھ سببوں میں سے مجھ میں ایک سبب بھی موجود نہیں بلکہ سب مفقود ہیں - اور ایمان کے سبب کا نہ ہونا ایمان کے حاصل نہ ہونے کا سبب ہے - تو ایمان کے حاصل نہ ہونے کے مجھ میں بارہ سبب موجود ہیں - جن میں ہر ایک ایمان کے حاصل نہ ہونے کا مستقل سبب ہے - اور جب ایمان کے حاصل نہ ہونے کے اسقدر سبب موجود ہیں - تو پھر اللہ تعالیٰ یہ کس طرح کہ سکتا ہے - كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ (تم کفر کیوں کرتے ہو) (پانچواں طریق) یہ ہے - کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد فرمایا - اے محمد تو اُن سے یہ کہ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ (یعنی تم ایسے اللہ کا کس طرح انکار کرتے ہو جس نے تمہیں ایسی بڑی نعمت (یعنی زندگانی) دی - اور جبریوں کے مذہب کے موافق اللہ تعالیٰ نے کافر کو کوئی نعمت نہیں دی ہے کیونکہ جبریوں کے نزدیک جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کافر کے ساتھ کیا ہے - وہ صرف اسی لیے کیا ہے - کہ اُس سے کفر کرائے - اور اُسے جہنم میں جلاوے - تو اس صورت میں کافر کو اللہ تعالیٰ نے کونسی نعمت عطا کی - اور کافر کو اس زندگی کا دینا بعینہٖ ایسا ہی ہے - جیسا کہ کسی شخص نے کسی شخص کے سامنے زہر آلود فالودے کی رکابی رکھدی تو وہ فالودہ اگرچہ ظاہر میں لذیذ ہے - اور لوگ اُسے نعمت کہتے ہیں - چونکہ اُس میں زہر ملا ہوا ہے - اور مہلک اور قاتل ہے تو فی الحقیقت اُسے کوئی شخص نعمت نہیں کہ سکتا - اور یہ بات بخوبی ظاہر ہے - کہ ہمیشہ کے عذاب کا ضرر - زہر کے ضرر سے بہت ہی شدید اور زیادہ ہے - تو کافر کو اس زندگی کا دینا نعمت کا دینا نہیں ہے - اور جب اللہ تعالیٰ نے کافر کو کوئی نعمت عطا نہیں کی ہے - تو پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس طرح ارشاد فرماتا ہے - کہ وہ کافروں سے یہ کہیں - كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ (یعنی جس نے تمہیں ایسی بڑی بڑی نعمتیں عطا کی ہیں تم اُس کا کس طرح انکار کرتے ہو - اور معتزلہ کی ان سب تقریروں کا جواب یہ ہے - کہ غور اور خوض کرنے کے بعد ان سب تقریروں کا حاصل مدح و ذم اور امر و نہی اور ثواب و عقاب کے ساتھ استدلال کرنا ہے - ہم بھی اس کے مقابلے میں ایک نہایت متین بات کہتے ہیں - اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں یہ جانا - کہ کافر میں ایمان نہ ہوگا - اگر کافر میں ایمان ہو - تو اللہ تعالیٰ کا علم جہل ہو جائیگا - اور اللہ تعالیٰ کے علم کا جہل ہو جانا محال اور ناممکن ہے - اور جس چیز سے امر محال اور ناممکن لازم آئے - وہ بھی محال اور ناممکن ہے - تو کافر میں ایمان کا ہونا محال اور ناممکن ہے - باوجودیکہ اللہ تعالےٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ (تم کفر اور اللہ کا انکار کس طرح کرتے ہو - حالانکہ تم بے جان تھے - اللہ ہی نے تمہیں زندہ کیا ہے) اور ہم ایک بات یہ بھی کہتے ہیں - کہ کفر کی قدرت میں اگر ایمان کی صلاحیت ہے (یعنی بندہ جس قدرت سے کفر کو موجود کر سکتا ہے - اگر اُسی قدرت سے ایمان کو بھی موجود کر سکتا ہے) تو مرجح یعنی کسی ترجیح دینے والی چیز کے بغیر اس قدرت سے ایمان کا صدور نہیں ہو سکتا یعنی ایمان اور کفر دونوں اسی قدرت سے صادر ہوتے ہیں - تو جب تک کوئی ترجیح دینے والی چیز ایمان کے صدور کو ترجیح نہ دے - اُس وقت تک اس قدرت سے ایمان کا صدور نہیں ہو سکتا - اور یہ مرجح یعنی ترجیح دینے والی چیز اگر بندہ کی جانب سے ہے - تو اس مرجح میں بھی پھر یہی تقریر جاری ہوگی یعنی بندے کی قدرت میں اس مرجح کے ہونے اور نہ ہونے دونوں کی صلاحیت ہے - تو جب تک کوئی چیز اس مرجح کے ہونے کو ترجیح نہ دے گی اُس وقت تک بندے کی قدرت سے اس مرجح کا وجود نہ ہوگا اور پھر اس دوسرے مرجح میں بھی یہی تقریر جاری ہوگی - وعلیٰ ہذا القیاس غیر متناہی مرجحوں کا وجود لازم آئیگا - اور یہ محال اور ناممکن ہے - اگر یہ مرجح اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے تو جب تک یہ مرجح اللہ تعالےٰ کی جانب سے حاصل نہ ہوگا - اُسوقت تک بندے کی قدرت سے ایمان صادر نہیں ہو سکتا اور جب یہ مرجح اللہ تعالیٰ کی جانب سے حاصل ہو جائیگا اُسوقت ایمان کا صادر ہونا واجب اور ضروری ہے - اور اس صورت میں اللہ تعالےٰ یہ کس طرح نہیں کہ سکتا - كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ (تم کس طرح کفر کرتے ہو) جاننا چاہیے کہ جب معتزلی اپنی مطول تقریر بیان کرکے مدح اور ذم کی ان تقریرات کی تفریع کرے - تو تمہیں اُس کے مقابلے میں انہی دونوں تقریروں کو بیان کرنا چاہیے - جو ہم نے بیان کی ہیں - کیونکہ ان دونوں تقریروں سے اُس کا تمام کلام مخدوش ہو جاتا ہے اور کل شبہے زائل ہو جاتے ہیں - وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقِ (دوسرا مسئلہ) علمائے اسلام کا اس بات پر تو اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا سے وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَنُطْفَةً یعنی تم مٹی اور نطفے تھے) مراد ہے - کیونکہ آدم علیہ السلام کی پیدائش کی ابتدا مٹی سے ہے - اور آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کی پیدائش کی ابتدا آدم علیہ السلام کے سوا نطفوں سے ہے - لیکن اس امر میں اختلاف ہے - کہ جماد پر میت کا اطلاق حقیقی ہے یا مجازی - اکثر علماء کی رائے یہ ہے - کہ جماد پر میت کا اطلاق مجازی ہے - کیونکہ موات یعنی بے جان کو

معتزلی کی ان سب تقریروں کا جواب

میت کے ساتھ تشبیہ دیکر مشبہ بہ کے اسم یعنی میت کا اطلاق اُس پر استعارے کے طریق سے کر دیا ہے۔ اور موات یعنی بے جان کو حقیقتاً میت نہین کہتے ہین۔ کیونکہ میت اُسی چیز کو کہتے ہین۔ جو مرے۔ اور جسے موت آئے۔ اور موت اُسی چیز کو آسکتی ہے جو زندہ ہو۔ اور جس مین زندگی کی صفتین ہین یعنی جس مین گوشت اور رطوبت ہو۔ اور بعض علما کی یہ رائے ہے۔ کہ بے جان پر میت کا اطلاق حقیقی ہے۔ اور قتادہ سے بھی یہی منقول ہے۔ قتادہ نے اس آیت کی یہ تفسیر بیان کی ہے۔ کہ وہ اپنے باپون کی پشتون مین میت تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُنھین مان کے شکم مین زندہ کیا۔ پھر اُنھین مان کے شکم سے نکالا۔ پھر اُنھین وہ موت دی جس کا ہونا ضروری ہے۔ مرنے کے بعد اُنھین پھر دوبارہ زندہ کیا۔ یہ دو زندگیان ہین اور دو موتین۔ اور اُنھون نے اپنی اِس رائے کو اس آیت سے ثابت کیا ہے۔ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ یعنی اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی پیدا کی۔ جو موت زندگی سے مقدم ہے۔ وہ چیز کا بے جان ہونا ہے۔ لہذا اس آیت نے اس بات پر دلالت کی۔ کہ بے جان چیز کو حقیقتاً میت کہتے ہین۔ اور ظاہر اور بہتر پہلی ہی بات ہے۔ کیونکہ جماد کو یہ کہتے ہین۔ کہ وہ موات ہے۔ اور میت نہین ہے۔ تو حق یہی ہے۔ کہ بے جان پر میت کا اطلاق تشبیہ اور استعارے کے طریق سے ہے۔ قفال نے یہ کہا ہے۔ یہ آیت اس آیت کی مثل ہے هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا (یعنی انسان پر ایک ایسا وقت بھی آیا ہے۔ کہ جس وقت وہ ایسی چیز نہ تھا۔ کہ جس کا ذکر کیا جاتا) اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ انسان ایک وقت ایسی چیز نہ تھا۔ کہ جس کا ذکر کیا جاتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُسے زندہ کیا۔ اور اُسے کان اور آنکھین دین۔ اور بے جان چیز کو جو مجاز کے طریق سے میت کہتے ہین۔ تو یہ مجاز عرب کے ان قولون سے ماخوذ ہے۔ فُلَانٌ مَيِّتُ الذِّكْرِ یعنی فلان شخص کا ذکر مر گیا ہے۔ یعنی اُس کا کوئی ذکر نہین کرتا۔ هٰذَا اَمْرٌ مَيِّتٌ یہ مری ہوئی چیز ہے۔ یعنی اس کا کوئی ذکر نہین کرتا۔ اور جس چیز کا نہ کوئی طالب ہو۔ نہ کوئی ذکر کرے اُسے هٰذِهٖ سِلْعَةٌ مَيِّتَةٌ کہتے ہین یعنی یہ چیز مری ہوئی ہے یعنی اس کا نہ کوئی طالب ہے نہ کوئی اس کا ذکر کرتا ہے۔ اور یہ شعر مخیر سعدی کا ہے ؎ وَاَحْيَيْتَ لِيْ ذِكْرِيْ وَمَا كُنْتُ خَامِلًا + وَلٰكِنَّ بَعْضَ الذِّكْرِ اَنْبَهُ مِنْ بَعْضٍ (تو نے میرا ذکر زندہ کر دیا۔ اور میرا ذکر پوشیدہ نہ تھا + لیکن بعضے ذکر بعضے ذکرون سے زیادہ مشہور ہوتے ہین) اسی طرح اس آیت کے بھی یہ معنی ہین۔ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا یعنی تمہارا ذکر پوشیدہ تھا اور کوئی تمہارا ذکر نہین کرتا تھا۔ کیونکہ تم کچھ چیز نہ تھے۔ فَاَحْيَاكُمْ پھر اللہ نے تمہین زندہ کر دیا۔ اور کان اور آنکھین دین (تیسرا مسئلہ) ایک قوم اس آیت سے قبر کے عذاب کے باطل ہونے پر دلیل لائی ہے۔ اور دلیل کی یہ تقریر بیان کی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین یہ بیان کیا۔ کہ وہ اُن کو ایک دفعہ دنیا مین زندہ کریگا۔ اور دوسری دفعہ آخرت مین۔ اور قبر کی زندگی کا بیان نہین کیا اور جب قبر مین زندگی اور حیات نہین ہے۔ تو قبر مین عذاب نہین ہو سکتا۔ اور یہ آیت بھی اسی کی تائید اور تاکید کرتی ہے۔ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ (اس کے بعد پھر تم مرو گے۔ اور مرنے کے بعد قیامت کے دن پھر تم اُٹھائے جاؤ گے) اور اُس زندگی کا ذکر نہین کیا۔ جو اُن دونون حالتون کے درمیان ہے۔ یعنی اس آیت مین بھی قبر کی زندگی کا بیان نہین کیا۔ اور جو لوگ قبر کی زندگی کے منکر ہین۔ اُنھون نے یہ کہا ہے۔ کہ یہ آیت قبر کی زندگی کی دلیل نہین ہو سکتی۔ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ کافرون نے یہ کہا اے پروردگار۔ تو نے ہمین دو دفعہ مارا۔ اور دو دفعہ زندہ کیا۔ ایک دفعہ دنیا مین۔ اور دوسری دفعہ قبر مین۔ کیونکہ یہ کافرون کا قول ہے۔ اور کافرون کا قول دلیل نہین ہو سکتا۔ اور نیز بہت سے آدمیون نے اُس وقت کی زندگی بھی ثابت کی ہے۔ کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت مین سے آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کو نکالا تھا۔ اور وہ سب کے سب چھوٹی چھوٹی چیونٹیون کی برابر تھے اور اُن سے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کہا تھا۔ یعنی کیا مین تمہارا پروردگار نہین ہون۔ اور اُس وقت کی زندگی کے ثابت ہو جانے کے وقت دو موتین اور دو زندگیان ثابت ہو گئین۔ قبر کی زندگی کے ثابت کرنے کی کچھ حاجت اور ضرورت نہین ہے۔ قبر کی زندگی کے منکرون کی اس دلیل کے دو جواب ہین۔ (پہلا جواب) یہ ہے کہ اس آیت مین قبر کی زندگی کے بیان نہ کرنے سے یہ لازم نہین آتا۔ کہ قبر کی زندگی ثابت ہی نہین ہے۔ اور (دوسرا جواب) یہ ہے۔ کہ یہ بھی کہ سکتے ہین۔ کہ اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے قبر کی زندگی کا بیان کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قول ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ (یعنی اللہ تعالیٰ پھر تمہین زندہ کریگا) سے ہمیشہ کی زندگی مراد نہین ہے۔

قبر کی زندگی کے منکرون کی اس دلیل کے دو جواب ہین

اگر ہمیشگی زندگی مراد ہو۔ تو ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ کے بعد ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ (یعنی تم پھر اللہ ہی کے پاس واپس جاؤگے) کہنا صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ ثُمَّ تراخی اور مدت
اور فصل زمانی کے لیے آتا ہے۔ یعنی معطوف علیہ کے موجود ہونے سے ایک زمانہ کے بعد معطوف موجود ہوتا ہے۔ اگر یُحْیِیْکُمْ سے ہمیشگی زندگی مراد ہو تو اس آیت کے
یہ معنی ہوں گے۔ کہ ہمیشہ کی زندگی سے ایک مدت مدید کے بعد پھر تم اللہ کے پاس واپس جاؤگے۔ حالانکہ ہمیشگی زندگی کے ہوتے ہی سب لوگ اللہ کے پاس واپس پہنچ
جائیں گے۔ اور ہمیشہ کی زندگی اور اللہ تعالیٰ کے پاس واپس جانیکے درمیان مدت اور زمانہ حائل اور فاصل نہیں ہے۔ اگر ہم اس آیت کو اس طریق سے قبر کی
زندگی کی دلیل کہیں۔ تو کچھ بعید نہیں ہے (چوتھا مسئلہ) حسن رحمہ اللہ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے قول کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ سے عام لوگ مراد ہیں
یعنی اکثر لوگوں کے لیے دو موتیں اور دو زندگیاں ہیں۔ اور بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے تین دفعہ مارا ہے۔ اُن کے لیے تین موتیں اور تین زندگیاں ہیں
جن لوگوں کے لیے تین موتیں اور تین زندگیاں ہیں۔ اُن کا بیان اِن آیتوں میں ہے۔ اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ وَّھِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِھَا (کیا تو نے اس
شخص کو نہیں دیکھا ہے۔ جس کا ایسے گانوں پر گذر ہوا۔ جس کے تمام مکانوں کی چھتیں گری ہوئی تھیں) تا قول عزوجل فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ (اور اللہ تعالیٰ نے
اُسے مار دیا۔ اور وہ سو برس تک مرا پڑا رہا۔ سو برس کے بعد پھر اُسے زندہ کیا) یہ حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ ہے۔ پہلے وہ بے جان تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ
کیا۔ اور زندہ کرنیکے بعد پھر انہیں مارا۔ اور وہ سو برس تک مری پڑی رہی۔ سو برس کے بعد پھر انہیں زندہ کیا۔ اور زندہ کرنیکے بعد پھر انھیں مارا۔ اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پھر انھیں زندہ کریگا تو
اُن کیلیے تین موتیں اور تین زندگیاں ہوئیں۔ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَھُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَھُمُ اللّٰہُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْیَاھُمْ (کیا تو نے اُن لوگوں کو
نہیں دیکھا ہے۔ جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے۔ اور وہ ہزاروں تھے۔ اُن کے نکلتے ہی اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ کہا۔ کہ تم مر جاؤ۔ اس ارشاد کے ہوتے ہی وہ سب کے سب مر گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے
انھیں زندہ کیا) اِن لوگوں کے لیے بھی تین موتیں اور تین زندگیاں ہوئیں۔ فَاَخَذَتْکُمُ الصّٰعِقَۃُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (اور تمہارے دیکھتے ہوئے تم پر بجلی گری۔ اور تمہارے مرنیکے بعد
پھر ہم نے تمہیں زندہ کیا۔) ان کے لیے بھی تین موتیں اور تین زندگیاں ہوئیں۔ فَقُلْنَا اضْرِبُوْہُ بِبَعْضِھَا کَذٰلِکَ یُحْیِ اللّٰہُ الْمَوْتٰی (ہم نے یہ کہا۔ کہ اس مردے کو اس
گائے کے کسی ٹکڑے سے مارو۔ اسی طرح اللہ قیامت کے دن مردے زندہ کریگا۔) جس وقت اُس مردے کے گائے کا ٹکڑا مارا۔ وہ اُسی وقت زندہ ہو گیا۔ اور زندہ
ہونے کے بعد پھر اُسے موت آئی۔ اور قیامت کے دن پھر وہ زندہ کیا جائیگا۔ اس شخص کے لیے بھی تین موتیں اور تین زندگیاں ہوئیں۔ وَکَذٰلِکَ اَعْثَرْنَا عَلَیْھِمْ
لِیَعْلَمُوْا اَنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَۃَ لَا رَیْبَ فِیْھَا (اسی طرح لوگوں کو ہم نے اُنکے حال سے آگاہ کر دیا۔ تاکہ انھیں یہ معلوم ہو جائے۔ کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے
اور قیامت میں کسی طرح کا شک نہیں) یہ اصحاب کہف کا قصہ ہے۔ اصحاب کہف کے لیے بھی تین موتیں اور تین زندگیاں ہیں۔ وَاٰتَیْنٰہُ اَھْلَہٗ وَمِثْلَھُمْ مَّعَھُمْ (اور
ہم نے ایوب کو اُس کے گھر والے بھی دیے۔ اور اُن کے ساتھ اُن کی برابر اور لوگ بھی دیے) اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کے گھر والوں کو مارنے کے بعد پھر زندہ
کیا۔ لہٰذا اُن کے لیے بھی تین موتیں اور تین زندگیاں ہیں۔ (پانچواں مسئلہ) مجسمہ فرقہ اللہ تعالیٰ کے قول ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ (یعنی تم سب کے سب اللہ ہی کے پاس
واپس جاؤگے۔) سے اس بات پر دلیل لایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مکان میں ہے۔ جو فرقہ یہ کہتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جسم ہے۔ اُس فرقہ کو مجسمہ کہتے ہیں۔ مجسمہ کا
یہ استدلال ضعیف ہے۔ اور ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ سے غرض یہ ہے۔ کہ تم سب کے سب اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف رجوع کروگے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام قبروں کے مردوں کو
زندہ کر کے محشر میں انھیں اکٹھا کرے گا۔ اور یہ جو ارشاد فرمایا ہے۔ کہ تم سب کے سب اللہ ہی کی طرف رجوع کروگے۔ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ تم ایسی جگہ کی طرف
رجوع کروگے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا حکم نہیں ہے۔ جس طرح عرب یہ کہتے ہیں۔ رَجَعَ اَمْرُہٗ اِلَی الْاَمِیْرِ (یعنی اُس شخص کا معاملہ امیر کے پاس گیا۔ اور مراد
یہ ہوتی ہے۔ کہ اُس کا معاملہ ایسی جگہ گیا۔ جہاں امیر کے سوا اور کسی کا حکم نہیں چلتا۔ (چھٹا مسئلہ) یہ آیت کئی امروں پر دلالت کرتی ہے (پہلا امر) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ
کے سوا کوئی شخص جلانے اور مارنے پر قادر نہیں ہے۔ اور اس سے اہل طبائع کا یہ قول باطل ہو گیا۔ کہ زندگی اور موت میں فلاں فلاں آسمان۔ اور فلاں فلاں
کوکب۔ اور فلاں فلاں عنصر۔ اور فلاں فلاں مزاج موثر ہے۔ جس طرح اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کا یہی قول اور مذہب نقل کیا ہے۔ مَا ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا

۵۷ جو لوگ طبیعتوں کے قائل ہیں۔ اور طبیعتوں کو عالم میں موثر کہتے ہیں۔ وہ اہل طبائع کہلاتے ہیں۔

الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ (صرف یہی دنیا کی زندگی ہے۔ ہم مرتے اور جیتے ہیں۔ اور ہمیں زمانہ ہی مارتا ہے۔ (دوسرا امر) یہ آیت حشر ونشر کے ممکن ہونے پر دلالت کرتی ہے اور اس نے حشر ونشر کے ممکن ہونے کی عقلی دلیل پر بھی متنبہ کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو پہلی دفعہ موت کے بعد زندہ کیا تو ضرور بالضرور اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو دوسری دفعہ بھی مرنے کے بعد زندہ کر سکتا ہے (تیسرا امر) یہ آیت امر ونہی کی دلیل ہے۔ اور جنت کی طرف راغب کرتی ہے۔ اور دوزخ سے ڈراتی ہے۔ (چوتھا امر) یہ آیت جبر وقدر پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس کا بیان ہو چکا ہے۔ (پانچواں امر) یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بندے کو دنیا سے بیزار رہنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔ فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ (اللہ تعالیٰ نے تمہیں زندہ کیا۔ اور اس زندگی کے بعد پھر تمہیں ماریگا۔ اور مارنے کے بعد پھر تمہیں زندہ کرے گا) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا۔ کہ بندے کو مرنا ضروری ہے پھر یہ ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اس موت ہی پر نہیں چھوڑ دیگا۔ بلکہ مرنے کے بعد زندہ ہو کر اُسے اللہ کے پاس جانا بھی ضرور ہے۔ مرنا لازم اور ضروری ہے اسے اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے۔ کہ بندہ پہلے نطفہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُسے زندہ کیا۔ اور اُس کی بہت اچھی صورت بنائی۔ اور اُسے کامل عقل دی۔ اور ہر قسم کے نفع اور ضرر کا اُسے علم عطا کیا۔ اور اولاد دی۔ اور مال اور بڑے بڑے مکانات اور عالیشان محلوں کا مالک کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ اُسے ماریگا۔ اور ان سب چیزوں کو اُس سے دور کر دیگا۔ اور اُسے ایسا کر دیگا۔ کہ وہ کسی چیز کا مالک نہ رہیگا۔ اور دنیا میں اُس کی کوئی بھلائی اور نشانی نہ رہیگی۔ اور وہ ایک مدت دراز تک قبر میں رہیگا۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَمِنْ وَّرَائِهِمْ بَرْزَخٌ (اُن کے آگے قبر ہے) لوگ اُسے پکاریں گے۔ اور وہ جواب نہیں دیگا۔ اور اُس سے یہ کہا جائیگا۔ کہ بات چیت کر۔ اور وہ بات چیت نہ کریگا۔ اور اُس کے عزیز واقارب اُس کی زیارت کے لیے نہیں آئینگے۔ بلکہ اُس کے اہل وعیال اور اُس کی اولاد اُسے بھول جائینگی۔ جیسے یحییٰ بن معاذ رازی نے اپنے اس شعر میں بیان کیا ہے ؎ يَمُرُّ اَقَارِبِيْ بِحِذَاءِ قَبْرِيْ ✦ كَاَنَّ اَقَارِبِيْ لَمْ يَعْرِفُوْنِيْ (میرے عزیز واقارب میری قبر کے پاس سے اس طرح سے گذر جاتے ہیں۔ گویا اُنھوں نے مجھے پہچانا ہی نہیں) اور یہ مقولہ بھی یحییٰ بن معاذ رازی ہی کا ہے۔ ای اللہ گویا میرے نفس کی قضا آگئی۔ اور وہ مر گیا۔ اور لوگوں نے اُس کی قبر میں اُسے لٹا دیا۔ اور منزل تک پہنچانے والے منزل تک پہنچا کر پھر آئے۔ اور اُس کے مسافر ہونے کے سبب سے مسافر بھی اُسکے اوپر رویا۔ اُسکے دوست نے قبر کے کنارے سے اُسے پکارا۔ اُس کی بیقراری اور بیتابی کے وقت دشمنوں کو بھی اُس پر رحم آیا۔ اُس کا تدبیر سے عاجز ہونا دیکھنے والوں پر مخفی نہ رہا۔ ای اللہ اب اس کے سوا مجھے اور کچھ اُمید نہیں ہے۔ کہ تو یہ ارشاد فرمائے۔ ای فرشتو اُس شخص کی طرف دیکھو جو تنہا ہے اور اپنے عزیز واقارب سے دور جو اکیلا ہے۔ اور جس پر اُس کے دوستوں نے جفا کی ہے۔ جو میرے قریب ہے۔ اور قبر میں مسافر اور غریب جو دنیا میں مجھے پکارتا تھا۔ اور میرے پکارنے کا جواب دیتا تھا۔ جو اس گھر یعنی قبر میں پہنچنے کے وقت میرے احسان کا امیدوار تھا۔ ای ہمیشہ کے احسان کرنے والے تو وہاں بھی مجھ پر احسان کر۔ ای وسیع المغفرت مجھے تجھ سے اُمید ہے۔ تو اُسے پورا کر۔ اور مرنے کے بعد زندہ ہو کر پھر اللہ تعالیٰ کی طرف جانا ہے۔ اس کا بیان یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ صور کے پھونکنے کا حکم کریگا۔ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ (یعنی صور کے پھونکتے ہی آسمان اور زمین کے تمام باشندے مر جائینگے) پھر دوسری دفعہ صور پھونکا جائیگا۔ فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ (دوسری دفعہ صور کے پھونکتے ہی وہ سب کے سب زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے) اور ایک دوسرے کو دیکھیں گے يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ (وہ قبروں سے اس طرح دوڑتے ہوئے نکلینگے گویا وہ نشانے کی طرف دوڑے ہوئے جاتے ہیں) پھر وہ سب کے سب اللہ کے سامنے پیش کیے جائینگے۔ جیسا ارشاد فرمایا ہے۔ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا (وہ صف بستہ ہو کر تیرے پروردگار کے سامنے پیش کیے جائینگے اور وہ اللہ کے سامنے خشوع اور خضوع اور ذلت اور عاجزی کے ساتھ کھڑے ہونگے جیسا ارشاد فرمایا ہے۔ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ (اللہ تعالیٰ کے سامنے اُن کی آوازیں پست ہو جائینگی۔ اور بعض علما نے یہ دعا مانگی ہے۔ ای اللہ جس وقت ہم قبروں کی مٹی میں سے اُٹھیں۔ اور ہمارے سر گرد آلود ہوں اور چہروں کے رنگ خوف کی شدت سے متغیر اور قیامت کی دہشت سے سر نیچے کو جھکے ہوئے اور پیٹ قیامت کے دن کی درازی سے بھوکے۔ اور جسم کے

میدان مین سب لوگون کے سامنے شرمگاہین کھلی ہوئین - اور گناہون کے بوجھ سے پیٹھین لدی ہوئین - اور ہم اپنے کامون مین حیرت زدہ - اور گناہون پر نادم اور شرمندہ - تو اُس وقت اعراض اور روگردانی کرنے سے تو مصیبتین دوچند نہ کر - اے عظیم الرحمۃ - اے کثیر المغفرت تو ہماری لیے اپنی رحمت اور بخشش وسیع کردے - هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (زمین مین جو کچھ ہے - وہ سب اللہ ہی نے تمہاری لیے پیدا کیا ہے - اور زمین کے پیدا کرتے ہی پھر آسمان کے پیدا کرنے کی طرف رجوع ہوا - اور ساتون آسمان ٹھیک کر دیے - اور اُسے ہر ایک چیز کا علم ہے -) جاننا چاہیے کہ یہی دوسری نعمت ہے - جو تمام بندون کو شامل ہے - یہان اللہ تعالیٰ نے کیا اچھی ترتیب رکھی ہے - پہلے زندگی کا ذکر کیا - پھر آسمان اور زمین کا کیونکہ بندے کو زندگی کے حاصل ہونے کے بعد ہی زمین آسمان سے فائدہ ہو سکتا ہے - خَلَقَ کی تفسیر اُعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ کی تفسیر مین گذر چکی - اور اللہ تعالیٰ کا قول لَکُمْ اس بات پر دلالت کرتا ہے - کہ خَلَقَ کے بعد جو کچھ مذکور ہے - وہ سب ہماری ہی دینی اور دنیوی فائدے کے لیے ہے - دنیوی فائدہ یہ ہے - کہ اُس سے ہمارے بدن درست ہو جائین - اور ہمین طاعت کی قوت حاصل ہو جائے - اور دینی فائدہ یہ ہے - کہ ہم ان چیزون کے ساتھ دینی مقاصد اور مطالب پر استدلال کرین - اور اللہ تعالیٰ نے اپنے قول مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مین تمام فائدون کو جمع کر دیا - اُن مین سے بعضے فائدے حیوان اور نبات - اور کانون - اور پہاڑون کے ساتھ تعلق رکھتے ہین - اور بعضے قسم قسم کے پیشون اور اُن چیزون کے ساتھ جن کو عقلا نے نکالا ہے - اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان کر دیا - کہ ان سب چیزون کو صرف اسی لیے پیدا کیا ہے - کہ بندون کو ان سے فائدہ ہو - اور اس دوسری آیت مین بھی یہی ارشاد فرمایا ہے - وَسَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (جو کچھ آسمانون اور زمین مین ہے - اُس سب کو تمہاری ہی فائدے کے لیے مسخر اور فرمان بردار کر دیا ہے -) گویا اللہ تعالیٰ کے کلام کی اصل یہ ہے - کَیْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاكُمْ وَكَیْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَقَدْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (تم کفر اور اللہ کا انکار کس طرح کرتے ہو - حالانکہ تم بے جان تھے - اللہ ہی نے تمہین زندہ کیا - تم کفر اور اللہ کا انکار کس طرح کرتے ہو - حالانکہ جو کچھ آسمانون اور زمین مین ہے اُس سب کو اللہ ہی نے تمہارے لیے پیدا کیا) یا یہ ہے - کَیْفَ تَكْفُرُوْنَ بِقُدْرَةِ اللّٰهِ عَلَی الْاِعَادَةِ وَقَدْ اَحْیَاكُمْ بَعْدَ مَوْتِكُمْ وَخَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۗ فَكَیْفَ یَعْجِزُ عَنْ اِعَادَتِكُمْ (یعنی تم اس بات کا کس طرح انکار کرتے ہو - کہ اللہ مرنے کے بعد پھر دوبارا زندہ کر سکتا ہے - حالانکہ پہلی دفعہ بھی اللہ ہی نے تمہین موت کے بعد زندہ کیا ہے - اور جو کچھ زمین مین ہے - وہ سب اللہ ہی نے تمہارے لیے پیدا کیا ہے - تو وہ پھر دوبارا کس طرح زندہ نہین کر سکتا -) اور اللہ تعالیٰ نے ان فائدون کی تفصیل مختلف سورتون مین بیان کی ہے - ارشاد فرمایا ہے - اِنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا (ہم نے مینہ برسایا) اور سورۂ نحل کے اول مین ارشاد فرمایا ہے - وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ الخ (اللہ نے تمہارے لیے چوپائے پیدا کیے - تا آخر) اس آیت مین کئی مسئلے ہین - (پہلا مسئلہ) ہمارے اصحاب یعنی اشاعرہ نے یہ کہا ہے - کہ اللہ تعالیٰ کوئی کام کسی غرض کے لیے نہین کرتا - اس کی کئی دلیلین ہین (پہلی دلیل) یہ ہے - اگر اللہ تعالیٰ کوئی کام کسی غرض کے لیے کرے - تو اللہ تعالیٰ کو اُس غرض سے کمال حاصل ہوگا - اور جسے کسی دوسری چیز سے کمال حاصل ہو - اُس کی ذات ناقص ہے - اور اللہ تعالیٰ کی ذات ناقص نہین ہو سکتی - اللہ تعالیٰ کی ذات کا ناقص ہونا محال اور ناممکن ہے - تو یہ بات ثابت ہو گئی - کہ اللہ تعالیٰ کوئی کام کسی غرض کے لیے نہین کرتا - اگر کوئی شخص اشاعرہ کی اس تقریر پر یہ اعتراض کرے کہ اللہ تعالیٰ ایسی غرض کے لیے کام کرتا ہے - جو اللہ تعالیٰ کی طرف عائد نہین ہے - بلکہ بندے کی طرف عائد ہے - تو ہم اس کا یہ جواب دین گے کہ اس غرض کا اللہ تعالیٰ کی طرف عائد ہونے سے بندے کی طرف عائد ہونا - اللہ تعالیٰ کے حق مین بہتر ہے - یا نہین - اگر اللہ تعالیٰ کے حق مین بہتر ہے - تو اللہ تعالیٰ کو اُس فعل سے فائدہ ہوا - اور وہی خرابی لازم آئی جو ہم بیان کر چکے ہین یعنی جب اللہ تعالیٰ کو اس فعل سے فائدہ ہوا - تو اللہ تعالیٰ کی ذات ناقص ہوئی - اور اللہ تعالیٰ کی ذات کا ناقص ہونا محال اور ناممکن ہے - تو یہ ثابت ہو گیا - کہ یہ صورت محال و ناممکن ہے - اگر اس غرض کا اللہ تعالیٰ کی طرف عائد ہونے سے بندے کی طرف عائد ہونا اللہ تعالیٰ کے حق مین بہتر نہین ہے - تو اس غرض کا بندے کیلیے حاصل کرنا اللہ کی غرض نہ ہوئی (دوسری دلیل) اگر اللہ تعالیٰ کوئی کام کسی غرض کے لیے کرے - تو اللہ تعالے

اللہ تعالیٰ کوئی کام کسی غرض کے لیے نہین کرتا

اُس کام کے بغیر اُس غرض کے حاصل کرنے سے عاجز ہوگا - اور اللہ کا عاجز ہونا محال اور ناممکن ہے - تو یہ ثابت ہوگیا - کہ اللہ کوئی کام کسی غرض کے لیے نہیں کرتا (تیسری
دلیل) اگر اللہ کوئی کام کسی غرض کے لیے کرے - تو وہ غرض یا قدیم ہے - یا حادث اگر وہ غرض قدیم ہے - تو اُس کام کا بھی قدیم ہونا لازم آئیگا - اگر حادث ہی - تو اللہ تعالیٰ
اُس غرض کو کسی اور غرض کے لیے کریگا - اور اُس دوسری غرض کو کسی اور غرض کے لیے - اور اغراض میں تسلسل لازم آئیگا - اور تسلسل یعنی اغراض کا غیر متناہی ہونا
محال اور ناممکن ہی - تو یہ بات ثابت ہوگئی - کہ اللہ تعالیٰ کوئی کام کسی غرض کے لیے نہیں کرتا - (چوتھی دلیل) یہ ہی - اگر اللہ تعالیٰ کسی غرض کے لیے کام کرتا تو وہ غرض
بندوں کی مصلحت کی رعایت ہی ہوتی - اور اگر اللہ تعالیٰ کا کام کا کرنا بندوں کی مصلحت کی رعایت پر موقوف ہوتا - تو اللہ اُس کام کو نہ کرتا - جو بندوں کے حق میں
مفسدہ ہی - لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا کام کیا ہے - جو بندوں کے حق میں مفسدہ ہے - کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کو ایمان لانے کی تکلیف دی ہی جن کی نسبت
اللہ تعالیٰ نے یہ جان لیا ہی - کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے - اور یہ ظاہر ہی کہ ایسے لوگوں کے حق میں ایمان لانے کی تکلیف دینا مفسدہ ہی - جب ان دلیلوں سے یہ بات ثابت
ہوگئی - کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی کام کسی غرض کے لیے نہیں ہے - تو اِس کے بعد پھر اشاعرہ نے اُس لام میں گفتگو اور بحث کی ہی - جو اللہ تعالیٰ کے قول خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ
جَمِيعًا - اور اللہ تعالیٰ کے قول إِلَّا لِيَعْبُدُونِ میں ہی - اور یہ بیان کیا ہے - کہ جب اللہ تعالیٰ نے - وہ کام کیا - کہ اگر بندہ اُس کام کو کرتا - تو کسی غرض کے لیے کرتا - تو اِس
مشابہت کے سبب سے اللہ تعالیٰ اپنے فعل کے بعد لام لایا - جو غرض کے لیے موضوع ہے (دوسرا مسئلہ) اہل اباحت (یعنی جن کا یہ مذہب ہے - کہ ہر ایک چیز ہر ایک شخص کے لیے
مباح ہی - اور کوئی شخص کسی چیز کا مالک نہیں ہی - اور کسی شخص کو کسی چیز کے ساتھ کسی قسم کی خصوصیت نہیں ہی) اللہ تعالیٰ کے قول خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ (یعنی زمین کی سب چیزیں
اللہ ہی نے تمہارے لیے پیدا کی ہیں) سے اس بات پر دلیل لائے ہیں - کہ اللہ تعالیٰ نے کل چیزیں کل شخصوں کے لیے پیدا کی ہیں - کسی شخص کو کسی چیز کے ساتھ کسی قسم کی
خصوصیت نہیں ہی - ہر ایک شخص کو ہر ایک چیز مباح ہے - ہر ایک شخص جس چیز کو چاہے استعمال کر سکتا ہی - اور اُن کی یہ دلیل اس سبب سے ضعیف ہی - کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت
میں کل چیزوں کو کل شخصوں کے مقابلہ میں بیان کیا ہے - اور ساری مخلوق کی طرف مخاطب ہوکر یہ ارشاد فرمایا ہے - کہ اللہ ہی نے زمین کی کل چیزیں تمہارے لیے پیدا
کی ہیں - اور یہ نہیں ارشاد فرمایا ہے - کہ زمین کی کل چیزیں ہر ایک شخص کے لیے پیدا کی ہیں - اگر یہ ارشاد فرماتا - تو زمین کی کل چیزیں ہر ایک شخص کے لیے مباح ہو جاتیں
جب یہ ارشاد فرمایا ہے - کہ زمین کی کل چیزیں کل شخصوں کے لیے پیدا کی ہیں - تو یہ آیت اس بات کی دلیل ہی - کہ زمین کی کل چیزوں کو کل شخصوں پر تقسیم ہونا چاہیے - رہی
یہ بات - کہ کون سی چیز کس شخص کو ملنی چاہیے - یہ آیت اس بات کی دلیل نہیں ہے - اس کی دلیل اور ہی - اور فقہا رحمہم اللہ اس آیت سے اس بات پر دلیل لائے ہیں
کہ اشیاء کے منافع میں اصل اباحت ہی - یعنی اشیاء کے منافع میں اصل یہی ہی - کہ وہ مباح ہیں - ہم نے اس کی تحقیق اصول فقہ میں بیان کی ہی - (تیسرا مسئلہ) بعضے
علماء نے یہ کہا ہے - کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے - کہ مٹی کا کھانا حرام ہے - کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے - کہ اللہ تعالیٰ نے زمین
کی کل چیزیں ہمارے لیے پیدا کی ہیں - اور زمین ہمارے لیے پیدا نہیں کی - اُن کی اس دلیل پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے - کہ جس طرح اور چیزیں زمین میں ہیں - اسی طرح
زمین کے اجزاء بھی زمین میں ہیں - اور جس طرح اور چیزوں کو یہ کہ سکتے ہیں - کہ وہ زمین میں ہیں - اسی طرح زمین کے اجزاء کو بھی یہ کہ سکتے ہیں - کہ وہ زمین میں ہیں -
اور اللہ تعالیٰ کا قول خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (یعنی جو چیزیں زمین میں ہیں وہ سب اللہ ہی نے تمہارے لیے پیدا کی ہیں) جس طرح اور چیزوں کو شامل ہے
اسی طرح زمین کے اجزاء کو بھی شامل ہی - تو اس آیت سے جس طرح اور چیزوں کے کھانے کی حلت ثابت ہوتی ہے - اسی طرح زمین کے اجزاء کے کھانے کی حلت بھی ثابت
ہوتی ہی - اور اس دلیل پر ایک اعتراض یہ بھی ہوتا ہے - کہ اگر ایک چیز کا ذکر کرکے اس کے لیے کوئی حکم ثابت کریں - تو یہ اس بات کی دلیل نہیں ہی - کہ اور چیزوں کے
لیے وہ حکم ثابت نہیں ہے - مثلاً اس آیت میں اُن چیزوں کا ذکر کیا جو زمین میں ہیں - اور اُن کے لیے یہ حکم ثابت کیا - کہ اُن کو اللہ نے تمہارے لیے پیدا کیا ہی - تو یہ اِن بات کی
دلیل نہیں ہے - کہ اور چیزوں کے لیے یہ حکم ثابت نہیں ہے یعنی زمین کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے پیدا نہیں کیا ہے - (چوتھا مسئلہ) اللہ تعالیٰ کا قول خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ
جَمِيعًا (یعنی زمین کی کل چیزیں اللہ ہی نے تمہارے لیے پیدا کی ہیں) اس بات کی دلیل ہے - کہ اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کی حاجت نہ ہے - نہ ہو سکتی ہے - اگر اللہ تعالیٰ کو

اللہ تعالیٰ کے افعال کے بعد غرض [illegible] اس [illegible] معتزلہ

حاجت ہوتی۔ تو اللہ تعالےٰ ان چیزون کو اپنے ہی لئیے پیدا کرتا۔ اورون کے لئیے پیدا نہ کرتا۔ اللہ تعالےٰ کے قول ثُمَّ اسْتَوىٰ اِلَى السَّمَاءِ مین کئی مسئلے ہین (پہلا مسئلہ) استوا کا لفظ عرب کے کلام مین کبھی سیدھا ہونے کے معنی مین آتا ہے۔ اور اُس کی ضد ٹیڑھا ہونا ہے۔ چونکہ سیدھا ہونا اجسام کی صفات مین سے ہے۔ لہذا یہ اللہ تعالیٰ کی صفت نہین ہوسکتی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا اس سے پاک اور مقدس ہونا واجب ہے۔ اور یہ آیت بھی اسی بات کی دلیل ہے۔ کہ اس آیت مین استویٰ کے معنے سیدھا ہونے کے نہین ہین۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول ثُمَّ اسْتَوىٰ اس بات کو چاہتا ہے۔ کہ استویٰ زمین کی چیزون کے پیدا کرنے سے پیچھے ہو۔ اور اس آیت مین اس استویٰ سے اگر سیدھا ہونا۔ اور عُلوِ مکانی مراد ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کو یہ عُلوِ مکانی پہلے ہی سے حاصل ہوگا۔ (یعنی اگر اللہ تعالیٰ کو عُلوِ مکانی حاصل ہو۔ تو یہ عُلوِ مکانی پہلے ہی سے حاصل ہوگا۔ یہ نہین ہوسکتا۔ کہ پہلے تو یہ علو مکانی حاصل نہ ہو۔ اور پھر بعد کو حاصل ہو) اور اگر یہ عُلوِ مکانی پہلے ہی سے حاصل ہوگا۔ تو یہ علو مکانی زمین کی کل چیزون کے پیدا کرنے سے پیچھے نہ ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا قول ثُمَّ اسْتَوىٰ یہی چاہتا ہے۔ کہ یہ علو مکانی زمین کی کل چیزون کے پیدا کرنے سے پیچھے ہے۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی۔ کہ اس آیت مین استویٰ کے حقیقی معنے مراد نہین ہوسکتے۔ تو تاویل کرنی واجب ہے۔ اور تاویل کی تقریر یہ ہے کہ استویٰ سیدھا ہونے کو کہتے ہین جب لکڑی سیدھی کھڑی ہوجائے تو اُس وقت اِسْتَوَى الْعُوْدُ بولتے ہین۔ اس کے بعد پھر اِسْتَوىٰ اِلَيْهِ كَالسَّهْمِ الْمُرْسَلِ (یعنی وہ تیر کی طرح اُس کی طرف سیدھا ہولیا۔) کہنے لگے۔ اور اُس سے یہ مراد لینے لگے۔ کہ اُس چیز کا.... اُس نے سیدھا قصد کیا۔ اور وہ کسی اور چیز کی طرف ملتفت نہ ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول ثُمَّ اسْتَوىٰ اِلَى السَّمَاءِ اسی محاورہ سے استعارہ کیا گیا ہے یعنی زمین کے پیدا کرتے ہی اللہ تعالیٰ نے آسمان پیدا کیا اور زمین کے پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمان کے پیدا کرنے کے سوا کسی اور چیز کے پیدا کرنے کا قصد نہین کیا۔ اور آسمان اور زمین کے پیدا کرنے کے درمیان مدت اور زمانے کو حائل نہین کیا۔ (دوسرا مسئلہ) اللہ تعالیٰ کے قول هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوىٰ اِلَى السَّمَاءِ (یعنی زمین کی کل چیزین اللہ ہی نے تمہارے لئیے پیدا کی ہین۔ اور زمین کی کل چیزین پیدا کرتے ہی۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان کے پیدا کرنے کا قصد کیا) کی تفسیر یہ آیت ہے۔ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَا اَقْوَاتَهَا فِيْ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِيْنَ۔ (ای محمد تو اُن سے یہ کہ جس نے دو دن مین زمین پیدا کی ہے۔ کیا تم اُس کا انکار کرتے ہو۔ اور اورون کو اُس کا شریک کہتے ہو جس نے دو دن مین زمین پیدا کی ہے وہی تمام عالمون کا پروردگار ہے۔ اور اُسی نے زمین کے اوپر پہاڑ قایم کیے ہین۔ اور اُس مین برکت دی ہے۔ اور روزی طلب کرنے والون کے لئیے پورے چار دن مین زمین مین روزی مقرر کی ہے یعنی دو دن مین زمین پیدا کی۔ اور دو دن مین روزی مقرر کی۔ جس طرح یہ کہتے ہین۔ مِنَ الْكُوْفَةِ اِلَى الْمَدِيْنَةِ عِشْرُوْنَ يَوْمًا وَاِلىٰ مَكَّةَ ثَلٰثُوْنَ يَوْمًا (کوفے سے مدینے تک بیس دن۔ اور مکے تک تیس دن) اور مراد یہ لیتے ہین۔ کہ کوفے سے مکے تک کل تیس دن) اسی طرح اس آیت مین بھی یہی مُراد ہے۔ کہ زمین کے پیدا کرنے۔ اور روزی کے مقرر کرنے کی کل مدت چار دن ہین۔ پھر دو دن مین آسمان پیدا کیے۔ یہ کل چھ دن ہوئے۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ (اللہ تعالیٰ نے آسمانون اور زمین کو چھ دن مین پیدا کیا) (تیسرا مسئلہ) بعض ملحدون نے یہ اعتراض کیا ہے۔ کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو آسمان سے پہلے پیدا کیا ہے۔ اور اسی طرح یہ آیت بھی اسی بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ زمین کی پیدائش آسمان کی پیدائش سے پہلے ہے۔ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ۔ (ای محمد تو اُن سے یہ کہ جس نے دو دن مین زمین پیدا کی ہے۔ کیا تم اُس کا انکار کرتے ہو) تا قول عزوجل ثُمَّ اسْتَوىٰ اِلَى السَّمَاءِ (زمین کے پیدا کرتے ہی پھر آسمان کے پیدا کرنے کا قصد کیا) یہ دو آیتین اس بات پر دلالت کرتی ہین۔ کہ زمین کی پیدائش آسمان کی پیدائش سے پہلے ہے۔ اور سورہ وَالنّٰزِعٰتِ کی یہ آیت ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَاءُ بَنٰهَا رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا (تمہارا پیدا کرنا بہت مشکل ہے۔ یا آسمان کا۔ اللہ نے آسمان کو بنایا۔ اور اُس کی بلندی بہت رکھی اور اُسے خوب ٹھیک کیا۔ اور اُس کی رات تاریک بنائی۔ اور دن روشن۔ اور اس کے بعد زمین کو پھیلایا۔) اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ زمین کی پیدائش آسمان کی پیدائش سے پیچھے ہے۔ لہذا

اس آیت اور پہلی دو آیتون مین باہم اختلاف اور تناقض ہے۔ علمار نے اس اعتراض کے کئی جواب دیے ہین۔ (پہلا جواب) دحٰو پھیلانے کو کہتے ہین۔ یہ ہوسکتا ہے۔ کہ زمین کی پیدایش آسمان کی پیدایش سے پہلے ہو۔ اور زمین کا پھیلانا آسمان کی پیدایش سے پیچھے۔ اس جواب پر دو اعتراض ہین (پہلا اعتراض) یہ ہے۔ کہ زمین ایک بہت بڑا جسم ہے اوسکی پیدایش اُس کے پھیلانے سے جُدا اور الگ نہین ہوسکتی یعنی یہ نہین ہوسکتا۔ کہ زمین پیدا تو ہوجائے۔ اور پھیلائی نہ جائے۔ بلکہ زمین جس وقت پیدا ہوئی ہے۔ اُسی وقت پھیلائی گئی ہے۔ اور زمین کا پھیلانا آسمان کی پیدایش سے پیچھے ہے۔ تو زمین کی پیدایش بھی آسمان کی پیدایش سے پیچھے ہوئی۔ اور ان دو آیتون مین یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ زمین کی پیدایش آسمان کی پیدایش سے پہلے ہے۔ لہذا ان آیتون مین اختلاف اور تناقض بدستور رہا۔ (دوسرا اعتراض) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا قول خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ (زمین کی کل چیزین اللہ ہی نے تمہارے لیے پیدا کی ہین۔ اور اللہ نے زمین کی کل چیزون کے پیدا کرتے ہی آسمان کے پیدا کرنے کا قصد کیا) اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ زمین کی پیدایش اور زمین کی کل چیزون کی پیدایش آسمان کی پیدایش سے مقدم ہے۔ لیکن جو چیزین زمین مین پیدا کی ہین۔ اُن کی پیدایش زمین کے پھیلانے کے بغیر نہین ہوسکتی۔ اور جو چیزین زمین مین پیدا کی ہین اُن کی پیدایش آسمان کی پیدایش سے مقدم ہے۔ تو زمین کا پھیلانا بھی آسمان کی پیدایش سے مقدم ہے۔ اور سورہ اَلنّٰازِعٰتِ کی آیت مین یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ زمین کا پھیلانا آسمان کی پیدایش سے مؤخر ہے۔ لہذا ان آیتون مین صریح اختلاف اور تناقض ہے۔ ان دونون اعتراضون کا یہ جواب ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا قول وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا (یعنی اس کے بعد زمین کو پھیلایا) صرف اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ آسمان کی پیدایش زمین کی پیدایش سے مقدم ہے۔ اور اس بات پر دلالت نہین کرتا۔ کہ آسمان کا ٹھیک ٹھاک کرنا بھی زمین کی پیدایش سے مقدم ہے۔ تو یہ ہوسکتا ہے۔ کہ آسمان کی پیدایش تو زمین کی پیدایش سے مقدم ہو۔ اور آسمان کا ٹھیک ٹھاک کرنا زمین کی پیدایش سے مؤخر لہذا نازعات کی آیت سے یہ مراد ہے۔ کہ آسمان کی پیدایش زمین کی پیدایش سے مقدم ہے۔ اور اس آیت سے یہ مراد ہے۔ کہ آسمان کا ٹھیک ٹھاک کرنا زمین کی پیدایش سے مؤخر ہے۔ اور اس صورت مین ان دونون آیتون کا اختلاف۔ اور تناقض جاتا رہا۔ اس جواب پر بھی یہ اعتراض ہوسکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا قول أَأَنتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ ۚ بَنَاهَا ۝ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوَّاهَا (تمہارا پیدا کرنا بہت مشکل ہے۔ یا آسمان کا۔ اللہ نے آسمان کو بنایا۔ اور اُس کی بلندی بہت رکھی۔ اور اُسے خوب ٹھیک کیا) تا قول عزوجل وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا (اور اس کے بعد زمین کو پھیلایا) اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ آسمان کی پیدایش اور آسمان کا ٹھیک ٹھاک کرنا دونون زمین کے پھیلانے سے مقدم ہین۔ لیکن زمین کے پھیلانے اور زمین کی ذات کی پیدایش مین ملازمت ہے۔ یعنی زمین کے پھیلانے کو زمین کی پیدایش لازم ہے۔ اور زمین کی پیدایش کو زمین کا پھیلانا۔ تو آسمان کی ذات اور آسمان کا ٹھیک ٹھاک کرنا دونون زمین کی ذات سے مقدم ہین۔ اور اس آیت مین یہ ارشاد فرمایا۔ کہ آسمان کا ٹھیک ٹھاک کرنا زمین کی ذات سے مؤخر ہے۔ لہذا ان دونون آیتون مین وہی اختلاف اور تناقض باقی رہا۔ (دوسرا جواب (اور یہی جواب صحیح ہے) یہ ہے۔ کہ اس آیت مین ثُمَّ کا لفظ ترتیب کے لیے نہین ہے بلکہ صرف نعمتون کی شمار کے لیے آیا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے۔ کہ ایک شخص نے کسی دوسرے شخص سے یہ کہا۔ قَدْ أَعْطَيْتُكَ النِّعَمَ الْعَظِيمَةَ ثُمَّ رَفَعْتُ قَدْرَكَ ثُمَّ دَفَعْتُ الْخُصُومَ عَنْكَ (کیا مین نے تجھے بڑی بڑی نعمتین نہین دین کیا مین نے تیرا مرتبہ بلند نہین کیا کیا مین نے تیرے دشمنون کو دفع نہین کیا۔) اس قول مین ثُمَّ ترتیب کے لیے نہین ہے۔ اور یہ غرض نہین ہے۔ کہ مین نے پہلے تجھے بڑی بڑی نعمتین دین پھر تیرا مرتبہ بلند کیا پھر تیرے دشمن دفع کیے۔ بلکہ اس قول مین ثُمَّ صرف نعمتون کی شمار ہی کے لیے آیا ہے۔ اسی طرح اس آیت مین بھی ثُمَّ ترتیب کے لیے نہین ہے۔ یعنی اس آیت سے یہ غرض نہین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے زمین کو اور زمین کی کل چیزون کو پیدا کیا۔ پھر آسمان کو ٹھیک ٹھاک کیا۔ بلکہ صرف نعمتون کی شمار کے لیے آیا ہے۔ واللہ اعلم (چوتھا مسئلہ) فَسَوَّاهُنَّ کی ضمیر مبہم ہے۔ اور سَبْعَ سَمَاوَاتٍ اُس کی تفسیر جیسے رُبَّهٗ رَجُلًا مین رُبَّهٗ کی ضمیر مبہم ہے۔ اور رَجُلًا اُس کی تفسیر۔ اور کسی چیز کا مبہم بیان کرنا۔ اور مبہم بیان کرنے کے بعد پھر اُس کی تفسیر کرنا۔ اس مین فائدہ یہ ہے۔ اگر وہ پہلے ہی سے اچھی طرح بیان کر دی جاتی۔ تو اُس کی ایسی عظمت نہ ہوتی جیسی اُس وقت ہوگی۔ کہ پہلے اُسے مبہم بیان کیا۔ اور مبہم بیان کرنے کے بعد پھر اُس کی تفسیر کی۔ کیونکہ جب کوئی چیز مبہم بیان کی جاتی ہے۔ تو تمام نفوس کو یہی شوق ہوتا ہے۔ کہ کسی طرح اُس کی مراد معلوم ہو۔ اور شوق کے بعد بیان نہایت مفید اور

مؤثر اور لذیذ ہوتا ہے۔ کیونکہ شوق کے بعد بیان سے نفوس کو شوق سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ اور بعضے علما نے یہ کہا ہے۔ کہ ھُنَّ کی ضمیر سما کی طرف پھرتی ہے۔ اور سما جنس ہے
اسی سبب سے اُس کی طرف جمع کی ضمیر پھر گئی۔ اور بعضے علما نے کہا ہے۔ کہ سَمَاءٌ۔ سَمَاءَةٌ کی جمع ہے۔ اور عرب کے موافق پہلی ہی توجیہ ہے۔ اور آسمانون کے تسویے سے یہ مراد ہے۔ کہ اللہ نے
آسمانون کو ٹھیک اور درست اور کامل پیدا کیا۔ اور اُن مین کجی اور دراڑ نہ رکھی۔ (پانچوان مسئلہ) جاننا چاہیے کہ قرآن کی یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ آسمان
سات ہین۔ اور علم ہیئت والون نے یہ کہا ہے۔ کہ ان ساتون آسمانون مین سے ہم سے زیادہ قریب چاند کا آسمان ہے۔ یعنی جس آسمان مین چاند ہے۔ اور اُس کے اوپر عطارد
کا آسمان۔ اُس کے اوپر زہرا کا آسمان۔ اُس کے اوپر شمس کا آسمان۔ اُس کے اوپر مریخ کا آسمان۔ اُس کے اوپر مشتری کا آسمان۔ اُس کے اوپر زحل کا آسمان علم ہیئت
والون نے یہ کہا ہے۔ کہ اس ترتیب کی شناخت کے صرف دو طریقے ہین (پہلا طریق) سترلہ ہے۔ یعنی ہماری نگاہون اور کسی تارے کے بیچ مین کسی اور تارے کا آجانا۔ اور حاجب اور حائل
ہوجانا۔ اس کا بیان یہ ہے۔ کہ جب نیچے کا تارا ہماری نگاہون اور اوپر کے تارے کے بیچ مین آجاتا ہے۔ اور حاجب اور حائل ہوجاتا ہے۔ تو اُسوقت وہ دونون تارے
ایک تارے کی مانند ہوجاتے ہین۔ اور نیچے کے تارے کو اوپر کے تارے سے غالب ہونے کے ساتھ امتیاز ہوتا ہے۔ یعنی جو تارا غالب ہے۔ وہ نیچے ہے۔ اور ساتر
اور جو مغلوب ہے۔ وہ اوپر ہے۔ اور مستور۔ جیسے مریخ کی سرخی۔ اور عطارد کی زردی۔ اور زہرہ کی سپیدی۔ اور مشتری کی نیلگونی۔ اور زحل کی کدورت۔ اور
مثال اس کی یہ ہے۔ جیسے متقدمین نے چاند کو باقی چھوون تارون کا۔ اور عطارد کو زہرہ کا۔ اور زہرہ کو مریخ کا کاسف اور ساتر پایا۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ جو تارا کاسف اور
ساتر اور ہماری نگاہون اور دوسرے تارے کے بیچ مین حاجب اور حائل ہے۔ وہ نیچے ہے۔ اور ہماری نگاہون اور جس تارے کے بیچ مین وہ حائل ہے۔ وہ اوپر۔ لہذا
اس سے یہ معلوم ہوا۔ کہ چاند باقی چھوون تارون کے۔ اور عطارد زہرہ کے۔ اور زہرہ مریخ کے نیچے ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ چاند سورج کے نیچے ہے۔ اور سورج چاند
کے اوپر۔ کیونکہ چاند سورج کا کاسف اور ساتر۔ اور ہماری نگاہون۔ اور سورج کے بیچ مین حاجب اور حائل ہے۔ اور ساتر نیچے ہوتا ہے اور مستور اوپر۔ لیکن اس سے
یہ بات نہین معلوم ہوئی۔ کہ سورج چاند کے سوا اور تارون کے نیچے ہے یا اوپر۔ کیونکہ چاند کے سوا اور کوئی تارا سورج کا کاسف اور ساتر نہین ہے۔ کیونکہ چاند کے
سوا اور سب تارے سورج کے نکلتے ہی مضمحل اور ناپدید ہوجاتے ہین۔ اور سورج بھی ان مین سے کسی تارے کا کاسف نہین ہے۔ جب اس طریق سے یہ بات معلوم نہین ہوئی
کہ سورج چاند کے سوا اور تارون کے اوپر ہے۔ یا نیچے۔ تو اُنھون نے یہ دو طریقے بیان کیے (پہلا طریق) بعضے علم ہیئت والون نے یہ بیان کیا ہے۔ کہ ہم نے سورج
کی سطح مین زہرہ کو تل کی مانند دیکھا۔ اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ زہرہ سورج کے نیچے ہے۔ اور سورج زہرہ کے اوپر۔ یہ طریق اس سبب سے ضعیف ہے کہ بعضے
علم ہیئت والون نے یہ کہا ہے۔ کہ جس طرح چاند کی سطح مین ایک سیاہ دھبا ہے۔ اسی طرح سورج کی سطح مین ایک تل ہے۔ (دوسرا طریق) اختلاف منظر ہے۔ اختلاف
منظر چاند اور عطارد اور زہرہ مین محسوس ہوتا ہے۔ اور مریخ اور مشتری اور زحل مین محسوس نہین ہوتا۔ اور سورج مین بہت ہی قلیل ہے۔ تو سورج کو ان دونون قسمون کے
بیچ مین ہونا چاہیے یعنی زہرہ کے اوپر اور مریخ کے نیچے۔ یہ اکثر علم ہیئت والون کا قول ہے۔ مگر ابو ریحان نے جو فصول فرغانی کی تلخیص کی ہے۔ اُس نے
اُس تلخیص مین یہ کہا ہے۔ کہ اختلاف منظر صرف چاند ہی مین محسوس ہوتا ہے۔ چاند کے سوا اور کسی تارے مین محسوس نہین ہوتا۔ لہذا یہ سب طریقے باطل ہوگئے۔ اور سورج
کی جگہ مشکوک رہی۔ یہ معلوم نہین ہوا۔ کہ سورج کس جگہ ہے۔ جاننا چاہیے۔ کہ ارباب رصد اور علم ہیئت والون نے یہ کہا ہے۔ کہ آسمان۔ نو ہین۔ سات تو یہی جن کا
ذکر ہوچکا۔ اور آٹھوان جس مین ثوابت ہین۔ اور نوان فلک اعظم۔ اُس کی حرکت دن رات مین تقریبًا ایک دورہ پورا کرتی ہے۔ آٹھوین آسمان کے ثبوت کی
اُنھون نے یہ دلیل بیان کی ہے۔ کہ ہم نے ثوابت کی حرکتون کو سست پایا۔ اور یہ بات ثابت ہی ہوچکی ہے۔ کہ کواکب خواہ ثوابت ہون خواہ سیارات اپنے
آسمان کی حرکت کے بغیر حرکت نہین کرتے۔ اور سیارات کے آسمانون کی حرکتین تیز ہین۔ تو ایک اور آسمان ہونا چاہیے۔ جس کی حرکت سست ہو۔ اور جس مین
یہ ثوابت مرکوز ہون۔ یہ دلیل کئی طریق سے ضعیف ہے (پہلا طریق) یہ کیون نہین ہوسکتا۔ کہ ثوابت کسی آسمان مین مرکوز نہ ہون۔ اور خود بخود متحرک ہون۔ اور
یہ احتمال اس امر کے باطل کرنے کے بغیر باطل نہین ہوسکتا۔ جو مختار اور پسندیدہ ہے۔ اور جو مختار اور پسندیدہ ہے۔ اُس کا باطل کرنا دشوار ہے۔ اور کانٹون پر ہاتھ پھیرنا آسان

له ستر۔ پوشیدہ ہونا بعضے کا بعضے سے

(دوسرا طریق) ہم نے یہ بات تسلیم کر لی۔ کہ ثوابت کسی آسمان مین مرکوز ہوے بغیر حرکت نہین کرتے لیکن یہ کیون نہین ہو سکتا۔ کہ ثوابت سیارات کے ممثلات مین مرکوز ہون۔ اور سیارات اپنے حوامل مین۔ اور اس وقت آٹھوین آسمان کے ثابت کرنے کی کچھ ضرورت اور حاجت نہین ہے۔ (تیسرا طریق) یہ کیون نہین ہو سکتا۔ کہ یہ آٹھوان آسمان جسمین ثوابت مرکوز ہین۔ چاند کے آسمان کے نیچے ہو۔ اور اس صورت مین ثوابت کا آسمان سیارات کے آسمانون کے نیچے ہوگا۔ نہ اوپر۔ اگر کوئی شخص اس تیسرے طریق پر یہ اعتراض کرے۔ کہ سیارات ثوابت کے کاسف ہین۔ اور کاسف کو مکسوف کے نیچے ہونا چاہیے۔ تو سیارات اور سیارات کے آسمانون کو ثوابت اور ثوابت کے آسمان سے نیچے ہونا چاہیے۔ تو ہم اس اعتراض کا یہ جواب دین گے کہ سیارات صرف اُنھی ثوابت کے کاسف ہین۔ جو منطقے کے قریب ہین۔ اور جو ثوابت قطبین کے قریب ہین۔ اُن کے کاسف نہین ہین۔ تو اس صورت مین یہ کیون نہین ہو سکتا۔ کہ جو ثوابت منطقے کے قریب ہین وہ تو آٹھوین آسمان مین مرکوز ہون۔ جو زحل کے آسمان یعنی ساتوین آسمان کے اوپر ہے اور جو ثوابت قطبین کے قریب ہین۔ اور سیارات جن کے کاسف نہین ہو سکتے۔ وہ کسی اور آسمان مین مرکوز ہون۔ جو چاند کے آسمان کے نیچے ہے۔ اور یہ احتمال کسی طرح دفع نہین ہو سکتا۔ اس تمام بحث کے بعد پھر ہم یہ کہتے ہین۔ اچھا ہم نے یہ تو تسلیم کر لیا۔ کہ آپنے یہ نو کے نو آسمان ثابت کر لیے۔ لیکن دسوین آسمان کے نہ ہونے کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے۔ آپ اس کے سوا اور کچھ نہین کہ سکتے۔ کہ رصد سے یہی نو آسمان معلوم ہوے ہین۔ رصد انھی نو آسمانون پر دلالت کرتی ہے۔ مگر کسی چیز کی دلیل کا نہ ہونا اُس کے نہ ہونے کی دلیل نہین ہے۔ اسے علما اپنے محاورے مین یون کہا کرتے ہین۔ عدم دلیل دلیلِ عدم نہین ہے۔ یعنی دسوین آسمان کی اگر کسی کو کوئی دلیل معلوم نہین ہوئی۔ تو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ دسوان آسمان نہین ہے۔ اور اس کے ثبوت کی ایک یہ دلیل ہے۔ کہ علم ہیئت کے ایک محقق نے یہ کہا ہے۔ کہ مجھے اس وقت تک یہ بات نہین معلوم ہوئی۔ کہ ثوابت کا آسمان ایک ہے۔ یا ثوابت کے کئی آسمان ہین۔ کہ اُن مین سے بعضے بعضون پر مشتمل و حاوی ہین۔ مین یہ کہتا ہون۔ کہ یہ احتمال ثابت ہے کسی طرح دفع نہین ہو سکتا۔ کیونکہ ثوابت کے آسمان کے ایک ہونے کی صرف یہی ایک دلیل ہے۔ کہ ثوابت کی حرکتین باہم متشابہ اور موافق ہین۔ اور جب اُن کی حرکتین متشابہ اور موافق ہین۔ تو وہ سب کے سب ایک ہی آسمان مین مرکوز ہین۔ اور یہ دونون مقدمے یقینی نہین ہین (پہلے مقدمے) کے یقینی نہ ہونے کی یہ دلیل ہے۔ کہ ثوابت کی حرکتین اگرچہ حِسًّا باہم متشابہ اور موافق اور ایک معلوم ہوتی ہین۔ لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ فی الحقیقت وہ باہم متشابہ اور موافق نہ ہون۔ بلکہ متخالف ہون۔ کیونکہ اگر ہم یہ فرض کرین۔ کہ ثوابت مین سے ایک کوکب چھتیس ہزار برس مین اپنا دورہ پورا کرتا ہے۔ اور دوسرا اس مدت سے ایک برس کم مین۔ اور ہم اس کمی کو ان برسون پر تقسیم کرین۔ تو جو کمی ایک برس مین ہوگی۔ وہ بارہ ہزار حصون مین سے تیرہ حصون کے برابر ہوگی۔ اور اسقدر کمی محسوس نہین ہو سکتی۔ بلکہ دس برس۔ اور سو برس۔ اور ہزار برس بھی محسوس نہین ہو سکتے اور جب یہ احتمال ہے۔ تو ثوابت کی حرکتون کے برابر ہونے کا یقین نہ رہا۔ اور (دوسرے مقدمے) کے یقینی نہ ہونے کی یہ دلیل ہے۔ کہ ثوابت کی حرکتون کے برابر ہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ سب کے سب ایک ہی آسمان مین مرکوز ہون کیونکہ یہ ہو سکتا ہے۔ کہ اُن کی حرکتون کی مقدارین تو برابر ہون۔ اور اُن مین سے ہر ایک الگ الگ آسمان مین مرکوز ہو۔ اور یہ بعینہ ایسا ہی ہے۔ جیسا علم ہیئت والے کہتے ہین۔ کہ اکثر کواکب کے ممثلات کی حرکتین ثوابت کے آسمان کی حرکت کے برابر ہین۔ اسی طرح یہان بھی یہ ہو سکتا ہے۔ کہ ثوابت کی حرکتین تو برابر ہون۔ اور اُن مین سے ہر ایک الگ الگ آسمان مین مرکوز ہو۔ مین یہ کہتا ہون۔ کہ یہ احتمال ثوابت کے آسمان ہی کے ساتھ خاص نہین ہے۔ بلکہ اُس آسمان مین بھی جاری ہے۔ جو دن رات مین اپنا دورہ پورا کرتا ہے یعنی یہ ہو سکتا ہے۔ کہ جو آسمان دن رات مین اپنا دورہ پورا کرتا ہے۔ وہ ایک آسمان نہ ہو۔ بلکہ کئی آسمان ہون۔ اُن کی حرکتین یا مختلف اور متفاوت ہون لیکن اُن کی حرکتون مین تفاوت اور اختلاف اسقدر کم ہو۔ کہ ہماری عمرین اور ہماری رصدین اُسے دریافت نہ کر سکین۔ یا برابر۔ لیکن اُن کی حرکتون کے برابر ہونے سے اُن کا ایک ہی آسمان ہونا لازم نہین آتا۔ اور بعضے علم ہیئت والون نے اِن نو آسمانون کے سوا اور آسمانون کے ثابت ہونے کا یقین کیا ہے۔ بعضے علم ہیئت والون نے ثوابت کے آسمان کے اوپر۔ اور نوین آسمان کے نیچے ایک اور آسمان ثابت کیا ہے۔ اور اُس کے ثبوت کی کئی دلیلین بیان کی ہین (پہلی دلیل) یہ ہے۔ کہ جن لوگون نے میل اعظم کو دیکھا ہے۔ اُنھون نے اُس کی مقدار مختلف پائی ہے۔ جس جس شخص کی رصد مقدم ہے۔ اُس نے میل کی مقدار زیادہ پائی ہے۔ بطلمیوس نے میل کی مقدار (کج نا) پائی ہے۔ پھر اُس کی مقدار مامون کے زمانہ مین (کج لہ) پائی گئی ہے۔ پھر مامون کے بعد اُسکی مقدار

ایک منٹ اور بھی کم ہوگئی - اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہی - کہ دونون منطقون کا میل کبھی کم ہوجاتا ہے - کبھی زیادہ - اور یہ امر اس کے بغیر نہین ہوسکتا - کہ نوین آسمان اور ثوابت کے آسمان کے بیچ مین ایک اور آسمان ہو - جس کے دونون قطب نوین آسمان کے دونون قطبون کے گرد گردش کرین - اور ثوابت کے آسمان کے دونون قطب اُس کے دونون قطبون کے گرد - اور اس سبب سے ثوابت کے آسمان کا قطب کبھی شمال کی جانب کو پست ہوجاوے - اور کبھی جنوب کی جانب کو بلند - اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ معدل النہار منطقۃ البروج پر کبھی منطبق ہوجائے - اور کبھی اُس سے جُدا - اور جدا ہونے کی صورت مین کبھی اس کی جدائی جنوب کی جانب کو ہو (جنوب کی جانب کو اس کی جُدائی اُسوقت ہوگی - جسوقت کہ ثوابت کے آسمان کا قطب جنوب کی جانب کو بلند ہو) - اور کبھی شمال کی جانب کو - جیسا کہ فی الحال ہی (دوسری دلیل یہ ہی - کہ سورج کی رفتار کی مقدار مین رصد والون کو بڑا اضطراب ہی - اس کا مفصل اور مشرح بیان نجوم کی کتابون مین ہی بطلیموس نی ابرخس سے یہ بات نقل کی ہی - کہ اُسے اس باب مین مشک تھا - کہ سورج کی مراجعت اور معاودت برابر زمانون مین ہوتی ہے - یا مختلف زمانون مین - اور وہ اپنی بعض اقوال مین یہ کہتا ہی - کہ سورج کی مراجعت مختلف زمانون مین ہوتی ہی - اور بعض اقوال مین یہ کہتا ہی - کہ برابر زمانون مین - اور سورج کی رفتار کے زمانون کے مختلف ہونے کے سبب مین لوگون کے دو قول مین پہلا قول) اُن لوگون کا ہی - جو سورج کے اوج کو متحرک کہتے ہین - ان لوگون کا یہ مقولہ ہی - کہ سورج کے اوج کی حرکت کے سبب سے جو سورج کی حرکت مین اختلاف ہی - وہ اعتدال کے نقطے کے پاس اس سبب سے ہے - کہ اوج سے اعتدال کے نقطے کی دوری مختلف ہی - اسی سبب سے سورج کی رفتار کا زمانہ مختلف ہوجاتا ہی - (دوسرا قول) اہل ہند اور اہل چین اور اہل بابل اور روم اور مصر اور شام کے کئی متقدمین کا ہے - کہ سورج کی رفتار کے زمانے کے مختلف ہونیکا سبب فلک البروج کی حرکت اور اُس کے قطب کی بلندی اور پستی ہی - اور ابرخس سے یہ منقول ہی - کہ اُسے بھی اسی رائے کا اعتقاد تھا - اور ابارباب الاسکندرانی نے یہ بیان کیا ہی - کہ طلسمات والون کا بھی یہی اعتقاد تھا - اور فلک البروج کا نقطہ اپنی جگہ سے آٹھ درجے آگے یا پیچھے ہوجاتا ہے - اور ان لوگون کا یہ مقولہ ہی - کہ جسوقت حوت سے حمل کے اول تک بائیس درجے ہون اُسوقت حرکت کی ابتدا ہوتی ہی - جاننا چاہیے - کہ علم ہیئت والون کا یہ خبط تجھے اس بات سے آگاہ اور متنبہ کرتا ہے - کہ انسان کی عقل ان چیزون کو نہین جان سکتی - اور اُن کے خالق کے علم کے سوا اور کسی کا علم اُن کا احاطہ نہین کرسکتا - لہذا ان چیزون مین نقلی ہی دلائل پر اکتفا کرنا چاہیے - اگر کوئی شخص یہ سوال کرے - کہ سات آسمانون کی تصریح سات سے زیادہ کی نفی پر دلالت کرتی ہی - یا نہین - تو ہم اُس کے اس سوال کا یہ جواب دین گے - کہ امر حق یہی ہی - کہ کسی عدد کی تصریح اور تخصیص اُس سے زیادہ کی نفی پر دلالت نہین کرتی (چھٹا مسئلہ) اللہ تعالیٰ کا قول وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (یعنی اُسے ہر چیز کا علم ہی) اس بات پر دلالت کرتا ہی - کہ زمین اور جو چیزین زمین مین ہین - اور آسمان - اور جو عجائب و غرائب آسمانون مین ہین - اللہ تعالیٰ اُن کا اُس وقت تک خالق نہین ہوسکتا جسوقت تک کہ اُسے اُن کا علم اور اُن کے جزئیات اور کلیات پر احاطہ نہو - اور یہ بات کئی امرون پر دلالت کرتی ہی - (پہلا امر) یہ ہی - کہ جن فلسفیون نے یہ کہا ہی - کہ اللہ تعالیٰ جزئیات کو نہین جانتا - اُن کا یہ قول غلط ہے - اور متکلمین کا قول صحیح - کیونکہ متکلمین نے اس بات کو کہ اللہ تعالیٰ جزئیات کو جانتا ہے - اس دلیل سے ثابت کیا ہے - کہ اللہ تعالیٰ نے ان اجسام کو احکام اور اتقان کے ساتھ پیدا کیا ہے - اور جو شخص کسی چیز کو احکام اور اتقان کے ساتھ پیدا کرے - اُسے اُس چیز کا علم ہونا ضروری ہی - اور اللہ تعالیٰ نے اس جگہ بعینہ یہی دلیل بیان کی ہی - کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے آسمانون اور زمین کی پیدائش کا بیان کیا ہے پھر اُس پر یہ تفریع کی ہی - اور یہ ارشاد فرمایا ہے - کہ اللہ تعالیٰ کو ہر ایک چیز کا علم ہی - تو اس سے یہ بات ثابت ہوگئی - کہ اس مذہب اور اس دلیل مین متکلمین کا قول قرآن کے مطابق ہی - (دوسرا امر) یہ ہے - کہ معتزلہ جو یہ کہتے ہین - کہ بندہ خود اپنے افعال کا خالق ہی معتزلہ کا یہ قول باطل ہی - کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہان یہ ارشاد فرمایا ہے - کہ جو شخص کسی چیز کو معین مقدار اور مخصوص حد کے ساتھ پیدا کرے اُسے اُس چیز کا تفصیلی علم ہونا چاہیے - کیونکہ وہ اُسے مقادیر مین سے معین اور مخصوص مقدار کے ساتھ خاص کرتا ہی - اور مخصوص مقدار کے ساتھ تخصیص ارادے ہی کے ساتھ ہوسکتی ہی - ارادے کے بغیر نہین ہوسکتی - اگر مخصوص مقدار کے ساتھ تخصیص ارادے کے بغیر ہو - تو یہ لازم آئیگا - کہ مرجح یعنی ترجیح دینے والے کے بغیر رجحان ہوجائے - اور ترجیح دینے والے کے بغیر رجحان کا ہوجانا ناممکن ہی - تو یہ بات ثابت ہوگئی - کہ مخصوص مقدار کے ساتھ تخصیص ارادے کے بغیر نہین ہوسکتی - اور ارادہ علم کے بغیر نہین ہوسکتا - علم ارادے کی شرط ہے - تو یہ بات ثابت ہوگئی - کہ کسی چیز کے پیدا کرنے والے کو - اُس کا تفصیلی علم ہونا چاہیے - اگر بندہ اپنے افعال کا خود ہی خالق ہوتا - اور اپنے افعال کو خود ہی پیدا کرتا - تو اُسے اپنے تمام افعال کا

مدبر اور اُن مین متصرف ہین - وہ نسبت ہے - جو ان مدبر فرشتون کو ہمارے نفوس ناطقہ سے - اور فرشتونکی اِن دونون قسمون کے ثبوت پر تمام حکماء کا اتفاق ہے - بعضے حکماء نے فرشتون کی اور قسمین بھی ثابت کی ہین - اور وہ زمین کے فرشتے ہین - جو اس عالم اسفل کے مدبر اور اُس مین متصرف ہین - اس عالم اسفل کی تدبیر کرنیوالے اگر نیک ہون - تو وہ فرشتے کہلاتے ہین - اگر بد ہون - تو وہ شیطان کہلاتے ہین - فرشتون کے باب مین جو لوگون کے مذہب ہین - یہ اُن کی تفصیل تھی - اہل علم کا اس امر مین اختلاف ہے - کہ فرشتون کا ثبوت عقلی دلائل سے ہو سکتا ہے - یا عقلی دلائل سے ثبوت نہین ہو سکتا - اُن کا ثبوت صرف نقلی ہی دلائل سے ہے - تمام حکماء کا اس بات پر اتفاق ہے - کہ فرشتون کے ثبوت کے بہت سے عقلی دلائل ہین - اور اُن کے عقلی دلائل پر ہمارے بہت سے دقیق اعتراض ہین - اور بعضے لوگون نے فرشتون کے ثبوت کی عقلی دلیلین بیان کی ہین - جو ظنی ہین - ہم اُنہین بیان کرتے ہین - (پہلی دلیل) جو زندہ چیز ناطق ہے - اور اُسے موت کبھی نہین آئیگی - یعنے جس زندہ چیز مین علم اور ادراک ہے - اور وہ کبھی نہین مریگی - اُس زندہ چیز کو فرشتہ کہتے ہین عقلی تقسیم کے اعتبار سے زندہ چیز کی تین قسمین ہین - یا زندہ چیز ناطق ہے - اور اُسے موت بھی آئیگی یعنی یا زندہ چیز مین علم و ادراک بھی ہے - اور وہ مریگی بھی - ایسی زندہ چیز کو انسان کہتے ہین - یا زندہ چیز ناطق تو نہین ہے - مگر اُسے موت آئیگی یعنی یا زندہ چیز مین علم و ادراک تو نہین ہے - مگر وہ مریگی - ایسی زندہ چیز کو جانور کہتے ہین - یا زندہ چیز ناطق تو ہے - مگر اُسے موت نہین آئیگی یعنی یا زندہ چیزون مین علم و ادراک تو ہے - مگر وہ کبھی نہین مریگی - ایسی زندہ چیز کو فرشتہ کہتے ہین - حاصل یہ ہے - کہ زندہ چیز کی تین قسمین ہین (پہلی قسم) وہ زندہ چیز ہے - جس مین علم و ادراک بھی ہے - اور اُسے موت بھی آئیگی ایسی زندہ چیز کو انسان کہتے ہین (دوسری قسم) وہ زندہ چیز ہے - جس مین علم و ادراک تو نہین - اور اُسے موت آئیگی - ایسی زندہ چیز کو جانور کہتے ہین (تیسری قسم) وہ زندہ چیز ہے جس مین علم و ادراک ہے - اور اُسے موت نہین آئیگی - ایسی زندہ چیز کو فرشتہ کہتے ہین - اس مین کسی طرح کا شک نہین - کہ زندہ چیزون مین سے سب سے ادنیٰ وہ زندہ چیز ہے جس مین علم و ادراک نہین ہے - اور اُسے موت آئیگی - اور اوسط وہ زندہ چیز ہے - جس مین علم و ادراک ہے - اور اُسے موت بھی آئیگی - اور جس زندہ چیز مین علم و ادراک ہے اور اُسے موت نہین آئیگی - وہ سب زندہ چیزون سے اعلیٰ اور اشرف ہے - جب حکمت الٰہی نے زندہ چیزون مین سے ادنیٰ اور اوسط کا پیدا کرنا چاہا - تو اشرف اور اعلیٰ کے ایجاد کا چاہنا اولیٰ اور انسب ہے - (دوسری دلیل) یہ ہے - کہ فطرت انسانی اس بات کی شاہد اور گواہ ہے - کہ عالم اعلےٰ اس عالم اسفل سے اشرف اور افضل ہے - اور اس بات کی بھی شاہد ہے کہ حیات اور عقل اور نطق اپنے اضداد اور مقابلات سے اشرف ہے - تو یہ بات کسی طرح عقل مین نہین آسکتی - کہ حیات اور عقل اور نطق اس عالم ظلمانی مین تو ہو - اور اُس عالم نورانی مین نہ ہو - جو ضو اور نور اور شرف کا محل اور مستقر ہے (تیسری دلیل) یہ ہے - کہ مجاہدے والون نے مشاہدہ اور مکاشفے سے فرشتون کو ثابت کیا ہے - اور حاجتون اور ضرورتون والون نے اور طریق سے - اور وہ طریق فرشتون کے وہ عجیب عجیب آثار ہین - جو نادر نادر علاجون اور معجونون کی ترکیب اور تریاقون کی ہدایت اور بتلانے مین مشاہدہ کیے جاتے ہین - یعنی فرشتے اکثر نادر نادر علاج اور عجیب عجیب معجونین اور عمدہ عمدہ تریاق لوگون کو بتا جاتے ہین - اور سچا خواب بھی فرشتون کے ثبوت کی دلیل ہے - یہ عقلی دلائل اُن لوگون کی نسبت ظنی ہین - جنھون نے ان کو صرف سنا ہی سُنا ہے اور ان کی مشق اور مزاولت نہین کی ہے - اور اُن لوگون کی نسبت قطعی اور یقینی ہین جنھون نے ان کو آزمایا ہے - اور ان کا مشاہدہ کیا ہے - اور ان کے اسرار سے آگاہ اور مطلع ہوئے ہین - اور نقلی دلائل سے فرشتون کا ثبوت ہے - فرشتون کے ثبوت مین انبیاء علیہم السلام کا اختلاف اور نزاع نہین ہے - بلکہ فرشتون کے ثبوت پر تمام انبیاء علیہم السلام کا اتفاق اور اجماع ہے - واللہ اعلم (چوتھا مسئلہ) فرشتون کی کثرت کے بیان مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے - اَطَّتِ السَّمَآءُ وَحُقَّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ مَا فِيْهَا مَوْضِعُ قَدَمٍ اِلَّا وَفِيْهِ مَلَكٌ سَاجِدٌ اَوْ رَاكِعٌ (آسمان چرچرانے لگا - اور اُسے چرچرانا ہی چاہیے - اُس مین قدم کے رکھنے کے برابر بھی کوئی جگہ ایسی نہین ہے - جہان کوئی فرشتہ سجدہ یا رکوع نہ کر رہا ہو -) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی منقول ہے - کہ بنی آدم جنون کا دسوان حصہ ہین - اور جن اور بنی آدم سب مل کر جنگل کے حیوانات کا دسوان حصہ - اور یہ سب کے سب (یعنی جن اور بنی آدم اور جنگل کے حیوانات) پرندون کا دسوان حصہ - اور یہ سب کے سب بحر کے حیوانات کا دسوان حصہ - اور یہ سب کے سب زمین کے فرشتون کا دسوان حصہ - اور یہ سب کے سب پہلے آسمان کے فرشتون کا دسوان حصہ - اور یہ سب کے سب دوسرے

فرشتون کی کثرت کا بیان

جبرئیل کی صفتون کا بیان

آسمان کے فرشتون کا دسوان حصہ۔ اور اسی ترتیب سے ساتوین آسمان کے فرشتون تک۔ پھر یہ سب کے سب کرسی کے فرشتون کے مقابلہ مین نہایت ہی قلیل ہین۔ پھر یہ سب کے سب عرش کے چھ لاکھ سراپردون مین سے ایک سراپردے کے فرشتون کا دسوان حصہ ہین۔ اور ہر ایک سراپردے کے طول اور عرض اور عمق کے ساتھ تمام آسمانون اور تمام زمینون کا مقابلہ کیا جائے۔ تو تمام آسمان اور زمینین سراپردے کے طول اور عرض اور عمق کے مقابلے مین قلیل اور حقیر ہین اور وہان قدم کے رکھنے کے برابر بھی کوئی جگہ ایسی نہین ہے۔ جہان کوئی فرشتہ سجدہ یا رکوع یا قیام نہ کر رہا ہو۔ اور وہان وہ سب فرشتے چیخ چیخ کر باآواز بلند اللہ کی تسبیح اور تقدیس کر رہے ہین۔ پھر یہ سب فرشتے اُن فرشتون کے مقابلہ مین جو عرش کے گرد پھر رہے ہین۔ اور گردش کر رہے ہین۔ ایسے ہین جیسے بحر کے مقابلہ مین قطرہ۔ اور اُن کی گنتی اللہ کے سوا اور کوئی نہین جانتا۔ اور ان فرشتون کے علاوہ لوح کے فرشتے ہین۔ جو اسرافیل علیہ السلام کے تابع ہین اور وہ فرشتے ہین۔ جو جبرئیل کے لشکر ہین۔ اور یہ فرشتے سب کے سب اللہ کے حکم کو سُنتے ہین۔ اور سُنتے ہی اطاعت کرتے ہین۔ اطاعت کرنے مین کبھی سستی نہین کرتے۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عبادت مین مشغول۔ اور اللہ تعالےٰ کے ذکر اور تعظیم کے ساتھ تر زبان رہتے ہین۔ جب سے اللہ نے اُنھین پیدا کیا ہے۔ اُسوقت سے اس وقت تک اُن مین سے ہر ایک دوسرے پر اس مین سبقت کرنا اور آگے بڑھنا چاہتا ہے۔ دن رات مین کبھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے تکبر نہین کرتے اور کبھی عبادت کرنے سے نہین تھکتے۔ اُن کے اقسام اور اُن کی عمرون کی مدت اور اُن کی عبادت کی کیفیت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہین جانتا۔ یا اللہ تعالیٰ کی پادشاہت کی حقیقت کی تحقیق ہو۔ جیسا خود ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ط (تیرے پروردگار کے لشکرون کو تیرا پروردگار ہی جانتا ہو۔ تیری پروردگار کے سوا اور کوئی نہین جانتا) مین نے وعظ کی کتابون مین سے ایک کتاب مین دیکھا ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کو تشریف لے گئے۔ تو آپ نے ایک جگہ جو بازار کی مثل تھی۔ بہت سی فرشتے دیکھے۔ وہ سب کے سب آگے پیچھے قطار باندھے چلے جاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا۔ یہ کہان جاتے ہین جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔ مجھے نہین معلوم مگر مین جب سے پیدا ہوا ہون۔ اُس وقت سی اس وقت تک ان کو دیکھ رہا ہون۔ اور ان مین سے مین نے جس کو ایکدفعہ دیکھا ہو۔ پھر اُسے دوبارہ نہین دیکھا۔ پھر اُن فرشتون مین سی ایک فرشتے سے پوچھا۔ اور یہ کہا۔ تو کب پیدا ہوا ہے۔ اُس نے یہ جواب دیا۔ مجھے اس کے سوا اور کچھ معلوم نہین ہے کہ اللہ تعالیٰ چار لاکھ برس کے بعد ایک تارا پیدا کیا کرتا ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا ہے۔ اُسوقت سی اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے چار لاکھ تارے پیدا کیے ہین۔ وہ معبود پاک اور مقدس ہو جسکی قدرت کس قدر بڑی۔ اور جس کا کمال کسقدر بزرگ ہو۔ جاننا چاہیے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف مین فرشتون کی قسمین اور صفتین بیان کی ہین۔ فرشتون کی قسمون مین سی (پہلی قسم) عرش کے اُٹھانے والے فرشتے ہین۔ اِن کا بیان اس آیت مین ہو۔ وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمَانِیَةٌ ط (اُس دن تیری پروردگار کے عرش کو آٹھ فرشتے اپنے اوپر اُٹھائین گے (دوسری قسم) وہ فرشتے ہین۔ جو عرش کے گرد پھرتے ہین۔ اور گردش کرتے ہین۔ اِن کا بیان اس آیت مین ہے وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ (اور تو دیکھیگا۔ کہ فرشتے عرش کے گرد پھر رہے ہین۔ اور اپنے پروردگار کی حمد اور تسبیح کر رہے ہین۔ (تیسری قسم) بڑے بڑے فرشتے ہین۔ اُنھی مین سے جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام ہین۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِیْلَ وَمِیْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِیْنَ ط (جو لوگ اللہ اور اللہ کے فرشتون اور اللہ کے رسولون اور جبرئیل اور میکال کے دشمن ہین۔ تو اللہ بھی اُن کافرون کا دشمن ہو) اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کی کئی صفتین بیان کی ہین (پہلی صفت) یہ ہو۔ کہ جبرئیل علیہ السلام نبیون کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سی وحی لاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِكَ (اس کتاب کے ساتھ تیری دل پر روح الامین نازل ہوا) روح الامین سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہین (دوسری صفت) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف مین جبرئیل علیہ السلام کا ذکر سب فرشتون سے پہلے کیا۔ ارشاد فرمایا ہے۔ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِیْلَ اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کے ذکر کو سب فرشتون کے ذکر سے مقدم کیا۔ اور میکائیل علیہ السلام سے جبرئیل علیہ السلام کے اشرف اور افضل ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے۔ کہ جبرئیل علیہ السلام سے وحی اور علم کو تعلق ہے۔ اور میکائیل علیہ السلام سے رزق اور غذا کو۔ اور علم جو روحانی غذا ہے۔ وہ جسمانی غذا سے اشرف اور افضل ہے۔ تو جبرئیل علیہ السلام کو

میکائیل علیہ السلام سے اشرف اور افضل ہونا چاہیے (تیسری صفت) یہ ہی - کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو قرآن شریف مین اپنی ذات ہی دوسرے درجہ پر رکھا ہی - ارشاد فرمایا ہی - فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ (اور نبی کے مددگار اور رفیق - اللہ اور جبرئیل اور نیک مومن ہین) اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کے بعد جبرئیل علیہ السلام کا ذکر کیا (چوتھی صفت) یہ ہے - کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو روح القدس کہا عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ارشاد فرمایا ہے - اِذْ اَيَّدْتُكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (جس وقت مین نے روح القدس کے ساتھ تیری تائید اور مدد کی) اس آیت مین روح القدس سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہین (پانچوین صفت) یہ ہی - کہ جبرئیل علیہ السلام نشان کیے ہوے ہزار فرشتون کے ساتھ اللہ کے دوستون کی مدد کرتے ہین - اور اللہ کے دشمنون کو مغلوب و مقہور (چھٹی صفت) یہ ہی - کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ (یعنی یہ قرآن اُس فرشتے کا قول ہے جو رسول اور بزرگ اور قوی اور صاحب عرش کی نزدیک باوقار اور عالم اعلیٰ کا مُطاع اور مقتدا اور امین ہی) مین جبرئیل علیہ السلام کی چھ صفتون (یعنی رسالت - اور کرم - اور بزرگی - اور قوت اور صاحب عرش کے نزدیک وقار - اور عالم اعلیٰ کا مطاع اور مقتدا ہونا - اور امین ہونا) کے ساتھ مدح اور ثنا کی ہی لیکن جبرئیل علیہ السلام کے رسول ہونے کا بیان یہ ہی - کہ جبرئیل علیہ السلام سب نبیون اور رسولون کے رسول ہین - اور سب نبی و رسول جبرئیل علیہ السلام کی امت - اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک جبرئیل علیہ السلام کی بزرگی یہ ہے - کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور نبیون کے درمیان جو سب بندون سے اشرف و افضل ہین جبرئیل علیہ السلام کو واسطہ کیا - اور جبرئیل علیہ السلام کی قوت یہ ہے - کہ جبرئیل علیہ السلام نے لوط کی قوم کے شہرون کو آسمان تک اُٹھایا اور اُنھین اُلٹ دیا - اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک جبرئیل علیہ السلام کا وقار یہ ہی - کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ (بیشک نبی کے مددگار اور رفیق اللہ اور جبرئیل اور نیک مومن ہین) مین جبرئیل علیہ السلام کو اپنی ذات ہی دوسرے درجہ پر رکھا یعنی پہلے اپنا ذکر کیا پھر جبرئیل علیہ السلام کا اور جبرئیل علیہ السلام کا مطاع و مقتدا ہونا یہ ہی کہ جبرئیل علیہ السلام تمام فرشتون کے امام اور پیشوا ہین - اور جبرئیل علیہ السلام کے امین ہونے کا بیان اس آیت مین ہی نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ (تیری دل پر قرآن کے ساتھ جبرئیل امین اس سبب سے نازل ہوا - کہ تو لوگون کو ڈرائے - اس آیت مین جبرئیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے امین ارشاد فرمایا - اور اسرافیل اور عزرائیل علیہما الصلوٰۃ والسلام بھی بڑے فرشتون مین سے ہین اور اُن کا وجود بہت سی حدیثون سے ثابت ہی - اور یہ بات بھی حدیث سے ثابت ہی - کہ جس ملک الموت کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس قول قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ (اے محمد تو اُن سے یہ کہدے - جو موت کا فرشتہ تم پر مقرر ہے - وہی تمہاری روحین قبض کریگا) مین ہی - اُس سے عزرائیل علیہ السلام مراد ہین - لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ قول حَتّٰى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا (جس وقت تم مین سے کسی کی موت آجاتی ہی - تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اُس کی روح قبض کر لیتے ہین) اس بات پر دلالت کرتا ہے - کہ روحون کے قبض کرنے کیلیے بہت سے فرشتے مقرر ہین - اور پہلی آیت اس بات پر دلالت کرتی ہی - کہ روحون کے قبض کرنے کیلیے صرف ایک فرشتہ مقرر ہی - مگر یہ ہو سکتا ہی - کہ روحون کے قبض کرنے کیلیے بہت سے فرشتے مقرر ہون اور ملک الموت جس کا ذکر پہلی آیت مین ہی - اُن سب کا رئیس اور سردار ہو - اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہی - وَلَوْ تَرٰى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ (اگر تو کافرون کو اُس وقت دیکھتا جس وقت کہ فرشتے اُن کی روح قبض کرتے ہین اور اُن کے چہرون اور اُن کی پیٹھون پر مارتے ہین -) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہی - وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ (اور صور پھونکا جائیگا - صور کے پھونکتے ہی جن کو اللہ چاہیگا - اُن کے سوا آسمانون اور زمین مین جو ہین - وہ سب مر جائینگے - پھر دوسرا صور پھونکا جائیگا - دوسرے صور کے پھونکتے ہی - وہ سب کے سب کھڑے ہو جاینگے - اور حیرت زدہ ہو کر ادھر اودھر دیکھنے لگینگے) اس آیت مین صرف یہ بیان ہی - کہ صور پھونکا جائیگا - اور اس امر کا بیان نہین ہی - کہ صور کون پھونکیگا - مگر بہت سی حدیثون سے یہ بات ثابت ہی - کہ اسرافیل علیہ السلام صور پھونکینگے (چوتھی قسم) جنت کے فرشتے ہین اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہی - وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (ہر ایک دروازے سے اُن کے پاس فرشتے آئینگے - اور اُن سے کہینگے کہ صبر کرنیکے سبب تمہارے لیے سلامتی ہی - اور یہ گھر تمہارے لیے اچھا بدلا ہی - (پانچوین قسم) دوزخ کے فرشتے ہین - اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہی - عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ (اُنیس فرشتے دوزخ کی محافظ اور نگہبان ہین) اور نیز ارشاد فرمایا ہی - وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً (ہم نے صرف فرشتون ہی کو دوزخ کا محافظ اور نگہبان کیا ہی) اور جو فرشتے دوزخ کے محافظ اور نگہبان ہین اُن کا سردار اور رئیس مالک ہے - مالک کا بیان اس آیت مین ہی - وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ (اور وہ چیخ چیخ کر یہ کہینگے - اے مالک پروردگار کہہ ہماری موت کا حکم کردی) اور دوزخ کے سب محافظون اور نگہبانون کو زبانیہ کہتے ہین - اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہی - فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ (وہ اپنی مجلس والون کو بلائے - ہم زبانیہ کو بلالینگے یعنی دوزخ کے محافظون اور نگہبانون کو بلالینگے) (چھٹی قسم) وہ فرشتے ہین - جو بنی آدم پر مقرر ہین - اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہی - عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ

(ایک فرشتہ داہنی جانب بیٹھا ہے۔ ایک بائیں جانب۔ آدمی جس وقت جو بات کہتا ہے حفاظت اور نگہبانی کرنے والا فرشتہ اُس کے پاس موجود ہوتا ہے) نیز ارشاد فرمایا ہے۔ لَہٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ (آدمی کے آگے پیچھے فرشتے رہتے ہیں جو آگے پیچھے اپنی اپنی باری سے آتے ہیں۔ اور اللہ کے حکم سے اُس کی حفاظت و نگہبانی کرتے ہیں) نیز ارشاد فرمایا ہے۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً (وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔ اور تمہاری حفاظت اور نگہبانی کے لیے تمہارے پاس فرشتے بھیجتا ہے۔ (ساتویں قسم) وہ فرشتے ہیں۔ جو بندوں کے عمل لکھتے ہیں۔ ان کا بیان اس آیت میں ہے۔ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ (بیشک حفاظت و نگہبانی کرنے والے اور بزرگ اور لکھنے والے فرشتے تم پر مقرر ہیں جو تم کرتے ہو۔ وہ اُسے جانتے ہیں (آٹھویں قسم) وہ فرشتے ہیں۔ جو اس عالم کے احوال پر مقرر ہیں۔ اور ان آیتوں سے یہی فرشتے مراد ہیں وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا (صف باندھنے والے فرشتوں کی قسم) وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا تا قول عز وجل فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا (خاک اڑانے والی ہواؤں کی قسم اور کام کے تقسیم کرنے والے فرشتوں کی قسم) وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا (اُن فرشتوں کی قسم جو سختی سے کافروں کی جان نکالتے ہیں) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً سِوَى الْحَفَظَةِ يَكْتُبُوْنَ مَا يَسْقُطُ مِنْ وَرَقِ الْاَشْجَارِ فَاِذَا اَصَابَ اَحَدَكُمْ عَرْجَةٌ بِاَرْضٍ فَلَاةٍ فَلْيُنَادِ اَعِيْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ۔ (یعنی حفاظت اور نگہبانی کرنے والے فرشتوں کے سوا اللہ کے اور فرشتے ہیں۔ جو درختوں کے گرے ہوئے پتے لکھتے ہیں جب کسی جنگل میں تم میں سے کسی پر کوئی تنگی و مصیبت ہو۔ تو اُسے پکار کے یہ کہنا چاہیے۔ اَعِيْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ (اے اللہ کے بندو مدد کرو۔ اللہ تم پر رحم کرے گا) اور فرشتوں کی صفتیں بہت سی ہیں (پہلی صفت) یہ ہے۔ کہ فرشتے اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا (جس نے فرشتوں کو رسول بنایا) لیکن اللہ تعالیٰ کا قول اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا (اللہ فرشتوں میں سے رسولوں کو چن لیتا ہے) اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ صرف بعض فرشتے رسول ہیں۔ اور اس کا یہ جواب ہے۔ کہ اس آیت میں مِنْ بَيَانِيَہ ہے تبعیضیہ نہیں ہے۔ اس آیت کے یہ معنی ہیں۔ اللہ رسولوں کو جو فرشتے ہیں چن لیتا ہے۔ اور یہ معنی نہیں ہیں کہ اللہ فرشتوں میں سے رسولوں کو چن لیتا ہے۔ اگر اس آیت کے یہ معنی ہوتے۔ تو بیشک یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی کہ صرف بعض فرشتے رسول ہیں (دوسری صفت) اللہ کا قرب اور اللہ کی نزدیکی ہے۔ یہ قرب مکان اور سمت کے اعتبار سے نہیں ہو سکتا۔ یہ قرب صرف شرف اور بزرگی ہی کے اعتبار سے ہے۔ اور ان آیتوں سے یہی قرب مراد ہے۔ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ (جو لوگ اللہ کے پاس ہیں وہ اللہ کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے یعنی فرشتے جن کو اللہ کے نزدیک شرف اور بزرگی ہے۔ وہ اللہ کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے) بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ (ملکہ بزرگ بندے ہیں۔) يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ (فرشتے دن رات اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور کبھی تسبیح میں سستی نہیں کرتے (تیسری صفت) طاعت ہے۔ اس کا بیان کئی طرح سے ہے۔ (پہلا طریق) اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا یہ قول نقل کیا ہے۔ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (اور ہمارا یہ حال ہے۔ کہ ہم تیری حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس ہی کرتے رہتے ہیں دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے (وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ (اور بیشک ہم صف بندی کرکے اپنے اپنے درجوں پر کھڑے رہتے ہیں۔ اور تسبیح کرتے رہتے ہیں) وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ (اور بیشک ہم تسبیح کرتے رہتے ہیں) اس قول میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی تکذیب نہیں کی۔ اور انھیں جھوٹا نہیں کہا۔ تو یہ بات ثابت ہوگئی۔ کہ فرشتے ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے ہیں (دوسرا طریق) فرشتے اللہ کی تعظیم کے سبب سے اللہ کی فرمانبرداری اور حکم بجا آوری میں جلدی اور عجلت کرتے ہیں۔ اس کا بیان اس آیت میں ہے۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ (حکم کرتے ہی سارے فرشتے سجدے میں گر پڑے۔ (تیسرا طریق) یہ ہے۔ کہ فرشتے اللہ کی وحی اور حکم کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے۔ اس کا بیان اس آیت میں ہے۔ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ (فرشتے اللہ کے سامنے دم نہیں مارتے۔ اور جو کچھ کرتے ہیں۔ اللہ ہی کے حکم سے کرتے ہیں (چوتھی صفت) قدرت اور قوت ہے۔ اس کا بیان کئی طریق سے ہے (پہلا طریق) یہ ہے۔ کہ عرش اور کرسی کو صرف آٹھ فرشتے اُٹھائے ہوئے ہیں۔ اور کرسی جو عرش سے بہت ہی چھوٹی ہے۔ ساتوں آسمانوں کے مجموعہ سے بہت ہی بڑی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (اللہ کی کرسی تمام آسمانوں اور زمین سے وسیع ہے) پس ان آٹھ فرشتوں کی قوت اور قدرت کو غور کر لینا چاہیے (دوسرا طریق) یہ ہے۔ کہ عرش کی بلندی ایک ایسی چیز ہے۔ جو وہم میں نہیں سما سکتی۔ اور وہم جس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ اور اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (جو دن پچاس ہزار برس کی برابر ہے۔ اس میں عرش کی طرف فرشتے اور جبریل چڑھتے ہیں) غور کرنا چاہیے کہ عرش کس قدر بلند ہے۔ پھر بھی فرشتے اپنی قدرت اور قوت کی شدت کے سبب سے دم بھر میں عرش سے اُتر آتے ہیں (تیسرا طریق) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ

مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ (اور صور پھونکا جائیگا - صور کے پھونکتے ہی جن کو اللہ چاہیگا - اُن کے سوا آسمانون اور زمین مین جو ہین
وہ سب مرجائینگے پھر دوبارہ صور پھونکا جائیگا وہ صور کو پھونکتے ہی وہ سب کے سب کھڑے ہو جائینگے - اور حیرت زدہ ہو کر ادھر اُدھر دیکھنے لگین گے) غور کرنا چاہیے کہ صور پھونکنے والے فرشتے یعنی
اسرافیل مین کسقدر قوت ہی - کہ اس کے ایکہی دفعہ صور کے پھونکنے سے جو آسمانون اور زمین مین ہین - وہ سب کے سب مرجائینگے - اور دوسری دفعہ صور کو پھونکنے سے پھر سب کے سب زندہ ہوجائین گے - (چوتھا طریق) جبریل
علیہ السلام مین کس قدر قوت ہی - کہ اُنھون نے لوطکی قوم کے پہاڑون اور شہرون کو ایک ہی دفعہ مین اُکھاڑ ڈالا - (پانچوین صفت) اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر ہی - اور اس کی کئی دلیلین ہین
(پہلی دلیل) یہ ہی - کہ فرشتے بہت ہی عبادت کرتے ہین - اور اُن سے کبھی کوئی لغزش نہین ہوتی - پھر بھی اُنھین اللہ تعالیٰ کا اس قدر خوف اور ڈر ہی - کہ گویا اُن کی عبادت
گناہ ہی - اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے - يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ (فرشتے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہین - جو اُن سے غالب ہی - نیز ارشاد فرمایا ہی - وَهُمْ مِّنْ خَشْيَةِ
رَبِّهِمْ مُشْفِقُوْنَ (اور فرشتے اپنے پروردگار کے خوف سے گھبرائے ہوئے ہین) (دوسری دلیل) یہ آیت ہی - حَتّٰى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ
الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ (جب فرشتون کے دلون سے اضطراب دور ہوجاتا ہی - اور گھبراہٹ جاتی رہتی ہی - تو بعضے فرشتے بعضے فرشتون سے یہ کہتے ہین - تمہارے پروردگار نے کیا کہا - وہ یہ جواب
دیتے ہین - کہ سچ بات کہی - اور وہ بلند اور بزرگ ہی) اس آیت کی تفسیر مین یہ آیا ہی - کہ اللہ تعالیٰ جس وقت وحی کے ساتھ کلام کرتا ہی - تو آسمان کے فرشتون کو اُس کی آواز ایسی سنائی دیتی ہے
جیسی آواز پتھر پر زنجیر کے مارنے سے پیدا ہوتی ہی - اُس کی سنتے ہی فرشتے گھبرا جاتے ہین - اور جب وحی منقطع ہوجاتی ہی - تو بعضے فرشتے بعضے فرشتون سے کہتے ہین - تمہارے پروردگار نے کیا کہا
وہ جواب دیتے ہین - کہ سچ کہا - اور وہ بلند اور بزرگ ہی - (تیسری دلیل) بیہقی نے شعب الایمان مین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہی - قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِنَاحِيَةٍ وَمَعَهُ جِبْرِيْلُ إِذِ انْشَقَّ أُفُقُ السَّمَاءِ فَأَقْبَلَ جِبْرِيْلُ يَتَضَاءَلُ وَيَدْخُلُ بَعْضُهُ فِيْ بَعْضٍ وَيَدْنُوْ مِنَ الْأَرْضِ فَإِذَا مَلَكٌ قَدْ مَثَلَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ رَبَّكَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَيُخَيِّرُكَ بَيْنَ أَنْ تَكُوْنَ نَبِيًّا مَلِكًا وَبَيْنَ أَنْ تَكُوْنَ نَبِيًّا عَبْدًا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَشَارَ إِلَيَّ جِبْرِيْلُ
بِيَدِهٖ أَنْ تَوَاضَعْ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ لِيْ نَاصِحٌ فَقُلْتُ عَبْدًا نَبِيًّا فَعَرَجَ ذٰلِكَ الْمَلَكُ إِلَى السَّمَاءِ فَقُلْتُ يَا جِبْرِيْلُ قَدْ كُنْتُ أَرَدْتُ أَنْ أَسْأَلَكَ عَنْ هٰذَا فَرَأَيْتُ مِنْ حَالِكَ مَا
شَغَلَنِيْ عَنِ الْمَسْأَلَةِ فَمَنْ هٰذَا يَا جِبْرِيْلُ فَقَالَ هٰذَا إِسْرَافِيْلُ خَلَقَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ صَافًّا قَدَمَيْهِ لَا يَرْفَعُ طَرْفَهُ وَبَيْنَ الرَّبِّ وَبَيْنَهُ سَبْعُوْنَ نُوْرًا مَا
مِنْهَا نُوْرٌ يَدْنُوْ مِنْهُ إِلَّا احْتَرَقَ وَبَيْنَ يَدَيْهِ اللَّوْحُ الْمَحْفُوْظُ فَإِذَا أَذِنَ اللّٰهُ لَهٗ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ السَّمَاءِ أَوْ مِنَ الْأَرْضِ ارْتَفَعَ ذٰلِكَ اللَّوْحُ فَقَرُبَ جَبِيْنَهٗ فَيَنْظُرُ فِيْهِ فَإِنْ كَانَ مِنْ
عَمَلِيْ أَمَرَنِيْ بِهٖ وَإِنْ كَانَ مِنْ عَمَلِ مِيْكَائِيْلَ أَمَرَهٗ بِهٖ وَإِنْ كَانَ مِنْ عَمَلِ مَلَكِ الْمَوْتِ أَمَرَهٗ بِهٖ قُلْتُ يَا جِبْرِيْلُ عَلٰى أَيِّ شَيْءٍ أَنْتَ قَالَ عَلَى الرِّيَاحِ وَالْجُنُوْدِ قُلْتُ عَلٰى أَيِّ
شَيْءٍ مِيْكَائِيْلُ قَالَ عَلَى النَّبَاتِ قُلْتُ عَلٰى أَيِّ شَيْءٍ مَلَكُ الْمَوْتِ قَالَ عَلٰى قَبْضِ الْأَنْفُسِ وَمَا ظَنَنْتُ أَنَّهٗ هَبَطَ إِلَّا لِقِيَامِ السَّاعَةِ وَمَا ذَاكَ الَّذِيْ رَأَيْتَ مِنِّيْ
إِلَّا خَوْفًا مِّنْ قِيَامِ السَّاعَةِ (ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا ہے - کہ جس وقت زمین مین کسی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جبریل علیہ السلام تھے - ناگاہ یکایک
کسی جانب سے آسمان شق ہوا - آسمان کے شق ہوتے ہی جبریل علیہ السلام سکڑنے لگے - اور جھککر اپنے تئین چھپانے لگے - اور زمین سے لگ گئے - یکایک ایک فرشتہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکھڑا ہوا - اور یہ کہنے لگا - ای محمد تیرا پروردگار تجھے سلام کہتا ہی - اور نبی اور فرشتے ہونے - اور نبی اور بندے ہونے کا اختیار دیتا ہی یعنی اگر تو
نبی اور فرشتہ ہونا چاہے - تو ہم تجھے نبی اور فرشتہ کردین - اگر تو نبی اور بندہ ہونا چاہی - تو ہم تجھے نبی اور بندہ کردین - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا - - - -
جبریل علیہ السلام نے ہاتھ سے اشارہ کیا - کہ تواضع اختیار کیجیے یعنی نبی اور بندہ ہونا اختیار کرلیجیے - مین اشارہ کرتے ہی پہچان گیا - کہ جبریل میرا خیرخواہ ہی - مین نے یہ کہا کہ مین
بندہ اور نبی بننا چاہتا ہون - میرے یہ کہتے ہی وہ فرشتہ آسمان کی طرف چڑھگیا - مین نے جبریل سے کہا - ای جبریل مین تجھ سے اس کا حال پوچھنا چاہتا تھا - مگر مین نے تیری وہ
حالت دیکھی - جس کے سبب سے مین تجھ سے نہ پوچھ سکا - ای جبریل یہ کون ہی - جبریل نے کہا - یہ اسرافیل ہی - اسے جس وقت اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہی - اپنے سامنے ہی پیدا کیا ہے
اُسی وقت سے اللہ کے سامنے اپنے دونون قدمون پر کھڑا ہوا ہی کسی طرف آنکھ اُٹھا کر نہین دیکھتا - پروردگار اور اس کے درمیان ستر نور حائل ہین - اگر اُن مین سے کسی نور کے قریب جائے - تو فوراً
جل جائے - اور لوح محفوظ اس کے سامنے ہی - جب اللہ تعالیٰ اُسے آسمان یا زمین کی کسی چیز سے آگاہ کرنا چاہتا ہی - تو وہ لوح محفوظ اونچی ہو کر اوس کی پیشانی کے قریب آجاتی ہی

اور وہ لوح محفوظ مین دیکھ لیتا ہے۔ اگر وہ میرا کام ہوتا ہے۔ تو مجھے حکم کرتا ہے۔ اگر میکائیل کا کام ہوتا ہے۔ تو میکائیل کو۔ اگر ملک الموت کا کام ہوتا ہے تو ملک الموت کو۔ مین نے کہا۔ اے جبریل تم کس کام پر ہو۔ کہا ہواؤن۔ اور لشکرون پر۔ مین نے کہا۔ میکائیل کس کام پر ہے۔ کہا۔ نبات اور روئیدگی پر۔ مین نے کہا۔ ملک الموت کس کام پر ہے۔ کہا۔ روحون کے قبض کرنے پر۔ مجھے اسرافیل کے اُترنے سے یہی گمان ہوا۔ کہ وہ قیامت کے قائم ہونے ہی کے لیے اُترے ہین۔ اے محمد تو نے میری جو کچھ حالت دیکھی تھی۔ وہ قیامت کے قائم ہونے ہی کے خوف سے تھی۔ جاننا چاہیے کہ فرشتون کی صفت مین اللہ کے کلام اور اللہ کے رسول کے کلام کے بعد کسی کا کلام امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے کلام سے اعلیٰ اور افضل نہین ہے۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبے مین ارشاد فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بلند آسمانون کے درمیان کو شق کیا۔ اور اُنہین قسم قسم کے فرشتون سے بھر دیا۔ اُن مین سے بعضے فرشتے سجدے ہی مین پڑے ہوے ہین۔ کبھی رکوع نہین کرتے۔ اور بعضے رکوع ہی کر رہے ہین۔ کبھی سیدھے کھڑے نہین ہوتے۔ اور بعضے اپنے دونون پانوون پر سیدھے کھڑے ہین۔ کبھی اپنی جگہ سے نہین ہٹتے۔ اور اپنے پانوون کو اِدہر اُدھر جنبش نہین دیتے۔ اور بعضے تسبیح ہی کر رہے ہین کبھی تسبیح کرنے سے نہین تھکتے۔ اُنھین نہ کبھی نیند آتی ہے۔ نہ کبھی سہو ہوتا ہے نہ کبھی بدن مین سستی ہوتی ہے۔ نہ کبھی نسیان۔ بعضے اللہ کی وحی کے امین ہین۔ رسولون کے پاس وحی لاتے ہین۔ اور اللہ کے امر و حکم کو جابجا لیجاتے ہین بعضے بندون کے نگہبان اور محافظ ہین۔ اور بعضے جنتون کے دروازون کے دربان۔ اور بعضون کے پانون تو نیچے کی زمینون مین ہین۔ اور گردنین بلند آسمانون کے بھی اوپر نکلی ہوئی ہین۔ اور ہاتھ اطراف و جوانب سے نکلے ہوے ہین۔ اور اُن کے شانے عرش کے پایون کے مناسب ہین۔ اُن کی نگاہین اللہ کے سامنے نیچے کو ہین۔ وہ اپنے بازوون مین لپٹے ہوئے ہین۔ اور اُن کے اور۔ اور ون کے درمیان عزت کے حجاب اور قدرت کے پردے لٹکے ہوے ہین۔ وہ اپنے پروردگار کیلیئے صورت کا توہم نہین کرتے۔ اور مخلوقات کی صفتین اُس کے لیے ثابت نہین کرتے۔ اور اُس کے لیے مکان نہین کہتے۔ اور کسی کو اُس کا نظیر نہین بتاتے

(پانچوان مسئلہ) علما کا اس باب مین باہم اختلاف ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے قول وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط (اے محمد اُس وقت کو یاد کر جسوقت تیرے پروردگار نے فرشتون سے یہ کہا۔ مین زمین مین خلیفہ کرنے والا ہون) مین اَلْمَلٰٓئِكَةِ کے لفظ سے کل فرشتے مراد ہین۔ یا بعض۔ ضحاک نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ صرف اُنہی فرشتون سے کہا ہے۔ جنہون نے ابلیس کے ساتھ جنون سے محاربہ اور مقاتلہ کیا تھا۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین مین جنون کو بسایا۔ اور اُنھون نے زمین مین فساد اور خونریزی کی۔ اور اُن مین سے بعضون نے بعضون کو مار ڈالا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرشتون کے ایک لشکر کے ساتھ ابلیس کو بھیجا۔ ابلیس نے اپنے لشکر کے ساتھ جنون سے یہان تک محاربہ اور مقاتلہ کیا۔ کہ اُنھین زمین مین سے نکالدیا۔ اور وہ سمندر کے ٹاپوون مین جا بسے۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہی فرشتون سے یہ کہا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط (مین زمین مین خلیفہ کرنے والا ہون) اس روایت سے یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کل فرشتون سے نہین کہا تھا۔ بلکہ صرف اُنہی فرشتون سے کہا تھا۔ جو ابلیس کے ساتھ جنون سے لڑے۔ اور اکثر صحابہ و تابعین کا قول یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام فرشتون سے کہا تھا۔ کیونکہ اس آیت مین اَلْمَلٰٓئِكَةِ کا لفظ عام ہے۔ اور عام لفظ سے بلا دلیل بعض فرشتون کا مراد لینا اصل کے خلاف ہے (چھٹا مسئلہ) جَاعِلٌ اُس جَعَلَ سے مشتق ہے جسکے لیے دو مفعول ہین۔ وہ مبتدا و خبر میں داخل ہوا ہے۔ مبتدا و خبر اللہ تعالیٰ کا قول فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ہے۔ فِی الْاَرْضِ اور خَلِیْفَةً یہ دونون جَاعِلٌ کے مفعول ہین اس کی معنے یہ ہین کہ زمین مین خلیفہ کرنے والا ہون (ساتوان مسئلہ) ظاہر یہی ہے۔ کہ اس آیت مین زمین سے تمام زمین مشرق سے مغرب تک مراد ہے۔ عبدالرحمن بن سابط نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ کہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ زمین مکے سے پھیلائی گئی ہے۔ اور فرشتے کعبے کا طواف کرتے تھے کعبے کا طواف سب سے پہلے فرشتون ہی نے کیا ہے۔ کعبہ اُس زمین مین ہے جسکی نسبت اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط (بیشک مین زمین مین خلیفہ کرنے والا ہون) پہلی توجیہ ظاہر ہے (آٹھوان مسئلہ) جو شخص کسی کے پیچھے آئے۔ اور اُس کا قائم مقام ہوجائے اُسے خلیفہ کہتے ہین۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ (پھر ہم نے تمہین زمین کا خلیفہ کیا) اور نیز ارشاد فرمایا ہے۔ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ (اُس وقت کو یاد کرو جس وقت اللہ نے تمہین خلیفہ بنایا) لیکن یہ بات۔ کہ اس آیت مین خلیفہ سے

کون شخص مراد ہی۔ اس مین دو قول ہین (پہلا قول) یہ ہے۔ کہ اس آیت مین خلیفہ سے آدم علیہ السلام مراد ہین۔ اور الله تعالی کے قول اَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ
فِيهَا سے آدم علیہ السلام کی اولاد مراد ہی۔ خود آدم علیہ السلام مراد نہین ہین (دوسرا قول) یہ ہے۔ کہ اس آیت مین خلیفہ سے آدم علیہ السلام کی اولاد مراد ہے
جو لوگ اس بات کے قائل ہین۔ کہ اس آیت مین خلیفہ سی آدم علیہ السلام مراد ہین۔ اُن کا باہم اس امر مین اختلاف ہی۔ کہ الله تعالی نے آدم علیہ السلام کو خلیفہ
کیون کہا۔ اور اُنھون نے اسکی دو وجہین بیان کی ہین (پہلی وجہ) یہ ہی۔ کہ جب الله تعالی نے زمین مین سی جنون کو نکالدیا۔ اور آدم کو بسایا۔ تو آدم
علیہ السلام اُن جنون کے خلیفہ ہوئے۔ جو آدم علیہ السلام سے پہلے زمین مین رہتے تھے۔ کیونکہ خلیفہ اُسی شخص کو کہتے ہین۔ کہ جو کسی کے پیچھے آئی۔ اور اُس کا قائم مقام
ہو جائی۔ اور آدم علیہ السلام جنون کے پیچھے آئے۔ اور اُن کے قائم مقام ہوئی۔ تو آدم علیہ السلام جنون کے خلیفہ ہوئی۔ ابن عباس سی بھی یہی روایت ہے
(دوسری وجہ) یہ ہی۔ کہ الله تعالی نے آدم علیہ السلام کو خلیفہ صرف اس سبب سے کہا۔ کہ آدم علیہ السلام بندون کے درمیان حکم کرنے مین الله کے خلیفہ ہین۔ یہ ابن
مسعود اور ابن عباس اور سدی سے روایت ہی۔ اور یہ آیت بھی اسی رائی کی تایید اور تاکید کرتی ہی۔ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ
النَّاسِ بِالْحَقِّ (بیشک ہم نے تجھے زمین مین خلیفہ کیا۔ تو حق کے ساتھ لوگون کے درمیان حکم کر) جو لوگ اس بات کے قائل ہین۔ کہ اس آیت مین خلیفہ سی آدم
علیہ السلام کی اولاد مراد ہی۔ اُنھون نے یہ کہا ہی کہ آدم علیہ السلام کی اولاد کو خلیفہ صرف اس سبب سے کہا ہی۔ کہ اُن مین سی بعضے بعضون کے خلیفہ ہین۔ یہ حسن کا
قول ہی۔ اور یہ آیت اس قول کی تایید کرتی ہی۔ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْاَرْضِ (الله وہ ہی جس نے تمہین زمین کا خلیفہ کیا) اور خلیفہ کا لفظ واحد اور جمع
اور مذکر اور مونث سب کے لیے آتا ہے۔ بعضے قاریون نے خلیفہ کی جگہ خلیقہ قاف کے ساتھ پڑھا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کری۔ کہ الله تعالی نے جو فرشتون سے
یہ کہا مین زمین مین خلیفہ کرنے والا ہون۔ الله تعالی کے اس کہنے سے کیا فائدہ ہے۔ الله تعالی کو کسی سے مشورہ کرنے کی تو حاجت ہی نہین ہی۔ اس اعتراض
کے دو جواب ہین (پہلا جواب) یہ ہے۔ کہ الله تعالی کو یہ معلوم تھا۔ کہ جب وہ اس راز سے آگاہ ہون گی۔ تو اس پر اعتراض کرین گے۔ اور اُنہین اس اعتراض کا
جواب معلوم ہو جائیگا۔ لہذا الله تعالی نے اُنہین اس واقعے سی آگاہ کیا۔ تا کہ وہ اس پر یہ اعتراض کرین۔ اور اُس کا یہ جواب سنین (دوسرا جواب) یہ ہے
کہ الله تعالی کو اگرچہ کسی سے مشورہ کرنے کی حاجت نہین ہے مگر فرشتون سے صرف اس سبب سے مشورہ کیا۔ کہ اپنے بندون کو مشورہ کرنے کی تعلیم
کرے۔ الله تعالی کے قول قَالُوا اَتَجْعَلُ فِيهَا مین کئی مسئلے ہین (پہلا مسئلہ) دین کے اکثر علماء کا اس امر پر اتفاق ہے۔ کہ سب فرشتے سب گناہون سی
محفوظ اور معصوم ہین۔ اور حشویہ فرقے کے بعضے عالم اس کے مخالف ہین۔ ہماری بہت سی دلیلین ہین (پہلی دلیل) یہ آیت ہی لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ
وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (الله اُنہین جو حکم کرتا ہے۔ وہ اُس مین الله کی نافرمانی نہین کرتے۔ اور اُنہین جو جو حکم کیا جاتا ہے۔ وہی کرتے ہین) اگر یہ آیت
دوزخ کے فرشتون کے ساتھ خاص ہے۔ اس آیت سی صرف دوزخ کے فرشتون کی عصمت ثابت ہوتی ہی۔ اگر ہم سب فرشتون کی عصمت ثابت کرنی چاہین
تو ہمین اس آیت سی استدلال کرنا چاہیے يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (فرشتے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہین جو اُن سی غالب ہی۔
اور اُنہین جو حکم کیا جاتا ہے۔ وہی کرتے ہین۔) الله تعالی کا قول وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (یعنی اُنہین جو حکم کیا جاتا ہے وہی کرتے ہین) اُن سب چیزون کے
کرنیکو جنکے کرنیکا حکم کیا ہی۔ اور اُن سب چیزون کے ترک کرنیکو جن کے کرنے سی منع کیا ہی شامل ہی۔ اُن سب چیزون کے کرنے کو شامل ہونا جن کے کرنی کا حکم کیا ہی۔ ظاہر ہے۔ اور اُن سب چیزون کے
ترک کرنے کو شامل ہونے کی جن کے کرنے سے منع کیا ہے یہ دلیل ہی۔ کہ جس چیز کے کرنے سے منع کیا ہے اُس کے ترک کرنے کا حکم ہی۔ اور الله تعالی کا یہ قول
ہر ایک چیز کے حکم کو شامل ہی تو ترک کرنے کے حکم کو بھی شامل ہی۔ اگر کوئی شخص یہ کہے۔ الله تعالی کے قول وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (اُنہین جو حکم کیا جاتا ہی
وہی کرتے ہین) کے عام ہونیکی کیا دلیل ہے یعنی اس امر کی کیا دلیل ہی۔ کہ الله تعالی کا یہ قول اُن سب چیزون کے کرنے کو بھی شامل ہی۔ جن کے کرنے کا حکم کیا ہے
اور اُن سب چیزون کے ترک کرنے کو بھی شامل ہے جن کے کرنے سے منع کیا ہے۔ تو ہم اس کا یہ جواب دین گے کہ الله تعالی کا اس قول کے عام ہونے کی

اکثر علما کا اس امر پر اتفاق ہی کہ سب فرشتے سب گناہون سے محفوظ اور معصوم ہین

ان لوگون کے دلائل کا جواب جو اس کے قائل ہین کہ فرشتون سے گناہ ہوتے ہین

یہ دلیل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزون کے کرنے کا حکم کیا ہے۔ ان مین سے ہر ایک چیز سے استثنا کرنا صحیح ہے اور جس سے استثنا کرنا صحیح ہے۔ وہ عام ہے۔ کیونکہ استثنا کلام مین سے کسی چیز کو خارج کرتا ہے۔ کہ اگر استثنا نہ ہوتا۔ تو وہ داخل ہوتی۔ ہم نے اس کی تحقیق اصول فقہ مین بیان کی ہے۔ (دوسری دلیل) یہ آیت ہے۔ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُم بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ (بلکہ بزرگ بندے ہین۔ اللہ کے سامنے دم نہین مارتے۔ جو کچھ کرتے ہین اللہ ہی کے حکم سے کرتے ہین) اس آیت سے یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ فرشتے سب گناہون سے پاک ہین۔ اور وہ ہر ایک کام کے کرنے مین امر اور وحی کے منتظر رہتے ہین۔ امر اور وحی کے بغیر کوئی کام نہین کرتے (تیسری دلیل) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتون کی یہ بات نقل کی ہے۔ کہ اُنھون نے انسان پر یہ طعن کیا۔ کہ وہ گناہ کریگا۔ اگر فرشتے گنہگار ہوتے تو انسان پر ان کا یہ طعن کرنا زیبا نہ ہوتا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ فرشتے گنہگار نہین ہین (چوتھی دلیل) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتون کی یہ بات نقل کی ہے۔ کہ وہ رات دن تسبیح ہی کرتے رہتے ہین تسبیح کرنے مین کبھی سستی نہین کرتے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ ایسے شخصون سے گناہ صادر نہین ہوسکتا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ فرشتون سے گناہ ہونا ناممکن ہے۔ اور مخالف یعنی جو شخص اس بات کا قائل ہے کہ فرشتون سے گناہ ہوتے ہین اپنے قول کے ثبوت پر کئی دلیلین لایا ہے۔ (پہلی دلیل) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یہان فرشتون کا یہ قول نقل کیا ہے۔ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (کیا زمین مین تو ایسے لوگون کو پیدا کرتا ہے۔ جو زمین مین فساد و خونریزی کرین گے۔ اور ہم ہی تیری حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہین) فرشتون کا یہ قول فرشتون سے گناہ کے صادر ہونے کو چاہتا ہے۔ اس کی کئی دلیلین ہین (پہلی دلیل) یہ ہے۔ کہ فرشتون نے جو یہ کہا۔ کیا زمین مین تو ایسے لوگون کو پیدا کرتا ہے۔ جو زمین مین فساد اور خونریزی کرین گے۔ یہ فرشتون نے اللہ پر اعتراض کیا۔ اور اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ تو فرشتون نے بہت بڑا گناہ کیا۔ اور (دوسری دلیل) یہ ہے۔ کہ فرشتون نے آدم علیہ السلام کی اولاد پر یہ طعن کیا۔ کہ وہ فساد اور خونریزی کرین گے۔ اور آدم علیہ السلام کی اولاد پر یہ طعن کرنا اُن کی غیبت کرنا ہے۔ اور غیبت کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ تو فرشتون نے کبیرہ گناہ کیا (تیسری دلیل) یہ ہے۔ کہ فرشتون نے آدم علیہ السلام کی اولاد پر طعن کرنیکے بعد اپنی یہ مدح اور ستائش کی وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (ہم ہی تیری حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہین) اور اُنھون نے اپنی مدح و ثنا مین یہ بھی کہا۔ وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ (بیشک ہم ہی اپنے دونون پانون پر سیدھے کھڑے رہتے ہین۔ کبھی ادھر اُدھر کو جنبش نہین کرتے) وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ (بیشک ہم ہی تسبیح کرتے رہتے ہین) ان تینون قولون کی ترکیب حصر پر دلالت کرتی ہے گویا اُنھون نے یہ کہا۔ کہ ایسے ہم ہی ہین ہمارے سوا اور کوئی ایسا نہین ہے۔ اور یہ کہنا خود پسندی اور غیبت کے مشابہ ہے۔ اور خود پسندی مہلک گناہون مین سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ (تین خصلتین ہلاک کرنے والی ہین) اور ان مین خود پسندی کو بھی ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ (تم اپنی تعریف نہ کرو) (چوتھی دلیل) یہ ہے۔ کہ فرشتون کا یہ کہنا لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (تو نے ہمین جو کچھ بتا دیا ہے ہم اُس کے سوا اور کچھ نہین جانتے) بمنزلے عذر کے ہے۔ اور عذر کرنا گناہ کرنے کی دلیل ہے۔ اگر فرشتون نے گناہ نہ کیا ہوتا۔ تو عذر نہ کرتے۔ عذر کرنے سے یہ معلوم ہوا۔ کہ اُنھون نے گناہ کیا تھا (پانچوین دلیل) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا قول أَنبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (اگر تم سچے ہو تو ان چیزون کے نام بتا دو) اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ فرشتے جھوٹے تھے۔ اور جھوٹ گناہ ہے۔ تو فرشتے گنہگار تھے (چھٹی دلیل) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا قول أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ (کیا مین نے تم سے یہ نہین کہا تھا کہ آسمانون اور زمین مین جو چیزین چھپی ہوئی ہین مین انھین جانتا ہون۔ اور تم جو ظاہر کرتے ہو۔ اور جو چھپاتے ہو۔ مین اُسے جانتا ہون) اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ اس واقعے سے پہلے فرشتون کو یہ معلوم نہ تھا اور فرشتون کو اس امر مین شک تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کل چیزون کو جانتا ہے۔ اور اس مین شک کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ تو فرشتے اس واقعے سے پہلے بہت بڑے گنہگار تھے۔ (ساتوین دلیل) یہ ہے۔ کہ فرشتون نے جو یہ جانا۔ کہ آدم علیہ السلام کی اولاد فساد اور خونریزی کریگی۔ تو اُن کا یہ علم یا وحی کے ذریعے سے تھا یا اپنی رائے سے پہلی صورت (یعنی اُنھین یہ علم وحی کے ذریعے سے تھا) بعید ہے۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ ہی نے فرشتون کو یہ بات وحی کے ذریعے سے تعلیم کی تھی۔ تو پھر فرشتون کا یہ کہنا لا حاصل ہے

اور اُن کے اس کہنے سے کچھ فائدہ نہین ہی۔ تو یہ بات ثابت ہوگئی۔ کہ اُنھون نے یہ صرف اپنی رائے اور گمان سے کہا تھا۔ اور کسی شخص کی نسبت رائے اور گمان سے ایسے کلمات کہنے جائز نہین۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہی کہ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ (جس چیز کا تجھے علم نہین ہی۔ تو اُس کے پیچھے نہ پڑ) اور نیز ارشاد فرمایا ہی اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا (گمان علم اور یقین سے کچھ بھی مستغنی اور بے پروا نہین کرتا) (آٹھوین دلیل) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا ہی۔ جو فرشتے ابلیس کے ساتھ جنون سے لڑے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن فرشتون سے یہ کہا۔ اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (مین زمین مین خلیفہ کرنے والا ہون) اُن فرشتون نے اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد کا یہ جواب دیا۔ اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا (کیا زمین مین تو ایسے لوگون کو پیدا کرتا ہے۔ جو زمین مین فساد کرین گے) جب فرشتون کو یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس جواب سے ہم پر غضبناک ہوا۔ تو اُنھون نے معذرت کے طریق سے یہ کہا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا (اے پروردگار تو ہر ایک عیب اور نقصان سے پاک ہی ہمین جو تم نے بتا دیا ہے ہم اُس کے سوا اور کچھ نہین جانتے) حسن اور قتادہ سے یہ روایت ہی۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کا پیدا کرنا شروع کیا۔ تو فرشتے چپکے چپکے باہم یہ کہنے لگے۔ ہمارا پروردگار جس چیز کا پیدا کرنا چاہے۔ پیدا کرے۔ مگر جو چیز پیدا کرے گا ہم اللہ کے نزدیک اُس سے بہت بڑے اور بہت بزرگ ہون گے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ اور اُنہین تمام نام سکھلا دیے۔ اور فرشتون پر فضیلت دی تو اُس وقت اللہ تعالیٰ نے اُن فرشتون سے یہ کہا۔ اَنْبِئُوْنِيْ بِاَسْمَاءِ هٰؤُلَاءِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ فِي اَنِّي لَا اَخْلُقُ خَلْقًا اِلَّا وَاَنْتُمْ اَفْضَلُ مِنْهُ (اگر تم اس بات مین سچے ہو۔ کہ مین جسکو پیدا کرون گا تم اُس سے افضل ہو۔ تو تم ان چیزون کے نام بتاؤ) فرشتے یہ سنتے ہی گھبرا کر توبہ کرنے لگے۔ اور یہ کہنے لگے سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا (تو ہر ایک عیب اور نقصان سے پاک ہی۔ ہمین تو نے جو بتا دیا ہی۔ ہم اسکے سوا اور کچھ نہین جانتے) ایک روایت مین یہ ہی۔ کہ جب فرشتون نے یہ کہا۔ اَتَجْعَلُ فِيْهَا (کیا زمین مین تو ایسے لوگون کو پیدا کرتا ہی۔ جو فساد کرینگے) تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر آگ بھیجدی۔ اُس آگ نے اُسی وقت اُنھین جلا دیا۔ مخالفون کی (دوسری دلیل۔ اور دوسرا شُبہ) جو لوگ اس بات کے قائل ہین۔ کہ فرشتے گناہ کرتے ہین۔ اُنھون نے ہاروت اور ماروت کے قصے سے استدلال کیا ہے۔ اور یہ کہا ہے۔ کہ ہاروت ماروت دو فرشتے تھے۔ جب اُن دونون فرشتون نے زمین والون کو گناہ کرتے دیکھا۔ تو اُنھون نے اسے بہت ہی برا اور بہت ہی بڑا جانا۔ اور وہ زمین کے رہنے والون کو بددعا کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن دونون فرشتون سے وحی کے ذریعے سے یہ ارشاد فرمایا جن نفسانی خواہشون مین مین نے آدم کی اولاد کو مبتلا کیا ہے۔ اگر اُن خواہشون مین تم دونون کو بھی مبتلا کر دون تو تم بھی ضرور بالضرور گناہ کروگے۔ اُن دونون فرشتون نے کہا۔ اے پروردگار اگر تو ہمین نفسانی خواہشون مین مبتلا کر دے۔ تو ہم ہرگز گناہ نہ کرین گے۔ تو ہمارا امتحان اور آزمایش کر لے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن دونون کو زمین مین اُتارا۔ اور آدم کی اولاد کی خواہشون مین اُنھین مبتلا کیا۔ وہ دونون ایک عرصے تک زمین مین رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس تارے کو جس کا نام زہرہ ہی۔ اور اُس فرشتے کو جو اس تارے پر مقرر ہی حکم کیا۔ وہ دونون زمین مین آئے۔ زہرہ کی شکل تو عورت کی سی کر دی۔ اور فرشتے کی مرد کی سی۔ پھر زہرہ نے ایک مکان لیا۔ اور اپنے تئین خوب آراستہ اور پیراستہ کیا۔ اور ہاروت ماروت دونون فرشتون کو اپنے پاس بلایا۔ اور زہرہ کے فرشتے نے زہرہ کے مکان مین اپنے تئین ایک بُت کی صورت مین قائم کیا۔ وہ دونون فرشتے زہرہ کے بلاتے ہی زہرہ کے مکان مین آئے۔ اور اُنھون نے زہرہ کو زنا کی رغبت دلائی۔ زہرہ نے یہ کہا۔ جب تک کہ تم دونون شراب پیوگے۔ یہ امر ہرگز نہ ہوگا۔ اُن دونون فرشتون نے یہ کہا۔ ہم شراب ہرگز نہ پئین گے۔ پھر جب اُن دونون فرشتون پر شہوت غالب ہوگئی۔ تو اُنھون نے شراب پی لی۔ اور زہرہ کو زنا کے لیے بلایا۔ زہرہ نے یہ کہا۔ ایک بات اور باقی رہگئی ہے جب تک کہ تم دونون اُسے نہین کروگے۔ تمہارا مدعیٰ ہرگز حاصل نہ ہوگا۔ اُن دونون نے کہا۔ وہ کیا ہے۔ زہرہ نے کہا۔ تم دونون اس بُت کو سجدہ کرو۔ اُن دونون فرشتون نے یہ کہا ہم شرک ہرگز نہین کرینگے۔ پھر جب اُن دونون پر شہوت غالب ہوئی۔ تو اُنھون نے یہ کہا۔ اسوقت تو کر لو۔ پھر ہم استغفار کر لینگے۔ اور اُن دونون نے اُس بُت کو سجدہ کیا۔ زہرہ اور زہرہ کا فرشتہ دونون اُسی وقت آسمان مین اپنی جگہ چلے گئے۔ ہاروت۔ ماروت کو اس وقت یہ بات معلوم ہوئی کہ ہم پر جو یہ مصیبت آئی ہی۔ اس کا سبب صرف یہی ہی۔ کہ ہم نے آدم کی اولاد پر طعن کیا تھا۔ دوسری روایت مین یہ ہی۔ کہ زہرہ زمین کے رہنے والون مین سے ایک فاحشہ اور بدکار عورت تھی۔ اور ہاروت ماروت دونون فرشتون نے پہلے شراب پی اور ایک شخص کو قتل کیا۔ اور بت کو سجدہ کیا۔ اور جس اسم اعظم کے سبب سے کہ وہ دونون آسمان پر چڑھ جاتے تھے وہ اسم اعظم زہرہ کو

اُن دونون نے سکھلا دیا پھر اُس کے بعد اُن دونون نے زہرہ سے زنا کیا- اُس عورت نے وہ اسم اعظم پڑھا- اور اُس کے سبب سے آسمان پر چڑھ گئی- اللہ تعالیٰ نے اُسکی صورت مسخ کر دی اور بدل دی- اور اُس کا یہ تارا بنا دیا جس کا نام زہرہ ہی پھر اللہ تعالیٰ نے ہاروت ماروت کو اُس کی برائی سے آگاہ کیا جو اُنھون نے کیا تھا- اور اُن دونون کو آخرت کے عذاب اور دنیا کے عذاب کا اختیار دیا یعنی اِن دونون عذابون مین سے جونسا عذاب چاہو اختیار کر لو- ہاروت ماروت نے دنیا کا عذاب اختیار کر لیا اللہ تعالیٰ نے اُن دونون کو بابل کے کنوین مین قیامت کے دن تک قید کر دیا- وہ دونون اُس کنوین مین اُلٹے لٹکے ہوئے ہین- اور آدمیون کو جادو سکھلاتے ہین اور جادو کی رغبت دلاتے ہین- اور اُن دونون کو وہی شخص دیکھتا ہے- جو وہان صرف جادو سیکھنے کے ارادے سے جاتا ہی- اور اُنھون نے اس پر اِس آیت سے استدلال کیا ہے وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ (سلیمان کی سلطنت مین شیطان جو پڑھتے تھے اُنھون نے اُس کا اتباع اور پیروی کی) مخالفون کی (تیسری دلیل اور تیسرا شبہہ) یہ ہے- کہ ابلیس بہت بڑے مقرب فرشتون مین سے تھا- پھر اُس نے اللہ کی نافرمانی کی- اور کافر ہو گیا- اور یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہے- کہ فرشتون سے گناہ صادر ہوتے ہین (چوتھی دلیل اور چوتھا شبہہ) یہ آیت ہی- وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً- مخالفین اس آیت کے یہ معنی بیان کرتے ہین- کہ فرشتے ہی دوزخی ہین- اور یہ کہتے ہین- کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ فرشتون کو عذاب ہوگا- کیونکہ اصحاب نار وہی ہین جنھین آگ سے عذاب ہوگا- جیسے اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین ارشاد فرمایا ہے- أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (یہی لوگ دوزخی ہین- یہ دوزخ مین ہمیشہ رہین گے)

پہلے شبہے کا جواب- مخالفون نے پہلے شبہے مین پہلی دلیل جو یہ بیان کی ہی- کہ فرشتون نے اللہ تعالیٰ پر اعتراض کیا- اور اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا بہت بڑا گناہ ہے- تو اس کا یہ جواب ہی- کہ اس سوال سے فرشتون کی نہ یہ غرض تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ایسی چیز سے آگاہ کر دین جس سے وہ غافل ہی- کیونکہ جس شخص کا اللہ کی نسبت یہ اعتقاد ہے- وہ کافر ہے- اور نہ اُس کام سے انکار کرنا مقصود تھا جو اللہ تعالیٰ نے کیا- بلکہ اس سوال سے فرشتون کی چند غرضین تھین (پہلی غرض) انسان کو جب کسی کی حکمت اور دانش کا یقین ہوتا ہی- اور پھر وہ اُسے ایسا کام کرتے دیکھتا ہے- جس کی حکمت اُس کی سمجھ مین نہین آتی- تو وہ اُس سے یہ کہتا ہی- آپ یہ کام کرتے ہین- گویا وہ اُسکی حکمت اور علم کے کمال سے تعجب کرتا ہے- اور یہ کہتا ہے- جو شخص فساد اور خونریزی کرے اُسے اِن نعمتون کے دینے مین جو حکمت ہے- اُس حکمت کو کوئی عقل دریافت نہین کر سکتی- جب تو نے اُسے یہ نعمتین دین- اور مین یہ خوب جانتا ہون- کہ تو نے جو اُسے یہ نعمتین دی ہین اسمین کوئی دقیق اور باریک حکمت اور نکتہ ہے- جسے تیرے سوا اور کوئی نہین جانتا- تیری حکمت کس قدر بڑی ہی- اور تیرا علم کسقدر بزرگ ہی- حاصل یہ ہی- کہ اللہ تعالیٰ کا قول أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا اللہ تعالیٰ کے علم کے کمال اور جس چیز کی حکمت تمام عقلا پر مخفی ہے- اُس کی حکمت پر اللہ تعالیٰ کے احاطہ کرنے سے تعجب ہے (دوسری غرض) جواب دریافت کرنے کے لیئے اعتراض کرنا منع نہین ہے- گویا فرشتون نے یہ کہا- اے معبود تو حکیم ہے- تو کوئی کام نادانی کا نہین کرتا- اور ہم یہ جانتے ہین کہ نادان کو نادانی کرنے کی قدرت دینا نادانی ہے جب تو نے ایسے لوگون کو پیدا کیا جو فساد اور خونریزی کرینگے- اور باوجودیکہ تو یہ جانتا تھا- کہ وہ ایسے ہین پھر بھی تو نے اُنھین پیدا کیا- اور فساد اور خونریزی کی قدرت دی اور تو نے اُنھین فساد اور خونریزی کرنے سے منع نہین کیا- تو اس سے نادانی کا وہم ہوتا ہے- اور تو حکیم مطلق ہے تجھ سے نادانی کو کیا تعلق اور کیا سروکار- تو ان دونون باتون مین کس طرح توفیق اور تطبیق ہو سکتی ہی گویا فرشتون نے جواب دریافت کرنے کیلیے یہ سوال کیا تھا- یہ جواب معتزلہ کا ہی- معتزلہ نے کہا ہی فرشتون کا یہ سوال اس امر پر دلالت کرتا ہے- کہ فرشتون کے نزدیک اللہ تعالیٰ سے امر قبیح صادر نہین ہو سکتا- اور فرشتے بھی اہل عدل ہی کے مذہب پر تھے- اور اُنھون نے یہ کہا ہی- دو امر اس جواب کی تائید کرتے ہین (پہلا امر) یہ ہی- کہ فرشتون نے فساد اور خونریزی مخلوق کی طرف منسوب کی- اللہ کی طرف منسوب نہین کی (دوسرا امر) یہ ہی- کہ فرشتون نے وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ کہا- اور اللہ کی ذات کو اجسام کی صفتون سے پاک کہنے کو تسبیح کہتے ہین- اور اللہ تعالیٰ کے افعال کو ذم اور نادانی کی صفت سے پاک کہنے کو تقدیس (تیسری غرض) اس عالم اسفل کی ترکیب مین اگرچہ برائیان ہین- مگر وہ اس عالم کی بھلائیون کو لازم ہین- وہ اس عالم کی بھلائیون سے جدا نہین ہو سکتین اور اس عالم اسفل مین بھلائیان بہت سی ہین اور برائیان تھوڑی سی ہی- اور تھوڑی سی برائیون کے سبب سے بہت سی بھلائیون کو چھوڑ دینا بہت بڑی

تسہیل اور تفسیر کے فرق کا بیان

برائی ہے۔ فرشتون نے سوال مین ان برائیون کا ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس سوال کا یہ جواب دیا۔ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (یعنی تم نہین جانتے ہو۔ اور مین جانتا ہون کہ اس عالم سِفل کی ترکیب کے سبب سے بھلائیان بہت سی ہونگی اور برائیان تھوڑی سی۔ اور جو چیز ایسی ہو۔ حکمت اُس کے پیدا کرنے کو چاہتی ہے۔ اُس کے پیدا نہ کرنے کو نہین چاہتی۔ یہ حکما کا جواب ہے)۔ (چوتھی غرض) چونکہ فرشتون کے نزدیک اللہ کی عظمت بہت ہی بڑی ہے۔ اس سبب سے فرشتون نے یہ سوال کیا۔ کیونکہ جس بندے کو اپنے مولا سے اخلاص ہوتا ہے۔ اور مولا کی محبت شدید اور کامل۔ تو اُسے یہ بہت ہی برا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُس کے مولا کا کوئی ایسا بندہ ہو۔ کہ وہ اُس کی نافرمانی کرے (پانچوین غرض) فرشتون نے جو یہ کہا۔ اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا (کیا زمین مین تو ایسے لوگون کو پیدا کرتا ہے۔ جو زمین مین فساد کرینگے) تو فرشتون کا اس کہنے سے یہ غرض تھی کہ اللہ تعالیٰ ساری زمین یا اُس مین سے کچھ ہمارے لیے کر دے۔ اگر یہ بہتر ہو۔ گویا فرشتون نے یہ کہا۔ یَا اِلٰهَنَا اجْعَلِ الْاَرْضَ لَنَا لَا لَهُمْ (اے معبود زمین ہمارے لیے کر دے۔ اُن کیلئے نہ کر) جیسے موسیٰ علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا۔ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا (ہم مین سے جو نادانون نے کیا ہے۔ کیا اُس کے سبب سے تو ہمین ہلاک کرتا ہے) اور موسیٰ علیہ السلام کی اس سے غرض یہ تھی۔ لَا تُهْلِكْنَا (ہم مین جو نادانون نے کیا ہے اُس کے سبب سے تو ہمین ہلاک نہ کر) اللہ تعالیٰ نے فرشتون کے اس سوال کے جواب مین یہ ارشاد فرمایا۔ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ مِنْ صَلَاحِكُمْ وَصَلَاحِ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَجْعَلُهُمْ فِی الْاَرْضِ (جو تمہارے اور اُن لوگون کے حق مین بہتر ہے جنہین مین پیدا کرون گا۔ اُسے مین ہی جانتا ہون تم نہین جانتے) اللہ تعالیٰ نے اس جواب مین یہ ارشاد فرما دیا۔ کہ مین نے خاص تمہارے لیے آسمان پسند کیا ہے اور خاص ان لوگون کے لیے زمین۔ مجھے یہ معلوم ہے۔ کہ یہ تمہارے اور اُن کے دین کے حق مین بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک فریق کیلیے جس چیز کو پسند کیا ہے۔ ہر ایک فریق کو اُسی چیز کے ساتھ خوش اور راضی ہو جانا چاہیے (چھٹی غرض) فرشتون کی اس سوال سے یہ غرض تھی۔ کہ اُنھین وہ حکمت معلوم ہو جائے۔ کہ جس حکمت کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو باوجودیکہ اُن سے فساد اور خونریزی بھی ہوگی۔ پیدا کیا (ساتوین غرض) قفال نے کہا ہے۔ یہ بھی احتمال ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتون کو یہ خبر دی کہ مین زمین مین خلیفہ کرون گا۔ تو فرشتون نے یہ کہا اَتَجْعَلُ فِیْهَا یعنی سَتَجْعَلُ فِیْهَا یعنی تو زمین مین عنقریب ایسے لوگون کو پیدا کرے گا۔ جو زمین مین فساد کرینگے۔ فرشتون کا یہ قول بظاہر استفہام ہے۔ مگر اس سے مراد اخبار ہے جیسے جریر کا یہ شعر ہے ؎ اَلَسْتُمْ خَیْرَ مَنْ رَكِبَ الْمَطَایَا وَاَنْدٰی الْعٰلَمِیْنَ بُطُوْنَ رَاحٍ (جو لوگ اونٹنیون پر سوار ہوئے ہین۔ اور جن کی ہتھیلیون نے تمام جہان پر جود و سخا کی ہے۔ کیا تم اُن سے افضل اور بہتر نہین ہو) یہ شعر بھی بظاہر استفہام ہے۔ لیکن اس سے مراد خبر ہے۔ یعنی جو لوگ اونٹنیون پر سوار ہوئے ہین۔ اور جنہون نے تمام عالم پر جود و سخا کی ہے۔ تم اُن سب سے افضل اور بہتر ہو۔ اگر اس شعر سے استفہام مراد ہو۔ اس مین کچھ حرج نہ ہوگی۔ اسی طرح اَتَجْعَلُ فِیْهَا صورۃً استفہام ہے۔ اور معنیً خبر۔ پھر فرشتون نے اس کے بعد یہ کہا۔ اِنَّكَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ وَنَحْنُ مَعَ هٰذَا نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ لِمَا اَنَّا نَعْلَمُ فِی الْجُمْلَةِ اَنَّكَ لَا تَفْعَلُ اِلَّا الصَّوَابَ وَالْحِكْمَةَ (یعنی تو اُن لوگون کو ضرور پیدا کریگا۔ جو زمین مین فساد کرینگے۔ اور ہم باوجود اس کے تیری حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس کرتے ہین۔ کیونکہ ہمین بالاجمال یہ معلوم ہے۔ کہ تو جو کرتا ہے۔ وہ حق ہے۔ اور اُس مین کچھ نہ کچھ حکمت ہے۔ جب فرشتون نے یہ کہا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا۔ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ گویا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد کیا۔ تم نے یہ خوب کیا۔ کیونکہ تم نے اسے میری حکمت مین مخل اور خلل انداز نہ سمجھا۔ تمہین آدم علیہ السلام کی اولاد کا ظاہری حال (یعنی وہ فساد اور خونریزی کرین گے۔) معلوم ہے تمہین اُن کے باطنی حال کی کچھ خبر نہین ہے۔ اور مجھے اُن کا ظاہری حال بھی معلوم ہے۔ اور باطنی بھی۔ مین یہ جانتا ہون۔ کہ اُن کے باطن مین مخفی راز اور بڑی بڑی حکمتین ہین۔ جو اُن کے پیدا کرنے کو چاہتی ہین۔ پہلے شبہے مین دوسری دلیل جو یہ بیان کی ہے۔ کہ فرشتون نے آدم علیہ السلام کی اولاد کی برائیان بیان کین۔ اور یہ غیبت ہے۔ تو اس کا یہ جواب ہے۔ کہ آدم علیہ السلام کی اولاد کی پیدائش مین اعتراض یہی ہے۔ کہ وہ فساد اور خونریزی کریگی۔ اور جو شخص کوئی سوال اور اعتراض کرنا چاہے۔ اُسے اُس چیز کا بیان کرنا ضرور ہے۔ جس پر وہ سوال اور اعتراض ہوتا ہے۔ اور اُسے اُس چیز کو بیان کرنا نہین چاہیے جسے اُس سوال اور اعتراض سے کچھ تعلق نہین ہے۔ لہذا فرشتون نے آدم علیہ السلام کی اولاد کی ان دو صفتون یعنی فساد اور خونریزی کو بیان کیا

کہ ان کا سؤال اور اعتراض اپنی دو صفتوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اور فرشتوں نے اولاد آدم کی عبادت اور توحید کا ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ عبادت اور توحید کو انکے اعتراض اور سؤال سے کچھ تعلق نہیں ہے پہلے شبہے مین (تیسری دلیل) جو یہ بیان کی ہے۔ کہ فرشتوں نے اپنی مدح و ثنا کی۔ اور یہ خود پسندی کا موجب اور باعث ہے۔ تو اس کا جواب ہے۔ کہ اپنی مدح و ثنا کرنی مطلقاً منع نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ اپنے پروردگار کی نعمت کو تو بیان کر۔ اگر اللہ تعالی نے کسی شخص کو کوئی خوبی عطا کی ہو۔ تو اُسے اس خوبی کو بیان کرنا چاہیے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ فرشتوں نے جو یہ کہا۔ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (ہم تو تیری حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس ہی کرتے ہین) فرشتوں کی اس سے اپنی مدح اور ثنا کرنی مقصود نہیں ہے۔ بلکہ اُن کی غرض اس امر کا بیان کرنا ہے کہ اے پروردگار ہم نے یہ سؤال اس سبب سے نہین کیا ہے۔ کہ ہم اس سؤال کے ساتھ تیری حکمت پر اعتراض اور قدح کرین۔ ہم تو تیری حمد و ثنا اور تقدیس ہی کرتے ہین۔ اور تیری اُلوہیت اور حکمت کے معترف اور مقر ہین۔ اس قول سے فرشتوں کو اس امر کا بیان کرنا مقصود ہے۔ کہ ہم نے یہ سؤال حکمت اور اُلوہیت پر طعن کرنے کیلیے نہین کیا ہے بلکہ ہم نے یہ سؤال صرف اس لیے کیا ہے۔ کہ ہمین اس کی حکمت مفصل اور مشرح معلوم ہو جاے۔ پہلے شبہے مین (چوتھی دلیل) جو یہ بیان کی ہے۔ کہ فرشتوں کا قول لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (یعنی ہمین جو تو نے بتا دیا ہے۔ ہم اُس کے سوا اور کچھ نہین جانتے) بمنزلے عذر کے ہے۔ اور عذر کرنا گناہ کرنے کی دلیل ہے۔ تو فرشتوں سے ضرور بالضرور گناہ ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ہم یہ بات تسلیم کرتے ہین کہ بہتر یہی تھا۔ کہ فرشتے یہ سوال نہ کرتے۔ جب اُنھون نے اس بہتر امر کو ترک کر دیا۔ تو اس بہتر امر کے ترک کرنے سے یہ عذر کیا۔ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے۔ کہ اللہ تعالی نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ (اللہ تعالی کی اجازت اور اذن کے بغیر فرشتے کوئی بات نہین کہتے) تو فرشتوں نے جو یہ سوال کیا۔ تو ضرور بالضرور اللہ تعالی کے اذن ہی سے کیا۔ اللہ تعالے کے اذن اور اجازت کے بغیر نہین کیا۔ اور جب اُنھین اس سؤال کرنے کا اذن تھا۔ تو پھر عذر کی کیا ضرورت ہے۔ تو ہم اس کا یہ جواب دین گے کہ عام مین کبھی تخصیص بھی ہو جاتی ہے یعنی اگرچہ اللہ تعالی کا یہ ارشاد کہ فرشتے اللہ کے اذن کے بغیر کوئی بات نہین کہتے۔ عام ہے۔ مگر اس عام مین تخصیص ہے۔ یعنی فرشتے بعضی باتین بے اذن کے بھی کہتے ہین۔ اور یہ بھی اُنھین مین سے ہے۔ لہذا عذر کی ضرورت ہوئی۔ پہلے شبہے مین (پانچوین دلیل) جو یہ بیان کی ہے۔ کہ فرشتوں نے جو یہ جانا۔ کہ آدم علیہ السلام کی اولاد فساد اور خونریزی کریگی تو اُن کا یہ علم یا وحی کے ذریعے سے تھا۔ یا اپنی راے سے۔ تو اس کا یہ جواب ہے۔ کہ علما کا اس امر مین اختلاف ہے۔ بعضے علما کا یہ قول ہے کہ فرشتوں نے یہ اپنی راے سے کہا تھا۔ اور اُنھون نے اس کی دو وجہین بیان کی ہین (پہلی وجہ) ابن عباس اور کلبی سے منقول ہے۔ کہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کی اولاد کے حال کو اُن جنون کے حال پر قیاس کیا جو زمین مین آدم علیہ السلام سے پہلے رہتے تھے (دوسری وجہ) یہ ہے۔ کہ فرشتوں کو یہ بات معلوم ہوئی۔ کہ آدم ان چار عنصرون سے مرکب ہے۔ تو اُس مین خواہش اور غضب ضرور ہوگا۔ خواہش اور شہوت کے سبب سے فساد کرے گا۔ اور غضب کے سبب سے خونریزی۔ اور بعضے علما کا یہ قول ہے۔ کہ فرشتوں نے یہ وحی کے ذریعے سے کہا تھا۔ یہ ابن مسعود اور بہت سے صحابیوں سے منقول ہے۔ اور اُنھون نے اسکی کئی وجہین بیان کی ہین۔ (پہلی وجہ) یہ ہے۔ کہ جب اللہ تعالی نے فرشتوں سے یہ ارشاد فرمایا۔ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (مین زمین مین خلیفہ کرنے والا ہون) تو فرشتوں نے کہا۔ اے پروردگار وہ خلیفہ کیا ہے۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا۔ اُسکی اولاد زمین مین فساد کریگی۔ اور اُن مین باہم حسد ہوگا۔ اور اُن مین سے بعضے بعضون کو قتل کرینگے۔ اُسوقت فرشتوں نے یہ کہا۔ رَبَّنَا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ (اے پروردگار تو زمین مین ایسے لوگون کو پیدا کرتا ہے۔ جو زمین مین فساد اور خونریزی کرینگے (دوسری وجہ) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالی نے فرشتوں کو اس بات سے آگاہ کر دیا تھا۔ کہ جب زمین مین بہت سی خلق ہو جائیگی تو وہ زمین مین فساد اور خونریزی کریگی (تیسری وجہ) ابن زید نے یہ کہا ہے۔ کہ جب اللہ تعالی نے آگ پیدا کی تو فرشتے بہت ڈرے۔ اور اُنھون نے یہ کہا۔ اے پروردگار تو نے یہ آگ کن کیلیے پیدا کی ہے۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا۔ میری مخلوق مین سے جنھون نے میری نافرمانی کی ہے مین نے یہ آگ اُن کیلیے پیدا کی ہے۔ اور اُسوقت فرشتوں کے سوا اسکی اور مخلوق نہ تھی۔ اور زمین مین کوئی نہ تھا۔ جب اللہ تعالی نے یہ ارشاد فرمایا۔ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (مین زمین مین خلیفہ کرنیوالا ہون) اُسوقت فرشتوں کو یہ معلوم ہو گیا۔ کہ معصیت اور گناہ آدم علیہ السلام کی اولاد کریگی۔ (چوتھی وجہ) قیامت کے دن تک جو کچھ ہونیوالا ہے جب قلم نے لوح محفوظ مین وہ سب لکھ دیا۔ تو

اپنی مدح اور ثنا کرنی مطلقاً منع نہین ہے

اُسوقت شاید فرشتون نے لوح محفوظ کو دیکھ لیا۔ اور لوح محفوظ کو دیکھنے سے اُنھین یہ معلوم ہوگیا (پانچوین وجہ) جب خلیفہ اُس شخص کو کہتے ہین جو حکم اور قضا مین اللہ تعالیٰ کا نائب ہو اور حاکم اور قاضی کی اُسی وقت حاجت ہوتی ہی۔ جسوقت نزاع ظلم ہو تو خلیفہ کے ہونیکی خبر دینا دلالت التزام کے طریق سے بعینہ فساد کے ہونے کی خبر دینا ہے۔ محققون نے یہ کہا ہے کہ یہ کہنا سکہ فرشتون نے یہ خبر صرف اپنے گمان اور رائے سے دی تھی۔ باطل ہے۔ کیونکہ یہ آدم علیہ السلام کی اولاد پر طعن کرنا ہی۔ اور کسی پر ایسی چیز کے ساتھ طعن کرنا جس مین جھوٹ کا احتمال ہو۔ عصمت اور طہارت کے خلاف ہی۔ پہلے شبہے کی (چھٹی دلیل) مین جو حدیثین بیان کی ہین۔ وہ اخبار احاد ہین۔ لہٰذا وہ اُن دلیلون کی معارض اور مقابل نہین ہوسکتین جو ہم نے بیان کی ہین۔ دوسرے شبہے یعنی ہاروت ماروت کے قصے کا یہ جواب ہے۔ کہ یہ قصہ بالکل غلط اور باطل ہے۔ اس قصے کے غلط ہونے کی کئی دلیلین ہین۔ (پہلی دلیل) یہ ہی۔ کہ اُنھون نے اس قصے مین یہ ذکر کیا ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہاروت ماروت سے یہ کہا۔ جس خواہش نفسانی مین مین نے آدم کی اولاد کو مبتلا کیا ہے۔ اگر اُس مین تمہین بھی مبتلا کردون۔ تو تم بھی ضرور بالضرور گناہ اور نافرمانی کروگے۔ ہاروت ماروت نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے جواب مین یہ کہا۔ اے پروردگار اگر تو ہمین اُس خواہش نفسانی مین مبتلا کردے۔ جس مین آدم کی اولاد کو مبتلا کیا ہے۔ تو ہم ہرگز گناہ اور نافرمانی نہ کرینگے اور ہاروت ماروت کا یہ کہنا اللہ تعالیٰ کی تکذیب اور تجہیل یعنی اللہ تعالیٰ کو جھوٹا اور جاہل اور نادان کہنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو جھوٹا اور جاہل اور نادان کہنا صریح کفر ہے۔ اور حشویہ نے بھی یہ بات تسلیم کی ہی۔ کہ ہاروت ماروت زمین مین آنے سے پہلے معصوم اور بے گناہ تھے۔ اور ہاروت ماروت کے اس جواب سے یہ معلوم ہوتا ہی۔ کہ وہ دونون زمین مین آنے سے پہلے ہی سے کافر اور گنہگار تھے۔ (دوسری دلیل) یہ ہی کہ اس قصے مین اُنھون نے یہ ذکر کیا ہی۔ کہ ہاروت ماروت کو دنیا کے عذاب اور آخرت کے عذاب کا اختیار دیا گیا یعنی دنیا کے عذاب اور آخرت کے عذاب مین سے جونسا عذاب چاہو۔ اختیار کرلو۔ اور یہ غلط ہے۔ بلکہ بہتر یہ تھا کہ اُنھین توبہ اور عذاب کا اختیار دیا جاتا یعنی توبہ اور عذاب مین سے جسے چاہو اختیار کرلو جس شخص نے تمام عمر شرک کیا۔ اور نبیون کو بے انتہا ایذا دی۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے بھی توبہ اور عذاب ہی کا اختیار دیا۔ تو ہاروت ماروت کو بھی توبہ اور عذاب ہی کا اختیار دینا چاہیے تھا (تیسری دلیل) یہ ہی۔ کہ اس قصے مین یہ بیان کیا ہے۔ کہ ہاروت ماروت کو عذاب ہو رہا ہے۔ اور وہ عذاب ہونے ہی کی حالت مین لوگون کو جادو سکھلاتے ہین۔ انھین گناہ کرنے کے سبب سے عذاب ہو رہا ہی۔ اور وہ اُسی عذاب کی حالت مین لوگون کو جادو سیکھنے کی رغبت دلاتے ہین یہ عقل مین کیونکر آسکتا ہے کہ وہ دونون عذاب ہونے ہی کی حالت مین لوگون کو جادو سکھلاتے ہین۔ (چوتھی دلیل) یہ ہے یہ عقل مین کس طرح آسکتا ہے کہ جب بدکار عورت بدکاری کرے۔ تو وہ آسمان پر چڑھ جائے۔ اور اللہ تعالیٰ اُس کا روشن تارا بنادے۔ اور اس قدر اُس کا مرتبہ بڑھادے کہ خود اُس کی قسم کھائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے فَلَآ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ الۡجَوَارِ الۡکُنَّسِ (مین اُن تارون کی قسم کھاتا ہون جو واپس آتے ہین۔ اور جاتے ہین۔ اور سورج کی روشنی مین چھپ جاتے ہین) یہ قصہ نہایت ہی لغو اور بیہودہ ہے۔ جس شخص کی عقل سلیم ہے وہ اس کے بیہودہ اور لغو ہونے کی شہادت دیتا ہے۔ جادو کے سکھانے کی بحث انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب اسی آیت کی تفسیر مین اپنے مقام پر آتی ہی۔ (تیسرے شبہے) کا یہ جواب ہی۔ کہ ہم عنقریب اس بات کی تحقیق بیان کرین گے کہ ابلیس فرشتون مین سے نہین ہی۔ اور (چوتھے شبہے) کا یہ جواب ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا قول وَمَا جَعَلۡنَآ اَصۡحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِکَةً (یعنی ہم نے اصحاب نار یعنی دوزخ والے فرشتے ہی کیے ہین) اس بات پر دلالت نہین کرتا۔ کہ فرشتون کو دوزخ کا عذاب ہی۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ھُمۡ فِیۡھَا خٰلِدُوۡنَ (یہ لوگ اصحاب نار یعنی دوزخ والے ہین۔ یہ دوزخ مین ہمیشہ رہین گے) بھی اس بات پر دلالت نہین کرتا۔ کہ اُن لوگون کو دوزخ کا عذاب ہی۔ بلکہ یہ امر اس آیت کے سوا اور دلیل سے معلوم ہوا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے قول وَمَا جَعَلۡنَآ اَصۡحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِکَةً مین اَصۡحٰبَ النَّارِ سے دوزخ کے نگہبان اور محافظ اور دوزخ کے مدبر مراد ہین۔ واللہ اعلم (دوسرا مسئلہ) جو لوگ اس بات کے قائل ہین کہ فرشتے گناہ نہین کرتے۔ اُن کا باہم اس امر مین اختلاف ہے۔ کہ فرشتون سے گناہ ہو بھی سکتا ہے۔ یا نہین۔ فرشتون کو گناہ کرنیکی قدرت بھی ہے۔ یا نہین۔ اکثر فلسفیون اور بہت سے جبریون کا یہ قول ہے۔ کہ فرشتے گناہ نہین کرسکتے۔ اور فرشتون مین گناہ کرنے کی قدرت نہین ہے۔ اور اکثر معتزلہ اور بہت سے فقہا کا یہ قول ہی کہ فرشتے گناہ کرسکتے ہین۔ اور فرشتون مین گناہ کرنے کی قدرت ہی۔ اور اُنھون نے اپنے اس قول کو کئی دلیلون سے ثابت کیا ہے (پہلی دلیل) یہ ہی۔ کہ فرشتون نے

جو یہ کہا۔ اَتَجْعَلُ فِیْہَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْہَا (کیا زمین مین تو ایسے لوگون کو پیدا کرتا ہے۔ جو زمین مین فساد کرینگے) تو فرشتون کا یہ قول معصیت اور گناہ ہی۔ یا جو بات بہتر اور
مناسب تھی۔ اُس کا چھوڑنا۔ اور دونون صورتون مین مدعا حاصل ہی (دوسری دلیل) اسد تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَنْ یَّقُلْ مِنْہُمْ اِنِّیْ اِلٰہٌ مِّنْ دُوْنِہٖ فَذٰلِکَ نَجْزِیْہِ
جَہَنَّمَ۔ (جو فرشتہ یہ کہیگا۔ اللہ کے سوا مین بھی ایک معبود ہون۔ تو اُس کے اس قول کا بدلا جہنم ہے) یہ آیت اس امر کی دلیل ہی۔ کہ اسد تعالیٰ نے فرشتون کو اس بات کے
کہنے سے منع کیا۔ اور دھمکایا۔ اور کسی شخص کو کسی چیز سے منع کرنا اور دھمکانا اس امر کی دلیل ہے۔ کہ وہ اُس چیز کو کر سکتا ہے۔ اور اُس کے کرنے پر قادر ہے۔ تو فرشتے اس بات
کو کہ سکتے ہین۔ اور اس بات کے کہنے پر قادر ہین۔ اور اس بات کا کہنا کفر اور گناہ ہی۔ تو فرشتے کفر او گناہ کر سکتے ہین۔ اور کفر اور گناہ کے کرنے پر قادر ہین۔ اور نیز ارشاد فرمایا ہے لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ
عَنْ عِبَادَتِہٖ (فرشتے اسد کی عبادات سے تکبر نہین کرتے) اور تکبر نہ کرنے کے ساتھ مدح او ثنا اُسی وقت ہو سکتی ہے۔ کہ فرشتے تکبر کر سکتے ہون اور اُنھین تکبر کرنیکی قدرت ہو
(تیسری دلیل) اگر فرشتے نیکیان نہ چھوڑ سکتے۔ اور اُنہین نیکیون کے چھوڑنے کی قدرت نہ ہوتی۔ تو نیکیون کے کرنے سے اُن کی مدح اور ثنا نہ ہوتی۔ کیونکہ جو شخص جس چیز کے کرنے پر مجبور ہے
اور اُسے چھوڑ نہین سکتا۔ اور اُسے اُسکے چھوڑنے کی قدرت نہین ہے۔ تو اُس چیز کے کرنے سے اُس کی مدح اور ثنا نہین ہوتی۔ اور نیکیون کے کرنے سے فرشتون کی
مدح اور ثنا ہوتی ہی۔ تو معلوم ہوا کہ فرشتے نیکیون کے کرنے پر مجبور نہین ہین۔ بلکہ وہ نیکیون کو چھوڑ سکتے ہین۔ اور اُنھین نیکیون کے چھوڑنیکی قدرت ہی۔ اسی تیسری دلیل کے ساتھ ایک معتزلی نے اس بات پر
استدلال کیا۔ کہ فرشتے گناہ کر سکتے ہین۔ اور اُنھین گناہ کرنیکی قدرت ہی۔ مین نے اُس معتزلی سے یہ کہا۔ کہ تمہارے نزدیک ثواب اور عوض دینا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پر
ثواب اور عوض کے واجب ہونے کے یہ معنی ہین۔ کہ اللہ تعالیٰ اگر ثواب اور عوض نہ دی۔ تو ثواب اور عوض کے نہ دینے سے اللہ تعالیٰ کا جاہل ہونا لازم آئیگا۔ یا محتاج ہونا۔
اور اللہ تعالیٰ کا جاہل ہونا۔ اور محتاج ہونا۔ یہ دونون محال اور ناممکن ہین۔ اور جس چیز سے امر محال اور ناممکن لازم آئے وہ بھی محال اور ناممکن ہی۔ تو ثواب اور عوض کا نہ دینا محال اور ناممکن ہے۔ اور
جب ثواب اور عوض کا نہ دینا محال اور ناممکن ہے۔ تو ثواب اور عوض کا دینا واجب ہی۔ تو اللہ تعالیٰ کو ثواب اور عوض کا دینا واجب ہی۔ اور ثواب اور عوض نہ دینا محال اور ناممکن ہا با وجود
ثواب اور عوض کے دینے پر اللہ تعالیٰ کی مدح اور ثنا کی جاتی ہی۔ تو ہماری اس تقریر سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ نیکیون کے نہ چھوڑ سکنے۔ اور نیکیون کے چھوڑنے پر قادر نہ ہونے سے یہ لازم
نہین آتا۔ کہ نیکیون کے کرنے سے مدح او ثنا نہ ہو۔ معتزلی یہ تقریر سنکر بند ہو گیا۔ اور اس کا کچھ جواب نہ دے سکا (تیسرا مسئلہ) وَنَحْنُ کا واو حال کے لیے ہی جس طرح تیسری مثال کے
قول مین ہے۔ اَتُحْسِنُ اِلٰی فُلَانٍ وَاَنَا اَحَقُّ مِنْہُ بِالْاِحْسَانِ (کیا فلان شخص پر تو احسان کرتا ہے اور تیرے احسان کا مین زیادہ مستحق ہون) اسد تعالیٰ کو بُرائی سے
دور کرنا یعنی یہ کہنا کہ اسد تعالیٰ بُرائی سے بعید اور دور ہے۔ اسے تسبیح اور تقدیس کہتے ہین۔ تسبیح سَبَحَ فِی الْمَاءِ (یعنی وہ پانی مین دور چلا گیا) سے ماخوذ ہے۔ اور
تقدیس قَدَّسَ فِی الْاَرْضِ (یعنی وہ زمین مین دور چلا گیا) سے جاننا چاہیے۔ کہ کسی چیز کو بُرائی سے بعید اور دور کرنا یعنی کسی چیز کی نسبت یہ کہنا۔ کہ وہ بُرائی سے
بعید اور دور ہی۔ اور اُسمین برائی نہین ہی۔ اسی کہنے کا نام تسبیح ہے۔ اور کسی چیز کو بھلائی سے بعید اور دور کرنا۔ یعنی کسی چیز کی نسبت یہ کہنا کہ وہ بھلائی سے بعید اور دور ہے
اور اُسمین بھلائی نہین ہی اسی کو لعن اور لعنت کہتے ہین جب تجھے یہ معلوم ہو چکا۔ تو اب ہم تسبیح کی تفصیل اور تشریح بیان کرتے ہین تسبیح یعنی برائی سے بعید او دور کرنا
اور یہ کہنا کہ اُس مین برائی نہین ہی۔ اس مین تین چیزین داخل ہین۔ ذات کا بُرائی سے بعید او دور کرنا۔ یعنی ذات مین بُرائی نہین ہے۔ او صفات کا برائی سے بعید اور
دور کرنا یعنی صفات مین برائی نہین ہی۔ اور افعال کا برائی سے بعید اور دور کرنا یعنی افعال مین برائی نہین ہے۔ ذات کے بُرائی سے بعید اور دور ہونے۔ او ذات مین بُرائی کے
نہ ہونے کے یہ معنی ہین۔ کہ اُس مین امکان نہین ہے۔ اور وہ ممکن نہین ہی۔ کیونکہ برائی عدم اور عدم کے ممکن ہونے ہی کو کہتے ہین۔ تو ذات کے بُرائی سے دور ہونے کے یہی معنی ہین کہ
وہ عدم اور عدم کے ممکن ہونے سے دور ہے۔ یعنی اُس مین نہ عدم ہے نہ عدم کا امکان۔ یعنی وہ نہ معدوم ہے۔ اور نہ معدوم ہو سکتی ہے۔ اور اُس مین امکان کے نہ ہونے سے یہ لازم آتا ہے
کہ اُس مین کثرت نہ ہو۔ کیونکہ کثرت کو امکان یعنی ممکن ہونا لازم ہے۔ یعنی یہ نہین ہو سکتا۔ کہ کسی چیز مین کثرت ہو۔ اور وہ ممکن نہ ہو۔ اور لازم کے نہ ہونے سے ملزوم کا نہ ہونا لازم
آتا ہے۔ تو ذات مین امکان کے نہ ہونے سے کثرت کا نہ ہونا لازم آیا یعنی جب ذات ممکن نہین ہے۔ تو وہ کثیر بھی نہین ہے۔ اور ذات مین کثرت کے نہ ہونے سے یہ لازم آتا ہے
کہ نہ وہ جسم ہی۔ نہ عرض ہی۔ نہ اُسکی کوئی ضد ہی۔ نہ اُس کا کوئی شریک۔ اور اُسمین وحدت مطلقہ اور وجوب ذاتی ہے۔ کیونکہ جسم اور عرض اور ضد اور شریک کو کثرت لازم ہے اور وحدت مطلقہ کثرت کی

مقابل اور یہ ابھی بیان ہو چکا ہے۔ کہ لازم کے نہ ہونے سے ملزوم کا نہ ہونا لازم آتا ہے۔ اور کثرت لازم ہے۔ اور جسم اور عرض اور ضد اور شریک ملزوم۔ تو ذات مین کثرت کے نہ ہونے سے یہ لازم آیا۔ کہ وہ نہ جسم ہے۔ نہ عرض۔ اور اُسکے لیے نہ ضد ہے نہ شریک۔ اور ایک مقابل کے نہ ہونے سے دوسرے مقابل کا ہونا لازم آتا ہے۔ تو ذات مین کثرت کے نہ ہونے سے وحدت کا ہونا لازم آیا اور وحدت مطلقہ اور وجوب ذاتی مین ملازمت ہے یعنی وحدت مطلقہ کو وجوب ذاتی اور وجوب ذاتی کو وحدت مطلقہ لازم ہے۔ تو ذات مین وحدت مطلقہ کے ہونے سے وجوب ذاتی کا ہونا لازم آیا۔ حاصل یہ ہے کہ ذات مین برائی نہ ہونیکے یہ معنی ہین۔ کہ وہ ممکن نہین ہے۔ اور ممکن نہ ہونے سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ وہ واجب بالذات ہے۔ اور صفات کے برائی سے بعید اور دور ہونے اور صفات مین برائی کے نہ ہونیکے یہ معنی ہین۔ کہ اُس مین جہل اور نادانی نہین ہے۔ اور اُسے کل اشیا کا علم ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور اُس کی صفتون مین کسی طرح کا تبدل اور تغیر نہین ہے۔ اور افعال کے برائی سے دور ہونے کے یہ معنی ہین کہ اُس کے افعال اور کام منفعتون کے حاصل کرنے اور مضرتون کے دفع کرنے کیلیے نہین ہوتے اور وہ کسی کام کے کرنے سے کامل نہین ہوتا۔ اور نہ کسی کام کے نہ کرنے سے ناقص۔ وہ تمام موجودات اور معدومات سے مستغنی اور بے پروا ہے۔ تمام موجودات کو معدوم اور تمام معدومات کو موجود کر سکتا ہے۔ وعظ و نصیحت والون نے یہ کہا ہے۔ کہ قرآن مین تسبیح کا لفظ کبھی بُرائی سے دور ہونے کے معنی مین آتا ہے۔ اور کبھی تعجب کے معنی مین لیکن تسبیح کا لفظ بُرائی سے دور ہونے کے معنی مین کئی طریق سے آیا ہے۔ (۱) میرا کوئی نظیر و شریک نہین ہے۔ سُبْحٰنَهٗ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (اُس کا کوئی نظیر و شریک نہین ہے۔ وہ ایک اور غالب معبود ہے (۲) مین آسمانون اور زمین کا تدبیر کرنے والا ہون سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمانون اور زمین کے پروردگار اور تدبیر کرنے والے کو مددگار کی حاجت نہین (۳) مین تمام جہانون کا تدبیر کرنے والا ہون سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (اللہ جو تمام جہانون کا پروردگار اور تدبیر کرنے والا ہے ہر ایک برائی اور عیب سے پاک اور مقدس ہے۔ (۴) ظالمون نے جو کچھ مجھے کہا ہے۔ مین اُس سے پاک اور مقدس ہون سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ (تیرے عزت والے پروردگار کو ظالمون نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ اُس سے پاک اور مقدس ہے (۵) مین ہر ایک چیز سے مستغنی اور بے پروا ہون سُبْحٰنَهٗ هُوَ الْغَنِیُّ (اُسے کسی چیز کی حاجت نہین ہے۔ وہی ہر ایک چیز سے مستغنی اور بے پروا ہے (۶) مین ہی ایسا غالب ہون۔ جو ہر ایک چیز پر غالب ہے۔ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ (جس کے ہاتھ مین ہر ایک چیز کی بادشاہت ہے۔ وہ عاجز اور مغلوب ہونے سے پاک اور مقدس ہے۔ (۷) مین ہی ہر ایک چیز کو جانتا ہون سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ عٰلِمِ الْغَیْبِ (غیب کے جاننے والے اللہ کو جو کچھ وہ کہتے ہین وہ اُس سے پاک اور مقدس ہے (۸) مین بی بی اور بچے سے پاک اور مقدس ہون (سُبْحٰنَهٗ اَنّٰی یَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ (وہ بی بی اور بچے سے پاک ہے اُس کے بچہ کس طرح ہو سکتا ہے (۹) وہ میری صفت جو کچھ بیان کرتے ہین مین اُس سے پاک اور مقدس ہون۔ وہ مجھے جو کچھ کہتے ہین۔ مین اُس سے پاک اور مقدس ہون سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ۔ عَمَّا یَقُوْلُوْنَ۔ عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ (وہ جسے میرا شریک کرتے ہین۔ مین اُس سے پاک اور مقدس اور برتر ہون۔ وہ مجھے جو کچھ کہتے ہین مین اُس سے پاک اور مقدس ہون۔ وہ میری جو صفت بیان کرتے ہین مین اُس سے پاک اور مقدس ہون) تسبیح کا لفظ تعجب کے معنی مین بھی کئی طریق سے آیا ہے (۱) وہ مین ہی ہون جسنے قوی اور زور آور چوپایون کو ضعیف اور کمزور بشر کا مطیع اور فرمانبردار کر دیا ہے۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا (وہ ذات قابل تعجب ہے جس نے اس سواری کو ہمارا مطیع اور فرمانبردار کر دیا (۲) وہ مین ہی ہون جس نے سارا جہان پیدا کیا۔ اور اُسے سارے جہان کے پیدا کرنے سے کچھ مشقت نہ ہوئی۔ سُبْحٰنَهٗ اِذَا قَضٰی اَمْرًا (وہ تعب اور مشقت سے پاک اور مقدس ہے۔ وہ جسوقت جو امر چاہتا ہے اُسے یہ کہتا ہے۔ کہ ہو جا۔ وہ اُسی وقت ہو جاتا ہے۔ (۳) وہ مین ہی ہون جو سکھلانے والون کے سکھلانے کے بغیر جانتا ہے۔ وہ مین ہی ہون۔ جسے ہدایت کرنے والون کی ہدایت کے بغیر علم ہے سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (تو تعلیم اور ہدایت اور سکھانے سے پاک اور مقدس ہے ہمین تو جو تو نے تعلیم کیا ہے۔ اور بتا دیا ہے۔ اُس کے سوا ہم اور کچھ نہین جانتے (۴) وہ مین ہی ہون۔ جو گھڑی بھر کی توبہ کرنے سے ستر برس کے گناہ دور کر دیتا ہے۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ (سورج کے نکلنے سے پہلے اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد و ثنا کر) پھر یہ ارشاد فرماتا ہے۔ اگر تو اسکی خوشنودی چاہتا ہے۔ تو تسبیح کر وَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا (صبح اور شام اُسکی تسبیح کرو) اگر تو مصیبت سے کشایش چاہتا ہے۔ تو تسبیح کر لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (تیرے سوا اور کوئی حق معبود نہین ہے۔ تو مثل اور شریک سے پاک اور مقدس ہے۔ بیشک مین ظالمون مین سے ہون) اگر تو اسکی رضا چاہتا ہے۔ تو تسبیح کر۔ وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَطْرَافَ

النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى (کچھ رات کو اور کسیقدر دن کو تسبیح کر شاید تو راضی ہو جائے) اگر تو آگ سے بچنا چاہے تو تسبیح کر۔ سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (تو پاک اور مقدس ہے ہمیں
آگ کے عذاب سے بچا) اے بندے تو میری تسبیح ہمیشہ کر فَسُبْحَانَ اللّٰهِ (اللہ برائی اور عیب اور نقصان سے پاک ہے) فَسَبِّحْ (اے بندے تو اسکی تسبیح کر) وَسَبِّحُوْهُ (اے بندو تم اسکی تسبیح کرو) اگر تو
میری تسبیح نہ کریگا۔ تو تیرا ہی نقصان اور ضرر ہے۔ کیونکہ میری تسبیح کرنے والے بہت سے ہیں عرش کے اٹھانے والے فرشتے بھی میری تسبیح کر رہے ہیں فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ
رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ (اگر کافروں نے تکبر کیا تو جو فرشتے تیرے پروردگار کے پاس ہیں۔ وہ اُس کی تسبیح کر رہے ہیں) اس آیت میں فرشتوں سے عرش کے اُٹھانے والے فرشتے مراد ہیں مقرب
فرشتے بھی میری تسبیح کر رہے ہیں قَالُوْا سُبْحَانَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا (مقرب فرشتوں نے کہا۔ تو برائی اور عیب اور نقصان سے پاک ہے۔ تو ہمارا مددگار ہے) باقی اور سب فرشتے بھی میری تسبیح کر رہے ہیں
قَالُوْا سُبْحَانَكَ مَا كَانَ يَنْبَغِيْ لَنَا (باقی سب فرشتوں نے کہا۔ تو برائی اور عیب اور نقصان سے پاک ہے۔ ہمیں یہ زیبا نہ تھا۔ کہ ہم تیرے سوا کسی اور کو دوست بنائیں) نبیوں نے بھی میری تسبیح
کی ہے۔ ذوالنون نے کہا ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ (تیرے سوا اور کوئی حق معبود نہیں ہے۔ تو برائی اور عیب اور نقصان سے پاک ہے) موسیٰ نے کہا ہے۔ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ
(تو برائی اور عیب اور نقصان سے پاک ہے۔ بیشک میں تیری ہی طرف رجوع ہوا۔ اور صحابہ کی یہ تسبیح ہے۔ سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (تو برائی اور عیب اور نقصان سے
پاک ہے ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔) اور تمام چیزیں تسبیح کر رہی ہیں۔ اُنہی میں سے حشرات الارض اور چوپائے اور ذرے ہیں وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (ہر ایک چیز
اسکی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح کر رہی ہے) اور اسی طرح پتھر اور ڈھیلے اور ریت اور پہاڑ اور رات اور دن اور اندھیرے اور روشنیاں اور جنت اور دوزخ اور زمانہ اور مکان اور عناصر اور ارکان اور
ارواح اور اجسام سب کے سب اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر رہی ہیں۔ جیسا خود ارشاد فرمایا ہے۔ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ (آسمانوں میں جو چیزیں ہیں اُن سب نے اسکی تسبیح کی) پھر اللہ تعالیٰ
یہ ارشاد فرماتا ہے۔ اے بندے مجھے ان چیزوں کی تسبیح کی کچھ پرواہ نہیں ہے میں ان چیزوں کی تسبیح سے مستغنی اور بے پرواہ ہوں۔ اور یہ چیزیں زندہ نہیں ہیں۔ لہٰذا ان چیزوں کو بھی اس
تسبیح کے ثواب کی کچھ حاجت اور ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا ان تسبیحوں کا ثواب لغو اور ضائع ہوا۔ اور یہ میری شان کے قابل اور لائق نہیں ہے۔ میری شان اس سے بمراحل بعید ہے۔ وَمَا خَلَقْنَا
السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا (ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ اُسے لغو اور بیہودہ پیدا نہیں کیا) تو ان چیزوں کی تسبیح بھی لغو اور بیہودہ نہیں
پیدا ہوئی ہے۔ اے بندے ان چیزوں کی تسبیح کا ثواب میں تجھے دوں گا۔ تاکہ ہر ایک شخص کو یہ بات معلوم ہو جائے۔ کہ جو شخص میری خدمت کرتا ہے میں سارے عالم کو اُس کا خادم بنا دیتا ہوں (دوسرا
نکتہ) اے بندے تو عبودیت کے ساتھ میرا ذکر کر۔ تاکہ اُس سے تجھے نفع ہو۔ نہ مجھے۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ (تیرا عزت والا پروردگار برائی اور عیب اور نقصان سے پاک ہے) تیرا پروردگار
اس بات سے پاک ہے۔ کہ اُسے کسی چیز سے فائدہ ہو اے بندے جب تو میری تسبیح کریگا۔ تو میں تجھے گناہوں سے پاک کر دوں گا۔ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (اسکی صبح اور شام تسبیح کرو)
اے بندے مجھے قرض دے۔ اگرچہ مجھے تیرے قرض کی کچھ حاجت اور ضرورت نہیں ہے۔ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (اللہ کو اچھا قرض دو) تاکہ میں ایک کے بدلے تجھے دس دوں۔
مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ (وہ کون شخص ہے۔ جو اللہ کو اچھا قرض دے۔ کہ اللہ اُس کے لیے اُسے بڑھا دے) اے بندے تو میری مدد اور اعانت کر۔ اگرچہ
مجھے تیری مدد کی کچھ پرواہ نہیں ہے۔ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمانوں اور زمین کے لشکر سب اللہ ہی کی ملک ہیں) مجھے لشکر کی بھی کچھ حاجت اور ضرورت نہیں ہے) وَلَوْ يَشَآءُ
اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ (اگر اللہ چاہتا تو اُن سے بدلا اور انتقام لے لیتا) لیکن جب تو میری مدد کرے گا تو میں تیری مدد کروں گا) اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ (اگر تم اسکی مدد
کرو گے۔ تو اللہ تمہاری مدد کریگا) اے بندے میرا ذکر ہمیشہ کر وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ (چند روز اللہ کا ذکر کرو) اگرچہ مجھے تیرے ذکر کی کچھ حاجت نہیں ہے کیونکہ سب
ہی میرا ذکر کرتے ہیں وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (اگر تو اُن سے یہ دریافت کرے۔ کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے۔ تو وہ بھی یہی
کہیں گے۔ کہ اللہ نے) لیکن اے بندے جب تو میرا ذکر کریگا۔ تو میں بھی تیرا ذکر کروں گا) اُذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (تم میرا ذکر کرو۔ تو میں تمہارا ذکر کروں گا) اے بندے تو میری خدمت اور عبادت کر
يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ (اے بندو اپنے پروردگار کی عبادت کرو) اگرچہ مجھے تیری خدمت کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ کیونکہ بادشاہ میں ہی ہوں وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمانوں اور
زمین کی بادشاہت اللہ ہی کیلیے ہے) وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمانوں اور زمین میں جو ہیں وہ سب اللہ ہی کو سجدہ کر رہے ہیں) لیکن اے بندے یہ تھوڑے دن تو میری خدمت میں صرف کر۔ تاکہ تجھے بہت سی
حسنتیں ملیں قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ (اللہ ہی اللہ کہہ اور سب کو چھوڑ دے) چوتھا مسئلہ۔ تفسیر کشاف کے مصنف نے کہا ہے۔ بِحَمْدِكَ حال کے قائم مقام ہے۔ اور اسکی اصل یہ ہے۔ نُسَبِّحُ لَكَ حَامِدِيْنَ لَكَ وَمُلْتَبِسِيْنَ بِحَمْدِكَ (ہم تیری حمد

کرتے ہوئے تیری تسبیح کرتے ہین۔ ہم تیری حمد کے ساتھ تعلق اور لگاؤ رکھتے ہوئے تیری تسبیح کرتے ہین) اور نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ کے دو معنی ہین (پہلے معنی) یہ ہین کہ ہم جو تیری تسبیح کرتے ہین تو
تسبیح استحقاق کے بغیر نہین ہے۔ بلکہ تو اپنی حمد اور اپنے جلال اور بزرگی کے سبب سے اس تسبیح کا مستحق ہی۔ (دوسرے معنی) یہ ہین۔ کہ ہم تیری حمد کے سبب سے تیری تسبیح کرتے ہین۔ اگر تو ہمین توفیق نہ دیتا
تو ہم تیری تسبیح نہ کرسکتے۔ جیسا داؤد علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے۔ اے پروردگار مین تیرا شکر کس طرح ادا کرسکتا ہون۔ اور مین تیری نعمت کا شکر تیری نعمت کے بغیر ہرگز ادا نہین کرسکتا۔
اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کے پاس یہ وحی بھیجی۔ اے داؤد تو نے اب اسوقت ہمارا شکر ادا کیا۔ کیونکہ تجھے یہ بات معلوم ہو گئی کہ یہ سب چیزین ہماری ہی جانب سے ہین۔ علما کا اس امر مین
اختلاف ہی۔ کہ اس تسبیح سے کیا مراد ہی۔ صحیح مسلم مین یہ روایت ہی کہ صبح کیوقت ابوذرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے یا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوذرؓ کے پاس تشریف لائے ابوذرؓ
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا۔ اللہ تعالیٰ کو کونسا کلام سب سے زیادہ پسند ہی۔ آپ نے ارشاد فرمایا جو کلام اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتون کے لیے پسند کیا ہے یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ
اور سعید بن جُبیر نے یہ روایت بیان کی ہی۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ اور ایک مسلمان ایک منافق کے پاس سے گزرا۔ اور اُس نے اُس منافق سے یہ کہا۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم تو نماز پڑھ رہے ہین۔ اور تو بیٹھا ہوا ہی۔ نماز نہین پڑھتا۔ اُس منافق نے اُس سے یہ کہا۔ اگر تجھے کچھ کام ہی۔ تو جا تو اپنا کام کر۔ اُس مسلمان نے یہ کہا۔ میرا یہی گمان ہی۔ کہ
عنقریب تیرے پاس سے کوئی ایسا شخص گذریگا۔ جو تیری اس بات کو بُرا جانے گا۔ اور عمر بن خطابؓ اُس کے پاس سے گذرے۔ اور اُس سے یہ کہا۔ اے شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو نماز
پڑھ رہے ہین۔ اور تو بیٹھا ہوا ہے۔ اُس نے عمر بن خطابؓ کو بھی وہی جواب دیا۔ جو پہلے شخص کو دیا تھا۔ عمر بن خطاب اُس کے اوپر کود پڑے اور اُسے مارا۔ اور یہ کہا میرا یہ کام ہی۔ پھر مسجد مین
آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوگئے۔ تو عمر بن خطابؓ آپ کے پاس جاکر کھڑے ہوئے۔ اور یہ کہا۔ اے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مین ابھی فلان شخص کے پاس سے گزرا۔ اور آپ نماز پڑھ رہے تھے اور وہ بیٹھا ہوا تھا مین نے اُس سے یہ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو نماز پڑھ رہے ہین۔ اور تو بیٹھا
ہوا ہی اُس نے کہا جا تو اپنا کام کر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تو نے اُسے کیون نہین قتل کردیا۔ عمر اُسی وقت دوڑے تاکہ اُسے جا پکڑین اور قتل کردین۔ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ سے کہا۔ اے عمر واپس آ۔ تیرا غضب عزت ہی۔ اور تیری رضا اور خوشنودی حکمت۔ آسمانون مین اللہ کے بہت سے فرشتے ہین جن کی صلوٰۃ کے سبب سے
اُسے اس کی نماز کی کچھ پروا نہین ہی۔ عمرؓ نے کہا۔ اے رسول اللہ فرشتون کی صلوٰۃ کیا ہی۔ آپنے کچھ جواب نہین دیا۔ اُسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریل آئے
اور اُنھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا۔ اے نبی اللہ عمر نے تجھ سے فرشتون کی صلوٰۃ دریافت کی ہی۔ آپنے فرمایا۔ ہان جبریل نے کہا عمر کو میرا اسلام کہیے۔ اور اُسے
یہ خبر دیجیے۔ کہ پہلے آسمان کے فرشتے قیامت تک سجدے مین پڑے ہوئے سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ کہتے رہین گے۔ اور دوسرے آسمان کے فرشتے قیامت تک کھڑے ہوئے یہ
کہتے رہین گے سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوْتِ اور تیسرے آسمان کے فرشتے قیامت تک رکوع مین یہ کہتے رہینگے۔ سُبْحَانَ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوْتُ فرشتون کی تسبیح
یہی ہی (دوسرا قول) یہ ہی۔ کہ نُسَبِّحُ لَكَ سے نُصَلِّي لَكَ مراد ہی۔ اور تسبیح سے نماز مراد ہے۔ اور یہ ابن عباس اور ابن مسعودؓ کا قول ہی (پانچوان مسئلہ) تقدیس پاک کرنے کو
کہتے ہین۔ اور الْأَرْضُ الْمُقَدَّسَةُ بھی اسی سے ماخوذ ہی۔ یعنی پاک کی ہوئی زمین) اس آیت مین تقدیس کے کیا معنے ہین۔ اسمین علما کا اختلاف ہی۔ اُنھون نے کئی معنی بیان
کیے ہین (پہلے معنے) نُقَدِّسُ لَكَ سے مراد نُطَهِّرُكَ ہے یعنی ہم یہ کہتے ہین۔ کہ تو پستی اور ذلت سے پاک ہی۔ اور جو بلندی اور عزت تیرے لائق ہی۔ تو اُس کے ساتھ موصوف ہے
(دوسرے معنے) مجاہد نے کہا ہی۔ نُقَدِّسُ لَكَ کے یہ معنی ہین نُطَهِّرُ أَنْفُسَنَا مِنْ ذُنُوْبِنَا وَخَطَايَانَا ابْتِغَاءَ لِمَرْضَاتِكَ (یعنی ہم تیری رضا جوئی کے لیے گناہون اور خطاؤن سے
اپنے نفسون کو پاک کرتے ہین۔ (تیسرے معنے) ابومسلم نے کہا ہے نُقَدِّسُ لَكَ کے یہ معنی ہین نُطَهِّرُ أَفْعَالَنَا مِنْ ذُنُوْبِنَا حَتّٰى تَكُوْنَ خَالِصَةً لَكَ (ہم گناہون سے اپنے فعلون کو
یہان تک پاک کرتے ہین کہ وہ خاص تیرے ہی لیے ہوجاتے ہین۔ (چوتھے معنے) نُقَدِّسُ لَكَ سے یہ مراد ہے۔ نُطَهِّرُ قُلُوْبَنَا عَنِ الْاِلْتِفَاتِ إِلٰى غَيْرِكَ حَتّٰى تَصِيْرَ
مُسْتَغْرِقَةً فِي أَنْوَارِ مَعْرِفَتِكَ (تیرے غیر کی طرف التفات کرنے سے ہم اپنے دلون کو یہانتک پاک کرتے ہین۔ کہ وہ تیری معرفت کے انوار مین ڈوبے رہتے ہین) معتزلہ نے
یہ کہا ہے کہ کئی طریق سے یہ آیت عدل پر دلالت کرتی ہی یعنی کئی طریق سے اس آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ بندون کے فعل کا خالق اللہ تعالیٰ نہین ہی۔ بلکہ وہ خود ہی اپنے
فعل کے خالق ہین (پہلا طریق) فرشتون کا یہ قول ہی۔ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (ہم تیری حمد وثنا اور تسبیح اور پاکی بیان کرتے ہین) فرشتون نے ان فعلون کی نسبت اپنی طرف کی۔ اگر ان

فعلون کا خالق اللہ تعالیٰ ہوتا۔ فرشتے نہ ہوتے۔ تو فرشتے ان فعلون کی نسبت اپنی طرف نہ کرتے۔ اگر ان فعلون کا خالق اللہ تعالیٰ ہوتا فرشتے ہوتے۔ تو فرشتون کو ان فعلون کے ساتھ اپنی مدح اور ستایش کرنی زیبا نہ ہوتی۔ اگر ان فعلون کا خالق اللہ تعالیٰ ہوتا۔ فرشتے نہ ہوتے۔ تو ان فعلون کو خونریزی اور فساد پر کچھ فضیلت ہوتی کیونکہ اس تقدیر پر یہ فعل اور خونریزی اور فساد یہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے فعل ہین۔ اور جب یہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے فعل ہین۔ تو ان مین سے ایک کو دوسرے پر فضیلت نہین ہے سب کے سب یکسان ہین (دوسرا طریق) اگر فساد اور قتل کا خالق اللہ تعالیٰ ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ کو فرشتون کے سؤال کا یہ جواب دینا چاہیے تھا۔ اِنِّي مَالِكٌ أَفْعَلُ مَا أَشَاءُ (مین مالک ہون جو چاہتا ہون کرتا ہون (تیسرا طریق) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (یعنی جو تم نہین جانتے ہو مین اُسے جانتا ہون) اس بات کو چاہتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فساد اور قتل سے بیزار ہے۔ اور اس تقدیر پر فساد اور قتل اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا اپنے فعل سے بیزار ہونا محال اور ناممکن ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے اس قول سے یہ معلوم ہوا۔ کہ فساد اور قتل اللہ تعالیٰ کا فعل نہین ہے۔ بلکہ آدم علیہ السلام کی اولاد کا فعل ہے (چوتھا طریق) جب ہر ایک بُرائی اور ہر ایک جور اور ہر ایک ظلم اور ہر ایک فساد کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کی مشیت سے ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی تنزیہ اور تقدیس کس طرح ہو سکتی ہے۔ اور یہ کیونکر کہہ سکتے ہین۔ کہ اللہ تعالیٰ بُرائی سے پاک اور دور ہے (پانچوان طریق) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا قول اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (یعنی جو تم نہین جانتے ہو مین اُسے جانتا ہون) عدل کے مذہب (یعنی بندون کے فعلون کا خالق اللہ تعالیٰ نہین ہے۔ بلکہ وہ خود ہی اپنے فعلون کے خالق ہین) پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ کفر کا خالق اور پیدا کنندہ اگر اللہ تعالیٰ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے جو انہین پیدا کیا ہے۔ تو کفر ہی کے لیئے پیدا کیا ہے۔ اور اس صورت مین اللہ تعالیٰ کو فرشتون کے سوال کا یہ جواب دینا چاہیے تھا۔ ہان ہم نے آدم کی اولاد کو اسی لیے پیدا کیا ہے۔ کہ وہ فساد اور قتل کرے جب اللہ تعالیٰ نے اس جواب کو پسند نہ کیا۔ اور فرشتون کو یہ جواب نہ دیا۔ تو یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بندون کے فعل کا خالق نہین ہے۔ اور اہل سنت کا یہ مذہب کہ اللہ تعالیٰ بندون کے فعل کا خالق ہے۔ باطل ہے (چھٹا طریق) اگر فساد اور قتل اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا۔ تو فساد اور قتل۔ لوگون کے رنگون اور جسمون کی مانند ہوتے۔ اور جس طرح لوگون کے رنگون اور جسمون سے تعجب نہین ہو سکتا ہے۔ اسی طرح فساد اور قتل سے بھی تعجب نہ ہو سکتا۔ لیکن فساد اور قتل سے تعجب ہو سکتا ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ فساد اور قتل اللہ تعالیٰ کا فعل نہین ہے بلکہ بندہ ہی کا فعل ہے۔ معتزلہ کے ان سب طریقون کا جواب داعی اور علم کا مسئلہ ہے۔ جس کا بیان کئی دفعہ ہو چکا ہے۔ واللہ اعلم (چھٹا مسئلہ) اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول اِنِّي اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (جو تم نہین جانتے ہو۔ مین اُسے جانتا ہون) فرشتون کے سوال کا جواب کس طرح ہو سکتا ہے۔ تو ہم اس کا یہ جواب دین گے۔ کہ ہم یہ بیان کر چکے ہین کہ فرشتون کے اس سؤال مین کئی احتمال ہین (پہلا احتمال) یہ ہے۔ کہ فرشتون نے یہ سوال تعجب کے سبب کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس سؤال کا یہ جواب دیا۔ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (یعنی تم اس بات سے تعجب مت کرو کہ آدم کی اولاد فساد اور قتل کرے گی۔ کیونکہ مین یہ جانتا ہون کہ آدم کی اولاد مین سے ایک گروہ نیک اور پرہیزگار بھی ہے۔ اور تمہین یہ بات معلوم نہین ہے۔ (دوسرا احتمال) یہ ہے۔ کہ فرشتون نے یہ سوال غم کے سبب کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُنہین یہ جواب دیا۔ کہ تم اس سبب سے غمگین نہ ہو۔ کہ آدم کی اولاد فساد اور قتل کرے گی۔ کیونکہ مین یہ بھی جانتا ہون۔ کہ آدم کی اولاد مین سے ایک گروہ متقی اور پرہیزگار ہے۔ اور آدم کی اولاد مین سے ایسے لوگ بھی ہین۔ اگر وہ اللہ کسی بات کی قسم کھالین۔ تو اللہ اُن کی قسم کو پورا کر دے یعنی اگر وہ یہ قسم کھالین۔ کہ اللہ تعالیٰ یون کریگا۔ تو اللہ تعالیٰ اُسی طرح کریگا۔ اور اُن کی قسم کو پورا کر دیگا۔ (تیسرا احتمال) یہ ہے۔ کہ فرشتون نے یہ سؤال اس سبب سے کیا تھا۔ کہ اُنہین اس کی حکمت معلوم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہین یہ جواب دیا۔ کہ تمہارے حق مین بہتر یہی ہے۔ کہ تمہین اس کی حکمت اجمالاً معلوم ہو۔ تفصیلاً معلوم نہ ہو۔ اس کی حکمت کا تفصیلاً معلوم ہونا تمہارے حق مین برا ہے (چوتھا احتمال) یہ ہے کہ فرشتون کی اس سؤال سے یہ غرض تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ اُنہین زمین مین رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہین یہ جواب دیا۔ مجھے یہ معلوم ہے۔ کہ تمہارے حق مین بہتر یہی ہے۔ کہ تم آسمان مین رہو۔ نہ زمین مین۔ اور فرشتون کے اس سوال مین (پانچوان احتمال) یہ ہے۔ کہ جب فرشتون نے یہ کہا۔ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (ہم تیری حمد و ثنا اور تسبیح اور پاکی بیان کرتے ہین) تو اللہ تعالیٰ نے اُنھین یہ جواب دیا اِنِّي اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (جو تم نہین جانتے ہو مین اُسے جانتا ہون) اور وہ یہ ہے۔ کہ تمہارے ساتھ ابلیس ہے۔ اور اُس کے دل مین حسد اور تکبر اور نفاق ہے۔ اور (چھٹا احتمال) یہ ہے جب تم نے اپنی یہ مدح اور ثنا کی تو تم نے اپنے تئین بڑا جانا۔ اور اس کلام کے ساتھ تم اپنی تسبیح کر رہے ہو۔ میری تسبیح نہین کرتے۔ تم ذرا صبر کرو۔ کہ بشر کا ظہور ہو جائے۔ اور وہ اپنے

ان قولوں کے ساتھ اللہ کے سامنے عاجزی اور تضرع اور زاری کریں رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا (اے پروردگار ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا) وَالَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَلِیْ خَطِیْٓئَتِیْ اور جس سے مجھے امید اور طمع ہے۔ کہ وہ میری خطا بخشدیگا) وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ (مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل کر) (وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (اور اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں کے نام آدم کو سکھلادیے پھر ان سب چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔ اور یہ کہا۔ اگر تم سچے ہو۔ تو ان چیزوں کے نام بتاؤ) جاننا چاہیئے کہ جب فرشتوں نے اللہ سے یہ پوچھا۔ کہ آدم اور آدم کی اولاد کے پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے۔ اور ان کے رہنے کے لیے زمین کے مقرر کرنے میں کیا مصلحت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے قول اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ میں (یعنی جو تم نہیں جانتے ہو میں اسے جانتا ہوں) انہیں اس کی حکمت اجمالاً بتادی۔ تو اب اللہ تعالیٰ نے اس اجمالی حکمت کا شرح اور مفصل بیان کرنا چاہا۔ اور آدم علیہ السلام کی جو فضیلت فرشتوں کو معلوم نہ تھی وہ ان پر اس طرح ظاہر کی۔ کہ آدم کو سب چیزوں کے نام سکھلادیے پھر وہ سب چیزیں فرشتوں کے سامنے پیش کیں تاکہ فرشتوں کو آدم کا فضل و کمال ظاہر ہوجاے۔ اور انہیں یہ امر منکشف ہوجائے۔ کہ ہم علم میں آدم سے کم ہیں۔ اور یہ تفصیلی جواب اس اجمالی جواب کی تاکید اور تایید ہوجائے۔ اس آیت میں کئی مسئلے ہیں (پہلا مسئلہ) اشعری اور جبائی اور کعبی نے یہ کہا ہے۔ کہ تمام زبانیں توقیفی ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام زبانوں کے الفاظ اور تمام معانی اور اس امر کا بدیہی اور ضروری علم آدم علیہ السلام کے دل میں پیدا کردیا تھا کہ یہ الفاظ ان معانی کے لیے موضوع اور مقرر ہیں۔ توقیف کے معنی واقف کرنے کے ہیں۔ اور تمام زبانوں کے توقیفی ہونے کے یہ معنی ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام زبانوں سے اس طرح واقف کردیا۔ کہ تمام زبانوں کا بدیہی اور ضروری علم ان کے دل میں پیدا کردیا۔ اور وہ اپنے اس قول پر اللہ تعالیٰ کے قول وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام زبانیں سکھلادیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے دل میں تمام زبانوں کا بدیہی اور ضروری علم پیدا کردیا) سے دلیل لائے ہیں اور اس آیت سے اس قول پر استدلال کرنے میں جو بحث ہے۔ وہ ہم نے اصول فقہ میں بیان کی ہے۔ اور ابوہاشم نے یہ کہا ہے۔ کہ زبانوں کے وضع کرنے اور مقرر کرنے سے پہلے کسی نہ کسی زبان اور اصطلاح کا ہونا ضروری ہے۔ اور وہ اس امر کے ثبوت پر کئی دلیلیں لایا ہے۔ (پہلی دلیل) اگر اس امر کا علم ضروری اور بدیہی ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کو ان معانی کے لیے وضع کیا ہے۔ تو یہ بدیہی اور ضروری علم یا عاقل کو حاصل ہوگا۔ یا غیر عاقل کو۔ یہ بدیہی اور ضروری علم عاقل کو (یعنی جو مجہول چیزوں کو دلائل سے حاصل کرسکتا ہے) حاصل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اگر عاقل کو اس امر کا بدیہی اور ضروری علم حاصل ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کو ان معانی کے لیے وضع کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ان الفاظ کو وضع کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ تو اس عاقل کو اللہ تعالیٰ کی صفت کا علم بدیہی اور ضروری ہوجائیگا۔ حالانکہ اُسے اللہ تعالیٰ کی ذات کا علم بدیہی اور ضروری نہیں ہے۔ بلکہ دلیل سے حاصل ہوا ہے۔ اور یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ ذات کا علم تو بدیہی اور ضروری نہ ہو۔ بلکہ دلیل سے حاصل ہوا ہو۔ اور صفت کا علم بدیہی اور ضروری ہو۔ تو یہ بات ثابت ہوگئی۔ کہ عاقل کو اس امر کا بدیہی اور ضروری علم حاصل نہیں ہوسکتا۔ اور یہ بدیہی و ضروری علم غیر عاقل کو بھی حاصل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ یہ بات عقل کے نزدیک نہایت ہی بعید ہے۔ کہ غیر عاقل کو ان زبانوں کا علم بدیہۃً حاصل ہو۔ باوجودیکہ ان زبانوں میں عجیب عجیب حکمتیں ہیں۔ تو یہ بات ثابت ہوگئی۔ کہ جو لوگ توقیف کے قائل ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام زبانوں سے واقف کردیا۔ اور ان کے دل میں تمام زبانوں کا بدیہی اور ضروری علم پیدا کردیا۔ ان کا یہ مذہب اور قول باطل ہے۔ (دوسری دلیل) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے خطاب کیا۔ اور اس سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ اس خطاب سے پہلے کوئی نہ کوئی زبان تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے خطاب کیا (تیسری دلیل) یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا میں تعلیم کو اسماء کی طرف مضاف اور منسوب کیا۔ اور یہ ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو چیزوں کے اسماء تعلیم کردیے۔ اور اس سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ اس تعلیم سے پہلے بھی یہ اسماء اسماء تھے۔ اور جب یہ اسماء تعلیم سے پہلے بھی اسماء تھے۔ اور چیزوں کے لیے موضوع اور مقرر۔ تو اس تعلیم سے پہلے زبانیں تھیں (چوتھی دلیل) یہ ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو یہ بتایا۔ کہ یہ اسماء اور الفاظ ان معانی کیلیے موضوع اور مقرر ہیں۔ تو فرشتوں کو اس بات کا جاننا ضرور ہے۔ کہ آدم علیہ السلام نے جو یہ بتایا ہے۔ کہ یہ اسماء اور الفاظ ان معانی کیلیے موضوع اور مقرر ہیں۔ ان کا یہ بیان سچا۔ اور صحیح اور درست ہے۔ اگر فرشتوں کو اس بات کا علم نہ ہو۔ تو انہیں یہ معلوم نہیں

ہوسکتا۔ کہ آدم علیہ السلام نے جو بتایا ہے۔ وہ صحیح اور درست ہی۔ یا غلط۔ اور انہیں آدم علیہ السلام کا فضل و کمال معلوم نہ ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کی حجت تمام نہ ہوگی۔ اور فرشتے اس بات کو اسی وقت جان سکتے ہیں۔ جسوقت کہ اس تعلیم سے پہلے یہ اسمار اور الفاظ ان معانی کے لیے موضوع اور مقرر ہوں (پہلی دلیل کا جواب) یہ کیوں نہیں کہہ سکتے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس امر کا بدیہی اور ضروری علم آدم علیہ السلام کے دل میں پیدا کر دیا۔ کہ کسی وضع کرنے والے نے ان الفاظ کو ان معانی کے لیے وضع کیا ہی اور یہ بات نہیں کھلی۔ کہ ان الفاظ کا وضع کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ یا آدمی۔ اور اس صورت میں نہ وضع اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ اور نہ یہ لازم آتا ہے۔ کہ ذات کا علم تو بدیہی اور ضروری نہ ہو۔ بلکہ دلیل سے حاصل ہوا ہو۔ اور صفت کا علم بدیہی اور ضروری ہو۔ ہم نے یہ بات بھی تسلیم کر لی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے عاقل میں الفاظ کی وضع کا بدیہی اور ضروری علم پیدا نہیں کیا ہے۔ لیکن یہ کیوں نہیں کہہ سکتے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے یہ بدیہی اور ضروری علم غیر عاقل میں پیدا کیا ہی۔ اور استدلال کے مقام میں اس امر پر اعتماد کرنا۔ کہ یہ بات عقل کے نزدیک نہایت ہی بعید ہے۔ بعید از عقل ہی (دوسری دلیل کا جواب) یہ کیوں نہیں کہہ سکتے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کسی اور طریق (یعنی کتابت وغیرہ) سے خطاب کیا اور کسی زبان میں خطاب نہیں کیا۔ تاکہ اس خطاب سے پہلے کسی زبان کا ہونا لازم آئے۔ (تیسری دلیل کا جواب) اس میں کسی طرح کا شک نہیں ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ان الفاظ کے وضع کرنے کا ارادہ اس تعلیم سے پہلے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارادے کے اعتبار سے یہ الفاظ اشیار کے اسمار ہیں لہذا تعلیم کو اسما کی طرف اس اعتبار سے مضاف اور منسوب کیا۔ اور چوتھی دلیل کا جواب انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب آتا ہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (دوسرا مسئلہ) بعضے آدمیوں نے یہ کہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے قول وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا کے یہ معنی ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کی صفتیں اور خاصیتیں سکھا دیں اور بتا دیں۔ اور اس قول کی یہ دلیل ہی۔ کہ اسم کا لفظ یا سِمَةٌ سے مشتق ہے۔ یا سُمُوٌّ سے۔ اگر سِمَةٌ سے مشتق ہے۔ تو اسم کے معنے علامت کے ہیں۔ اور چیزوں کی صفتیں اور خاصیتیں اُن کی ماہیتوں کی علامتیں اور دلیلیں ہیں۔ تو اسمار کے لفظ سے چیزوں کی صفتیں اور خاصیتیں مراد ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ اَسْمَآء کے معنے علامتوں کے ہیں۔ اور چیزوں کی صفتیں اور خاصیتیں اُن کی علامتیں ہیں۔ اگر اسم کا لفظ سُمُوّ سے مشتق ہے۔ تو بھی اسمار سے چیزوں کی صفتیں اور خاصیتیں مراد ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ سُمُوّ کے لفظ کے معنے عُلُوّ اور بلندی کے ہیں۔ اور چیزوں کی صفتیں اور خاصیتیں چیزوں کی دلیلیں ہیں۔ اور ہر ایک چیز کی دلیل اُس چیز سے بلند ہے۔ کیونکہ ہر ایک چیز کی دلیل کا علم اُس چیز کے علم سے پہلے حاصل ہوتا ہے جس کی وہ دلیل ہی۔ اور دلیل کے علم کا حاصل ہونا اُس چیز کے علم کے حاصل ہونے کا سبب ہے جس کی وہ دلیل ہی۔ تو ہر ایک چیز کی دلیل فی الحقیقت اُس چیز سے اعلےٰ اور بلند ہے۔ حاصل یہ ہی کہ صفت اور خاصیت شئی کی دلیل ہی۔ اور ہر ایک چیز کی دلیل اُس سے بلند ہی۔ تو ہر ایک چیز کی صفت اور خاصیت اُس چیز سے بلند ہی۔ اور اسم کے لفظ کے معنی بھی اعلیٰ اور بلند ہی کے ہیں۔ تو ہر ایک چیز کی صفت اور خاصیت کو اسم کہہ سکتے ہیں۔ تو یہ بات ثابت ہو گئی کہ لغت کے اعتبار سے اس آیت میں اسم کے لفظ سے صفت مراد ہو سکتی ہی۔ رہی یہ بات کہ نحویوں نے اسم کے لفظ کو خاص لفظوں کے ساتھ خاص کر لیا ہی۔ اور وہ انھی خاص لفظوں کو اسم کہتے ہیں۔ اور صفتوں اور خاصیتوں کو اسم نہیں کہتے۔ تو نحویوں کی یہ اصطلاح قرآن کے نازل ہونے کے پیچھے ہے۔ اُن کی اس اصطلاح کا کچھ اعتبار نہیں۔ اس آیت میں اسم کے وہی لغوی معنی مراد ہیں۔ جب یہ امر ثابت ہو گیا۔ کہ لغت کے اعتبار سے اسم کے لفظ سے صفت اور خاصیت مراد ہو سکتی ہے۔ تو اس امر کی کئی دلیلیں ہیں۔ کہ اس آیت میں اسم کے لفظ سے صفت اور خاصیت ہی کا مراد ہونا واجب اور ضروری ہے (پہلی دلیل) یہ ہی۔ کہ چیزوں کی حقیقتوں کے جاننے کی فضیلت چیزوں کے اسمار اور زبانوں کے جاننے کی فضیلت سے بہت زیادہ ہی۔ اور جو کلام فضیلت کے ظاہر کرنے کے لیے ذکر کیا جائے۔ اُس سے وہی معنے مراد لینے بہتر ہیں جس میں فضیلت زیادہ ہو (دوسری دلیل) یہ ہے۔ کہ تحدی اُسی چیز کے ساتھ ہو سکتی ہے کہ جس کی مثل پر سامع کو فی الجملہ قدرت ہو جو شخص زبان اور فصاحت جانتا ہے اُس سے یہ کہنا زیبا ہی۔ کہ آپ میری کلام کی مثل فصیح کلام بنائیے۔ اور عربی کا زنگی سے یہ کہنا زیبا نہیں ہی کہ آپ میری زبان میں کلام کیجیے۔ کیونکہ عقل کسی طریق سے زبانوں کو نہیں جان سکتی زبانوں کا جاننا صرف تعلیم پر موقوف ہی۔ اگر تعلیم ہوئی۔ تو زبان حاصل ہو گئی۔ اگر تعلیم نہ ہوئی تو زبان حاصل نہ ہوئی اور اشیار کی حقائق کے علم کے حاصل کرنے کی عقل کو قدرت ہی۔ تو اشیاء کی حقائق کے ساتھ تحدی ہو سکتی ہی۔ اس دلیل کا حاصل یہ ہی۔ کہ تحدی اُسی چیز کے ساتھ ہو سکتی ہی۔ جس پر سامع کو فی الجملہ قدرت ہو۔ اور تعلیم کے بغیر زبانوں کے حاصل کرنے کی قدرت نہیں ہی۔ اور اشیار کی حقائق کے علم کی حاصل کرنے کی قدرت ہی۔ تو زبانوں کے علم کے ساتھ تحدی نہیں ہو سکتی۔ اور اشیار کی حقائق کے علم کے ساتھ ہو سکتی ہی۔ لہذا اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ

کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اشیاء کی حقیقتیں تعلیم کردیں۔ اور یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ آدم کو چیزوں کے نام بتادیے (دوسرا قول۔ اور یہی قول مشہور ہی) یہ ہی۔ کہ آدم علیہ السلام کی اولاد آجکل جو جو مختلف
زبانیں عربی۔ فارسی۔ رومی۔ وغیرہ بولتی ہے۔ اُن سب زبانوں میں مخلوقات کے اُن تمام اجناس اور اقسام کے نام مراد ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں یعنی تمام زبانوں میں تمام چیزوں کے
نام مراد ہیں۔ آدم علیہ السلام کی اولاد یہ سب زبانیں بولتی تھی جب آدم علیہ السلام فوت ہوگئے۔ اور اُن کی اولاد عالم کے اطراف وجوانب میں متفرق ہوگئی تو اُن میں سے ہر ایک اِن زبانوں میں سے
ایک ایک زبان بولنے لگا۔ اور اُس پر وہی زبان غالب ہوگئی جب ایک مدت مدید گزرگئی اور آدمؑ کی اولاد میں سے قرن کے قرن فوت ہوگئے تو اُن میں سے ہر ایک کو صرف ایک ایک زبان یاد رہ گئی
اور باقی سب زبانیں بھول گئے۔ آدم علیہ السلام کی اولاد کی زبان کے اختلاف اور تغیر کا یہی سبب ہے۔ علمائے معانی نے یہ کہا ہی۔ اللہ تعالیٰ کے قول وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ میں حذف اور اضمار ضرور ہے
یہ بھی احتمال ہے۔ کہ مضاف الیہ محذوف ہو۔ اور اس قول کی یہ اصل ہو۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ اَسْمَآءَ الْمُسَمَّيَاتِ (یعنی نام والی چیزوں کے نام اللہ تعالیٰ نے آدم کو سکھلا دیے) اور یہ بھی احتمال ہی کہ مضاف
محذوف ہو۔ اور اس قول کی یہ اصل ہو۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ مُسَمَّيَاتِ الْاَسْمَآءِ (اور نام جن چیزوں کے نام تھے۔ وہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے آدم کو سکھلا دیں) اُنھوں نے یہ کہا ہی۔ کہ ان دونوں احتمالوں
میں سے پہلا احتمال بہتر ہی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اَنْۢبِئُوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ (تم مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ) اور فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ (جب فرشتوں کو آدمؑ نے اُن چیزوں کے نام بتادیے) ارشاد فرمایا
اور اَنْۢبِئُوْنِيْ بِهٰٓؤُلَآءِ (یعنی تم مجھے یہ چیزیں بتاؤ) اور اَنْۢبَاَهُمْ بِهِمْ (یعنی جب فرشتوں کو آدمؑ نے وہ چیزیں بتادیں) ارشاد نہ فرمایا۔ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کری۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو سب
چیزوں کے نام سکھلائے تھے۔ اور اُن میں غیر ذوی العقول چیزیں بھی تھیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے عَرَضَهُمْ کیوں ارشاد فرمایا۔ اور عَرَضَهَا۔ کیوں نہیں ارشاد فرمایا یعنی هُمْ جو ذوی العقول کیلئے ہے
کیوں ارشاد فرمایا۔ اور هَا جو غیر ذوی العقول کیلئے ہے۔ کیوں نہیں ارشاد فرمایا۔ تو ہم اس اعتراض کا یہ جواب دیں گے۔ کہ اُن چیزوں میں فرشتے اور انسان اور جن بھی تھے۔ اور یہ ذوی العقول ہیں تو
تو اللہ تعالیٰ نے ذوی العقول کو غیر ذوی العقول پر غلبہ دیا۔ اور جو لفظ ذوی العقول کے لئے تھا۔ وہ ارشاد فرمایا۔ کیونکہ عرب کی عادت یہی ہے۔ کہ وہ تغلیب کے وقت کامل کو ناقص پر غلبہ دیا کرتے ہیں
(تیسرا مسئلہ) بعضے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے قول اَنْۢبِئُوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ (مجھے تم ان چیزوں کے نام بتاؤ) سے تکلیف مالا یطاق کے جائز ہونے پر استدلال کیا ہی۔ اور اُن کا یہ استدلال اس سبب سے ضعیف ہے
کہ یہ امر تکلیف کیلئے نہیں ہے بلکہ صرف سرزنش اور توبیخ کیلئے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم تھا۔ کہ فرشتے ان چیزوں کے ناموں کے بتانے سے عاجز ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے باوجود اس علم کے سرزنش
اور توبیخ کے طریق سے اُن سے اُن چیزوں کے نام پوچھے۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (یعنی اگر تم سچے ہو) اس امر کی دلیل ہی (چوتھا مسئلہ) معتزلہ نے یہ کہا ہے۔ کہ اشیاء کی اسماء کا
علم آدم علیہ السلام کا معجزہ ہی۔ جو اس امر پر دلالت کرتا ہے۔ کہ آدم علیہ السلام اُسوقت نبی تھے۔ اور زیادہ قریب اور ظاہر یہی ہے۔ کہ آدم علیہ السلام حوّا کی طرف بھیجے گئے تھے۔ اور یہ بھی کچھ بعید نہیں ہے
کہ جن فرشتوں کو آدم علیہ السلام نے چیزوں کے نام بتائے تھے۔ آدم علیہ السلام اُن کی طرف بھیجے گئے ہوں۔ کیونکہ وہ سب فرشتے اگرچہ رسول تھے لیکن رسول کی طرف رسول کا بھیجنا جائز ہی
جیسے ابراہیم علیہ السلام کو لوط علیہ السلام کی طرف رسول کرکے بھیجا۔ باوجودیکہ لوط علیہ السلام خود بھی رسول تھے۔ اور معتزلہ اپنے اس قول پر یہ دلیل لائے ہیں۔ کہ آدم علیہ السلام کو اس علم کا حاصل
ہونا عادت کے خلاف ہی۔ تو اس علم کا معجزہ ہونا واجب اور ضروری ہوا۔ اور جب اس علم کا معجزہ ہونا ثابت ہوگیا۔ تو یہ بات ثابت ہوگئی۔ کہ آدم علیہ السلام اُسوقت رسول تھے۔ معتزلہ کی اس دلیل پر
یہ اعتراض ہوسکتا ہے۔ کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ یہ علم عادت کے خلاف ہی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو زبان سکھلائی اُسے زبان کا حاصل ہوجانا۔ اور جسے نہیں سکھلائی۔ اُسے زبان کا حاصل
نہ ہونا عادت کے خلاف نہیں ہے۔ اور نیز فرشتوں کو یہ بات یا معلوم تھی۔ کہ یہ اسم ان چیزوں کے لیے موضوع اور مقرر ہیں۔ یا معلوم نہ تھی۔ اگر معلوم تھی۔ تو فرشتے اُن چیزوں کے نام بتاسکتے تھے۔
اور آدم علیہ السلام کا مقابلہ کرسکتے تھے۔ اور آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر کچھ فضیلت اور مزیت نہ تھی۔ اگر معلوم نہ تھی۔ تو فرشتوں کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام نے جو یہ بیان کیا ہی۔ کہ
ان چیزوں میں سے ہر ایک چیز کا یہ نام ہی۔ آدم علیہ السلام کا یہ بیان صحیح اور درست ہی۔ جاننا چاہیے کہ اس اعتراض کے دو جواب ہوسکتے ہیں (پہلا جواب) فرشتوں کی قسموں میں سے ہر ایک قسم ان زبانوں میں سے
صرف ایک ایک زبان جانتی تھی۔ اور باقی اور سب زبانوں سے جاہل اور ناواقف تھی۔ فرشتوں کی تمام قسمیں حاضر ہوئیں۔ اور آدم علیہ السلام نے اُن سب کے سامنے تمام چیزوں کے نام تمام زبانوں میں بتائے
فرشتوں کی تمام قسموں کو اپنی اپنی زبان کی نسبت یہ معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام نے ہماری زبان میں ان سب چیزوں کے نام ٹھیک ٹھیک بتائے۔ لیکن تمام فرشتے تمام زبانوں کے جاننے سے عاجز ہوئے
اور آدم علیہ السلام کا تمام زبانوں کا جاننا معجزہ ہوا (دوسرا جواب) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آدم علیہ السلام کے بیان کے سننے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ایسی چیز تعلیم کردی ہو۔ کہ جس کے ساتھ
اُنھوں نے آدم علیہ السلام کے بیان کے صحیح اور درست اور سچے ہونے پر استدلال کیا۔ اور جس وقت آدم علیہ السلام نے چیزوں کے نام بتائے اُسی وقت اُنھیں آدم علیہ السلام کے بیان کا صحیح اور

درست اور معجز ہونا معلوم ہوگیا۔ ہم نے یہ امر تسلیم کرلیا۔ کہ آدم علیہ السلام سے ایسے فعل کا ظہور ہوا۔ جو عادت کے خلاف ہے۔ لیکن یہ کیون نہین ہوسکتا۔ کہ یہ فعل کرامتون یا ارہاص مین سے ہو۔ یہ دونون ہمارے نزدیک (یعنی اہل سنت کے نزدیک) جائز ہین۔ اور اسوقت اس مسئلے کی بحث ان دونون کی بحث کی فرع ہوجائیگی۔ اور جن لوگون کو اس بات کا یقین ہے۔ کہ آدم علیہ السلام اسوقت (یعنی چیزون کے نام بتانے کے وقت) نبی نہ تھے۔ اُنھون نے اپنے اس دعوے کو کئی دلیلون سے ثابت کیا ہے۔ (پہلی دلیل) یہ ہے۔ کہ اگر آدم علیہ السلام اُسوقت (یعنی چیزون کے نام بتانے کے وقت) نبی ہون۔ تو آدم علیہ السلام سے نبوت کے بعد معصیت ہوگی۔ اور نبی سے نبوت کے بعد معصیت نہین ہوسکتی۔ تو آدم علیہ السلام کا اُسوقت نبی نہ ہونا واجب اور ضروری ہوا۔ لیکن اس امر کا ثبوت کہ اگر آدم علیہ السلام اُسوقت نبی ہون۔ تو اُن سے نبوت کے بعد معصیت ہوگی۔ یہ ہے۔ کہ آدم علیہ السلام سے جو لغزش ہوئی ہے۔ وہ بالاتفاق اس واقعے کے بعد ہوئی ہے۔ اور وہ لغزش کبیرہ گناہون مین سے ہے۔ اس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آگے آتا ہے۔ اور کبیرہ گناہ تحقیر اور لعنت کے مستحق ہونے کا موجب ہے۔ اور نبی تحقیر اور لعنت کے مستحق نہین ہوسکتے۔ تو لامحالہ یہی کہنا واجب اور ضروری ہوا کہ یہ واقعہ نبوت سے پہلے ہوا تھا۔ (دوسری دلیل) اگر آدم علیہ السلام اُسوقت رسول ہون۔ تو وہ کسی کی طرف بھیجے گئے تھے۔ یا نہین۔ اگر کسی کی طرف بھیجے گئے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُنھین یا فرشتون کی طرف بھیجا تھا۔ یا آدمیون کی طرف یا جنون کی طرف۔ آدم علیہ السلام کا فرشتون کی طرف بھیجنا اس سبب سے باطل اور ناممکن ہے کہ فرشتے معتزلہ کے نزدیک آدمیون سے افضل ہین۔ اور ادنیٰ کا اشرف اور اعلیٰ کی طرف رسول کرکے بھیجنا جائز نہین ہے۔ کیونکہ رسول متبوع ہے۔ اور امت تابع اور اشرف اور اعلیٰ کو ادنیٰ کے تابع کردینا اصل کے خلاف ہے۔ اور ایک بات یہ بھی ہے۔ کہ ہر ایک شخص اپنی جنس کا قول زیادہ تسلیم اور قبول کرتا ہے۔ اور اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا (اگر ہم آدمیون کی طرف فرشتے کو رسول کرکے بھیجتے۔ تو ہم اس فرشتے کو بھی آدمی ہی بنادیتے) اور آدم علیہ السلام کا آدمیون کی طرف بھیجنا بھی جائز نہین ہے۔ کیونکہ وہان حوا کے سوا اور کوئی آدمی نہ تھا۔ اور حوا کو تکلیف اور نہی آدم کے واسطے کے بغیر معلوم ہوئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ (اے آدم اور حوا تم دونون اس درخت کے قریب بھی نہ جاؤ) اللہ تعالیٰ نے حوا کو یہ نہی بالمشافہ کی۔ اور آدم کو اپنے اور حوا کے درمیان واسطہ نہین کیا۔ تو معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام حوا کی طرف بھی نہین بھیجے گئے تھے) اور آدم علیہ السلام کا جنون کی طرف بھیجنا بھی جائز نہین ہے۔ کیونکہ اُسوقت آسمان مین کوئی جن نہین تھا۔ اور یہ بھی جائز نہین ہے کہ آدم علیہ السلام اُسوقت کسی کی طرف نہ بھیجے گئے ہون۔ کیونکہ آدم علیہ السلام کے رسول کرنے سے مقصود یہی ہے۔ کہ وہ کسی کی طرف بھیجے جائین۔ اور جس جگہ کوئی شخص ایسا نہین ہے۔ جس کی طرف وہ بھیجے جائین۔ تو آدم علیہ السلام کے رسول کرنے سے کچھ فائدہ نہین ہے۔ اور یہ دلیل بہت قوی نہین ہے (تیسری دلیل) اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ (پھر آدم کے پروردگار نے اُسے برگزیدہ کرلیا) یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو لغزش کے بعد برگزیدہ کیا۔ تو یہ کہنا ضروری ہوا۔ کہ آدم علیہ السلام لغزش سے پہلے برگزیدہ نہ تھے۔ اور جب لغزش سے پہلے برگزیدہ نہ تھے۔ تو اُس وقت رسول بھی نہ تھے۔ کیونکہ رسالت اور اجتبا یعنی برگزیدگی مین باہم تلازم ہے۔ یعنی ان مین سے ہر ایک دوسرے کو لازم ہے۔ ایک دوسرے سے جدا نہین ہوسکتا یعنی یہ نہین ہوسکتا۔ کہ کوئی شخص رسول ہو۔ اور مجتبیٰ اور برگزیدہ نہ ہو۔ اور یہ بھی نہین ہوسکتا کہ کوئی شخص مجتبیٰ اور برگزیدہ ہو۔ اور رسول نہ ہو۔ کیونکہ بزرگیون کے تمام اقسام کے ساتھ خاص کردینے ہی کا نام اجتبا اور برگزیدگی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو رسول کیا۔ تو ضرور بالضرور اُسے بزرگیون کے تمام اقسام کے ساتھ خاص کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (اللہ جس جگہ رسالت اور پیامبری کرتا ہے۔ اُس جگہ کو خوب جانتا ہے یعنی اللہ جسے رسول اور پیامبر کرتا ہے۔ اُسے خوب جانتا ہے (پانچوان مسئلہ) اللہ تعالیٰ کے قول اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (یعنی اگر تم سچے ہو) کے علما نے کئی معنی بیان کیے ہین (پہلے معنے) یہ ہین۔ اگر تم یہ بات جانتے ہو۔ کہ تم نے جو آدم کی اولاد کے فساد اور خونریزی کرنے کی خبر دی ہے تم اس خبر دینے مین سچے ہو۔ تو تم مجھے ان چیزون کے نام بتاؤ۔ (دوسرے معنی) یہ ہین۔ تم مجھے خبر دو اور حق اور سچ کے سوا اور کچھ نہ کہو۔ اللہ تعالیٰ کی اس قول سے یہ غرض ہے۔ کہ فرشتون کے اُس قصور اور عاجز ہونے کی تاکید کرے جس سے اُنھین آگاہ کرچکا ہے۔ کیونکہ جب یہ امر فرشتون کے ذہن نشین ہوجائیگا۔ کہ اگر ہم خبر دینگے۔ تو ہماری خبر سچی نہ ہوگی۔ اور ہمین کسی طرح سے سچی خبر معلوم نہین ہوسکتی۔ تو اُنھین یہ بات معلوم ہوجائیگی۔ کہ ہم سچی خبر نہین دیسکتے۔ اور ہمین سچی خبر کا دینا دشوار اور ناممکن ہے (تیسرے معنے) اگر تم اپنے اس قول مین سچے ہو۔ کہ مخلوق جس چیز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریگی ہم بھی اُس چیز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرسکتے ہین۔ یہ ابن عباس اور ابن مسعود کا قول ہے۔ (چوتھے معنے) اگر تم اپنے اس قول مین سچے ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ جسے پیدا کریگا۔ ہم علم مین اُس سے زیادہ ہی ہونگے۔ تو تم مجھے ان چیزون کے نام بتاؤ (چھٹا مسئلہ) یہ آیت علم کی فضیلت کی دلیل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی

پیدائش مین اپنی حکمت کا کمال آدم علیہ السلام کے علم کے سوا اور کسی چیز کے ساتھ ظاہر نہین کیا- اگر کوئی چیز علم سے اشرف اور افضل ہو سکتی- تو اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کی فضیلت اُسی چیز کے ساتھ ظاہر کرتا- علم کے ساتھ ظاہر نہ کرتا- جاننا چاہیے- کہ علم کی فضیلت قرآن مجید اور حدیث شریف اور عقلی دلائل سے ثابت ہے- قرآن مجید سے علم کی فضیلت کے ثبوت کی کئی دلیلین ہین- (پہلی دلیل) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علم کا نام حکمت رکھا ہے- اور حکمت کی بہت عظمت بیان کی ہے- یہ علم کی عظیم الشان قدر کی دلیل ہے- اس امر کے ثبوت کی دلیل کہ اللہ تعالیٰ نے علم کا نام حکمت رکھا ہے- مقاتل کا یہ قول ہے- کہ قرآن شریف مین حکمت کے لفظ کے چار معنی ہین (پہلے معنی) قرآن کی نصیحتون کے ہین سورہ بقر مین ارشاد فرمایا ہے- وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ (جو قرآن اور جو قرآن کی نصیحتین اسنے تم پر نازل کی ہین) اس آیت مین حکمت کے لفظ سے قرآن کی نصیحتین مراد ہین سورہ نسا مین ارشاد فرمایا ہے- وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (قرآن اور قرآن کی نصیحتین اسنے تیرے اوپر نازل کین) اس آیت مین بھی حکمت کے لفظ سے قرآن کی نصیحتین مراد ہین- اور اسی طرح آل عمران مین حکمت کے لفظ سے قرآن کی نصیحتین مراد ہین (دوسرے معنے) فہم اور علم کے ہین- اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے- وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا (اور ہم نے یحییٰ کو لڑکپن مین فہم اور علم دیا) اس آیت مین حکم کے معنی فہم اور علم کے ہین- سورہ لقمان مین ارشاد فرمایا ہے- وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ (بیشک ہم نے لقمان کو فہم اور علم دیا) سورہ انعام مین ارشاد فرمایا ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ (یہ وہ لوگ ہین جنکو ہم نے کتاب اور فہم اور علم دیا) اس آیت مین حکم کے معنے فہم اور علم کے ہین (تیسرے معنے) نبوت کے ہین سورہ نسا مین ارشاد فرمایا ہے- فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (بیشک ہم نے ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور نبوت دی) سورہ صٓ مین ارشاد فرمایا ہے وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ (اور ہم نے اُسی نبوت دی) سورہ بقرہ مین ارشاد فرمایا ہے- وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ (اللہ نے داؤد کو بادشاہت اور نبوت دی) ان تینون آیتون مین حکمت کے لفظ سے نبوت مراد ہے (چوتھے معنے) قرآن کے ہین سورہ نحل مین ارشاد فرمایا ہے- اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ (اپنے پروردگار کی راہ کی طرف قرآن کے ساتھ بلا) سورہ بقرہ مین ارشاد فرمایا ہے- وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (جسے قرآن دیا گیا اُسے بہت سی بھلائیان دی گئین) ان دونون آیتون مین حکمت کے لفظ سے قرآن مراد ہے- اگر تحقیق کی نگاہ سے دیکھا جائے- تو ان سب معنون کا مآل اور مرجع علم ہی کی طرف ہے- پھر اس امر مین غور اور فکر کرنا چاہیے- کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو صرف تھوڑا سا علم دیا- ارشاد فرمایا ہے- وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (تمہین علم مین سے صرف تھوڑا سا دیا گیا ہے) اور اللہ تعالیٰ نے ساری دُنیا کو قلیل ارشاد فرمایا قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ (اے محمد تو لوگون سے یہ کہدے- کہ دنیا کے فائدے کم ہین) تو دُنیا جس کو اللہ تعالیٰ نے قلیل ارشاد فرمایا ہے جب ہم اُسی کی مقدار اور کمیت دریافت نہین کر سکتے- تو ہم علم کی مقدار جسے اللہ تعالیٰ نے کثیر ارشاد فرمایا ہے- کس طرح دریافت کر سکتے ہین- اور دنیا کی کمی اور قلت اور علم کی بہتات اور کثرت کی عقلی دلیل یہ ہے- کہ دنیا کی مقدار اور عدد اور مدت سب متناہی ہین- اور علم کی نہ مقدار کی انتہا ہے- نہ عدد کی- نہ مدت کی- نہ اُن سعادتون کی جو اُس سے حاصل ہوتی ہین- یہ دلیل تجھے علم کی فضیلت سے آگاہ کرتی ہے- (دوسری دلیل) یہ آیت ہے- قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (اے محمد تو یہ کہدے- کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونون برابر ہین) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین ارشاد فرمایا ہے کہ سات چیزون مین فرق ہے خبیث- اور طیب مین افرق فرمایا ہے قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ (اے محمد تو یہ کہدے کہ حلال اور حرام دونون برابر نہین ہین) اور اندھے اور آنکھون والے مین ارشاد فرمایا ہے قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ (اے محمد تو یہ کہدے- کیا اندھا اور آنکھون والا دونون برابر ہین) اور نور اور ظلمت مین ارشاد فرمایا ہے- اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ (کیا اندھیرا اور روشنی دونون برابر ہین) اور جنت اور دوزخ مین اور سایہ اور دھوپ مین اور تجھے اور تامل کریگا- تو تجھے یہ معلوم ہو جائیگا کہ یہ سب فرق عالم و جاہل کے فرق سے ماخوذ ہین (تیسری دلیل) یہ آیت ہے- اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (اسکی اطاعت کرو- اور رسول اور اپنے علما کی طاعت کرو) اور زیادہ صحیح یہی قول ہے کہ اولی الامر سے علما مراد ہین- کیونکہ بادشاہون کو علما کی طاعت کرنی واجب ہے- اور علما کو بادشاہون کی اطاعت کرنی واجب نہین ہے- علم کے مرتبے کی طرف غور اور تامل کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے- کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین دو جگہ علما کو دوسرے درجے مین رکھا ارشاد فرمایا- شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ (اللہ اور فرشتون اور علما نے یہ گواہی دی- کہ اسکے سوا اور کوئی حق معبود نہین ہے) اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین فرشتون کو پہلے درجے مین رکھا- اور علما کو دوسرے درجے مین- اور ارشاد فرمایا- وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (اسکی اطاعت کرو- اور رسول اور اپنے علما کی اطاعت کرو) اس آیت مین رسول کو پہلے درجے مین رکھا- اور علما کو دوسرے درجے مین- پھر اللہ تعالیٰ نے علما کا درجہ اور بڑھایا- اور دو آیتون مین انھین پہلے درجے مین کر دیا- ارشاد فرمایا- وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ (اللہ کے سوا متشابہ کے اور کوئی معنے نہین جانتا- اور علما یہ کہتے ہین- کہ متشابہ پر ہمارا ایمان ہے) اور ارشاد فرمایا- قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (اے محمد تو یہ کہدے- کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ اور اُن لوگون کی گواہی کافی ہے جنہین کتاب کا علم ہے) ان دونون آیتون مین اللہ تعالیٰ نے

علما کو پہلے درجہ مین رکھا (چوتھی دلیل) یہ آیت ہی۔ یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ط (تم مین سی جو لوگ ایمان لائے ہین۔ اور جنہین علم دیا گیا ہی اللہ
اُن کو درجے بلند کرتا ہی) جاننا چاہیے۔ کہ اللہ تعالی نے چار قسم کے لوگون کیے لئے درجون کا ذکر کیا ہی یعنی یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اُن کے لیے درجے ہین (پہلی قسم) وہ مومن ہین۔ جو جنگ بدر مین شریک
ہوئے تھے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (مومن وہی لوگ ہین جن کے سامنے جب اللہ کا ذکر کیا جائے۔ تو اُن کے دل ڈر جائین) تا قول عز وجل لَهُمْ دَرَجٰتٌ
عِنْدَ رَبِّهِمْ (اُنہی کیلیے اُن کے پروردگار کے پاس درجے ہین) اس آیت مین اَلْمُؤْمِنُوْنَ سے وہ مومن مراد ہین جو جنگ بدر مین شریک ہوئے تھے (دوسری قسم) مجاہدین یعنی جہاد کرنے والے ہین
ارشاد فرمایا ہے۔ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ (جہاد نہ کرنے والون سے جہاد کرنے والون کا درجہ اللہ نے بڑا کیا ہے (تیسری قسم) صالحین یعنی نیک لوگ ہین۔ اللہ تعالی
نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَنْ یَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰی (جو نیکیان کرنیوالے مومن اللہ کے پاس آئینگے۔ اُنہی کیلیے بڑے بڑے درجے ہین۔
(چوتھی قسم) علما ہین۔ ارشاد فرمایا ہے۔ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ط (جن لوگون کو علم دیا گیا ہی۔ اللہ نے اُن کے درجے بلند کیے ہین) اللہ تعالی نے اور سب مومنون سے اہل بدر
کے درجے اور جہاد نہ کرنے والون سے جہاد کرنے والون کے درجے اور ان سب سے صالحین اور نیکون کے درجے۔ اور ان تمام قسمون سے علما کے درجے زیادہ کیے۔ تو علما سب آدمیون سے افضل ہوے
(پانچوین دلیل) یہ آیت ہی۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (اللہ کے بندون مین سے اللہ سے علما ہی ڈرتے ہین) اللہ تعالی نے قرآن مجید مین علما کی پانچ صفتین بیان کی ہین
(پہلی صفت) ایمان ہی۔ ارشاد فرمایا ہے۔ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ (اور علما یہ کہتے ہین۔ کہ ہمارا متشابہ پر ایمان ہی۔ (دوسری صفت) توحید او شہادت ہی ارشاد
فرمایا ہے۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ (اللہ اور فرشتون اور علما نے یہ گواہی دی۔ کہ اللہ کے سوا اور کوئی حق معبود نہین ہی۔ (تیسری صفت) رونا ہے
وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ (اور روتے ہوے ٹھوڑیون کے بل گر پڑتے ہین (چوتھی صفت) خشوع ہی۔ ارشاد فرمایا ہی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖ (قرآن سے پہلے جن لوگون کو علم دیا گیا
(پانچوین صفت) خشیۃ اور ڈر ہی۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (اللہ کے بندون مین سے اللہ سے علما ہی ڈرتے ہین) اور علم کی فضیلت بہت سی حدیثون سے ثابت ہی (پہلی حدیث)
ثابت نے یہ روایت بیان کی ہی۔ کہ انس رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔ جو شخص ایسے لوگون کو دیکھنا چاہتا ہے جنہین اللہ نے دوزخ سے آزاد
کر دیا ہی۔ تو وہ طالب العلمون کو دیکھے۔ جس کے اختیار مین میری جان ہی مین اُسی کی قسم کھاتا ہون۔ کہ جو طالب علم کسی عالم کے دروازے پر آتا جاتا ہی تو اللہ تعالی اُس کیلیے اُسکے ہر قدم کے بدلے ایک سال کی عبادت کا ثواب
لکھ دیتا ہی۔ اور اُسکے لیے اُس ہر قدم کے بدلے جنت مین ایک شہر بنا دیتا ہے۔ اور طالب علم زمین پر چلتا ہے۔ اور زمین اُس کیلیے استغفار کرتی ہی۔ اور اُسکے گناہون کی بخشش چاہتی ہی۔ اور صبح اور شام
اُسکے گناہ بخشے جاتے ہین۔ اور فرشتے طالب علمون کیلیے یہ گواہی دیتے ہین۔ کہ اللہ تعالی نے اُنہین دوزخ سے آزاد کر دیا ہی (دوسری حدیث) انس سے روایت ہی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے یہ ارشاد فرمایا۔ جس شخص نے اللہ کے سوا کسی اور چیز کیلیے علم طلب کیا۔ تو وہ شخص دنیا سے نہین نکلا۔ یہانتک کہ علم اُس کے پاس آیا۔ اور وہ۔ اللہ ہی کیلیے ہو گیا۔ اور جس شخص نے اللہ کیلیے
علم طلب کیا۔ وہ اُس شخص کی مانند ہی جو دن کو روزہ رکھتا ہے۔ اور اُس شخص کی مثل ہی۔ جو رات بھر کھڑا ہو کر اللہ کی عبادت کرتا ہی۔ اگر کوئی شخص علم کا ایک باب سیکھ لے۔ تو اُسکے
حق مین علم کے ایک باب کا سیکھنا اس سے بہتر ہی۔ کہ ابو قبیس پہاڑ اُسکے لیے سونا بن جائے۔ اور وہ اُس تمام سونے کو اللہ کی راہ مین خرچ کر ڈالے۔ (تیسری حدیث) حسن سے مرفوعاً روایت ہے
جو شخص اسلام کو زندہ کرنیکے لیے علم طلب کر رہا تھا۔ اور وہ اسی حالت مین مر گیا۔ تو اُسکے اور نبیون کے درمیان جنت مین صرف ایک درجے کا فرق ہوگا (چوتھی حدیث) ابو موسیٰ اشعری سے مرفوعاً روایت ہے
اللہ تعالی قیامت کے دن بندون کو زندہ کریگا۔ پھر علماء کو جہلا سے الگ کر کے یہ کہیگا۔ اے علما کے گروہ مین تمہین جانتا تھا۔ بن جانے مین نے اپنا نور تم مین نہین رکھا۔ مین نے تمہین علم اس لیے نہین
دیا ہی۔ کہ مین تمہین عذاب کرون جاؤ مین نے تمہارے تمام گناہ بخشدیے (پانچوین حدیث) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی جسوقت نیکی کا سکھلانیوالا مر جاتا ہی۔ تو آسمان کے
تمام پرندے۔ اور زمین کے کل چوپائے۔ اور کل دریاون کی سب مچھلیان اُسکے لیے روتی ہین (چھٹی حدیث) ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہی جس شخص نے کسی عالم کے پیچھے نماز پڑھی۔ تو گویا اُس نے
نبیون مین سے کسی نبی کے پیچھے نماز پڑھی (ساتوین حدیث) ابن عمرؓ سے مرفوعاً روایت ہی۔ عالم کو عابد پر ستر درجون کے ساتھ فضیلت ہی جن مین سے ہر ایک درجے کے درمیان ستر برس تک گھوڑا دوڑ
سکتا ہی۔ اس فضیلت کا سبب یہ ہی۔ کہ شیطان لوگون کیلیے بدعت نکالتا ہی۔ شیطان کے نکالتے ہی عالم اُسے دیکھ لیتا ہی۔ اور دیکھتے ہی اُسے مٹا دیتا ہی۔ اور عابد اپنی عبادت ہی مین مشغول
رہتا ہی۔ نہ اُسے پہچانتا ہی۔ اور نہ اُسکے دور کرنیکی طرف توجہ کرتا ہی۔ (آٹھوین حدیث) حسن سے مرفوعاً روایت ہی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔ میرے خلفاء پر اللہ کی رحمت ہے۔

لوگون نے کہا۔ آپکے خلفا کون لوگ ہین۔ آپنے ارشاد فرمایا۔ جو میری سنت اور میرے طریقے کو زندہ کرتے ہین۔ اور میری سنت اور میرا طریقہ اللہ کے بندون کو سکھلاتے ہین (نوین حدیث) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی۔ جو شخص علم کے ایک باب کے حاصل کرنے کیلیے نکلا۔ اور اُسکی غرض یہ ہی۔ کہ وہ اُسکے سبب سے جاہل کو حق سے یا گمراہی کو ہدایت سے بدلدے۔ تو اُس کا یہ عمل چالیس برس کی عبادت کی مثل ہی (دسوین حدیث) جسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی کو یمن کی طرف بھیجا۔ تو آپنے علی رضی سے یہ ارشاد فرمایا۔ اگر اللہ تیرے سبب سے ایک شخص کو ہدایت کردے۔ تو یہ تیرے حق مین تمام دنیا سے بہتر ہی (گیارھوین حدیث) ابن مسعود سے مرفوعاً یہ روایت ہی۔ جس شخص نے علم اس لیے حاصل کیا کہ وہ اُسکو لوجہ اللہ لوگون سے بیان کرے۔ تو اللہ ستر نبیونکے ثواب کی برابر اُسے ثواب دیگا (بارھوین حدیث) عامر جہنی سے مرفوعاً روایت ہی۔ کہ قیامت کے دن طالب العلم کی سیاہی اور شہید کا خون ایک جگہ تولا جائیگا۔ اور ان مین سے ایک کو دوسرے سے کچھ فضیلت و زیادتی نہ ہوگی۔ اور ایک روایت مین یہ ہی۔ کہ علما کی سیاہی غالب ہوگی۔ (تیرھوین حدیث) صحیح مسلم مین ابو واقد لیثی سے روایت ہی۔ کہ جسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے آدمیون کے ساتھ بیٹھے ہوے تھے۔ تین آدمی آئے۔ اُنمین سے ایک نے مجلس مین جگہ دیکھی اور وہان بیٹھ گیا۔ اور دوسرا سب آدمیون کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اور تیسرا واپس چلا گیا۔ رسول اللہ صلعم جو کچھ ارشاد فرما رہے تھے جب آپ اس سے فارغ ہوے۔ تو آپنے ارشاد فرمایا مین تمہین ان تینون آدمیونکا حال بتاتا ہون تم ہوشیار ہو کر سنو۔ پہلا آدمی اللہ کے پاس آیا اللہ نے اُسے جگہ دی دوسرے نے اللہ سے شرم اور حیا کی اللہ نے بھی اُس سے شرم اور حیا کی تیسرے نے اللہ سے اعراض کیا۔ اور منہ پھیرا۔ اللہ نے بھی اُس سے اعراض کیا۔ اور منہ پھیرا۔ علم کی فضیلت کے بیان مین صحابہ اور تابعین کے بہت سے اقوال ہین (ا) عالم شاگردون پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہی۔ کیونکہ ماں باپ دنیا کی آگ اور دنیا کی آفتون سے حفاظت کرتے ہین۔ اور علما آخرت کی آگ اور آخرت کی مصیبتون سے (ب) کسی نے ابن مسعود رضی سے کہا۔ آپکو یہ علم کس چیز کے سبب سے ملا۔ آپنے ارشاد فرمایا۔ زیادہ پوچھنے والی زبان اور زیادہ سمجھنے والے دل کے سبب سے (ج) بعضے علما نے یہ کہا ہی۔ کہ علم کی ہر ایک بات نادانون کی طرح پوچھ۔ اور دانشمندون کی طرح اُسکی حفاظت کر (د) مصعب ابن زبیر نے اپنے بیٹے سے کہا۔ بیٹا علم سیکھ۔ اگر تیرے پاس مال ہی۔ تو علم تیرے واسطے جمال ہی۔ اگر تیرے پاس مال نہین ہی۔ تو علم ہی تیرے لیے مال ہی۔ (ہ) علی ابن ابی طالب نے ارشاد فرمایا ہے۔ جس طرح جاہل کے کلام مین کوئی بھلائی نہین ہی۔ اسی طرح عالم کی خاموشی مین کوئی بھلائی نہین ہی (و) بعضے محققون نے یہ کہا ہی۔ کہ علم کی تین قسمین ہین (پہلی قسم) وہ عالم ہی۔ جو عالم باللہ ہی۔ اور عالم بامر اللہ نہین یعنی جسے اللہ کا علم ہی اور اللہ کے احکام کا علم نہین ہی (دوسری قسم) وہ عالم ہی جو عالم بامر اللہ ہی۔ اور عالم باللہ نہین ہی یعنی جسے اللہ کے احکام کا علم ہی۔ اور اللہ کا علم نہین ہی۔ (تیسری قسم) وہ عالم ہی۔ جو عالم باللہ بھی ہے اور عالم بامر اللہ بھی ہی یعنی جسے اللہ کا بھی علم ہی۔ اور اللہ کے احکام کا بھی علم ہی۔ پہلی قسم (یعنی جسے اللہ کا علم ہی۔ اور اللہ کے احکام کا علم نہین ہی) کے عالم کے دل پر معرفت الٰہی غالب ہی۔ اور وہ اللہ کے جلال اور کبریائی کے نور کے مشاہدہ مین غرق ہی۔ اور اُسے ضروری احکام کے سوا اور احکام کے سیکھنے کی فرصت اور فراغت نہین ہی۔ دوسری قسم (یعنی جسے اللہ کے احکام کا علم ہی۔ اور اللہ کا علم نہین ہی۔) کا عالم حلال اور حرام پہچانتا ہے۔ اور احکام کی حقیقتون کو خوب جانتا ہی۔ لیکن اُسے اللہ کے جلال کے اسرار کی کچھ خبر نہین ہی۔ تیسری قسم (یعنی جسے اللہ کا بھی علم ہی۔ اور اللہ کے احکام کا بھی علم ہی) کا عالم اُس حد پر پہنچا ہوا ہی جو عالم معقولات اور عالم محسوسات کے درمیان مشترک ہی۔ وہ کبھی اللہ کے ساتھ ہوتا ہی۔ اور اُسکی محبت مین غرق ہوتا ہی۔ اور کبھی خلق کے ساتھ ہوتا ہی۔ اور اُس پر شفقت اور رحمت کرتا ہی۔ جب اپنے پروردگار کے پاس سے خلق کے پاس واپس آتا ہی۔ تو اُن کے ساتھ ایسا ہوتا ہی گویا اُنہین مین سے ایک شخص ہی۔ گویا وہ خدا کو نہین پہچانتا۔ اور جب اپنے پروردگار کے ساتھ خلوت گزین اور اُسکے ذکر اور اُسکی خدمت مین مشغول ہوتا ہی۔ تو ایسا ہو جاتا ہی۔ گویا مخلوق کو بالکل نہین پہچانتا۔ یہ رسولون اور صدیقون کا طریق ہی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے بھی یہی مراد ہی۔ سَائِلِ الْعُلَمَاءَ وَخَالِطِ الْحُكَمَاءَ وَجَالِسِ الْكُبَرَاءَ (یعنی علما سے مسئلہ پوچھ۔ اور حکما کے ساتھ اختلاط رکھ۔ اور کبرا کے پاس بیٹھ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مین علما سے وہ علما مراد ہین جنہین اللہ کے احکام کا علم ہی۔ اور اللہ کا علم نہین ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ اُن سے حاجت کے وقت مسئلہ دریافت کرلے۔ اور حکما سے وہ علما مراد ہین جنہین اللہ کا علم ہی۔ اور اللہ کے احکام کا علم نہین ہی۔ اُن کی نسبت یہ ارشاد فرمایا کہ اُن کے ساتھ اختلاط رکھ۔ اور کبرا سے وہ علما مراد ہین جنہین اللہ کا بھی علم ہی۔ اور اللہ کے احکام کا بھی علم ہی۔ اُنکی نسبت یہ ارشاد فرمایا کہ اُن کے پاس بیٹھنا چاہیے کیونکہ اُن کے پاس بیٹھنے مین دنیا اور دین کے فائدے ہین۔ اور شقیق بلخی نے یہ کہا ہی۔ کہ عالم کی ان تینون قسمون مین سے ہر ایک قسم کیلیے تین تین علامتین ہین۔ عالم بامر اللہ (یعنی جسے اللہ کے احکام کا علم ہی۔ اللہ کا علم نہین ہی) کی یہ تین علامتین ہین۔ کہ اللہ کا ذکر زبان سے کرے اور دل سے نہ کرے۔ اور خلق سے ڈرے۔ اور پروردگار سے نہ ڈرے۔ اور لوگون سے بظاہر شرم اور حیا کرے۔ اور اللہ سے شرم اور حیا نہ کرے۔ اور عالم باللہ (یعنی جسے اللہ کا علم ہی۔ اور اللہ کے احکام کا علم نہین ہی) کی یہ تین علامتین ہین۔ کہ اللہ کا ذکر دل سے کرے۔ اور زبان سے نہ کرے۔ اور اُسے ریا کا خوف ہو اور معصیت اور گناہ کا خوف نہ ہو۔ اور دل مین جو خطرے آتے ہین اُسے ان خطرون سے حیا ہو۔ اور ظاہر کی حیا نہ ہو۔ اور عالم باللہ و بامر اللہ (یعنی جسے اللہ کا بھی علم ہی۔ اور اللہ کے احکام کا بھی علم ہی) کی چھ علامتین ہین تین علامتین تو وہی ہین۔ جو عالم باللہ کی ہین اور تین علامتین

اور ہین - وہ اُس حد پر بیٹھا ہوا ہی - جو عالم غیب و عالم شہادت کے درمیان مشترک ہی - اور وہ پہلی دونون قسمون کا معلم ہی - اور پہلی دونون قسمین اُسکی طرف محتاج ہین - اور اُسے اُن کی کچھ حاجت نہین ہی - اسکے بعد پھر شقیق بلخی نے یہ کہا - کہ عالم باللہ و بامر اللہ کی مثال سورج کی سی ہی - نہ وہ زیادہ ہوتا ہے - نہ کم - اور عالم باللہ کی مثال چاند کی سی ہے - کبھی پورا ہو جاتا ہی کبھی کم - اور عالم بامر اللہ کی مثال چراغ کی سی ہی - اپنے تئین جلاتا ہی - اور دوسرے کے لیے روشنی کرتا ہی - (زٗ) فتح موصلی نے کہا ہی - جب بیمار کو نہ کھانا ملے - نہ پانی - نہ دوا - تو کیا وہ نہین مرجاتا - اسی طرح - جب دل مین نہ علم ہو - نہ فکر - نہ حکمت - تو وہ مرجاتا ہے - (حٗ) شقیق بلخی نے کہا ہی - جو لوگ میری مجلس سے اُٹھکر جاتے ہین - اُن کی تین قسمین ہین - بعضے خالص کافر ہین - بعضے خالص منافق بعضے خالص مومن - اس کی دلیل یہ ہی کہ مین قرآن کی تفسیر بیان کرتا ہون - اور جو کچھ کہتا ہون - وہ - یا اللہ کا قول ہی - یا اللہ کے رسول کا - لہذا جو شخص میری تصدیق نہین کرتا ہے - وہ خالص کافر ہے - اور جس شخص کا دل میری تصدیق کرنے سے تنگ ہوتا ہی - وہ خالص منافق ہے - اور جو شخص اپنے کیے پر نادم ہوا - اور اُس نے پھر گناہ نہ کرنے کا عزم کیا - تو وہ خالص مومن ہی - اور شقیق بلخی نے یہ بھی کہا ہی - اللہ تعالی کو تین بندون سے بغض ہی - اور تین ہنسیون سے - صبح کی نماز کے بعد - اور عشا کی نماز سے پہلے سونا - اور نماز مین سونا - اور ذکر کی مجلس کیوقت سونا - جنازے کے پیچھے ہنسنا - اور گورستان مین ہنسنا - اور ذکر کی مجلس مین ہنسنا - (طٗ) بعضے علما نے یہ کہا ہی - کہ اللہ تعالی کے قول فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا (یعنے اُس نالے پر وہ جھاگ آگیا - جو پانی پر آجاتا ہی) مین سیل سے علم مراد ہی - اور اللہ تعالی نے پانچ صفتون کے سبب سے علم کو پانی کے ساتھ تشبیہ دی (پہلی صفت) جس طرح مینہ آسمان سے آتا ہی - اسی طرح علم بھی آسمان ہی سے آتا ہی (دوسری صفت) جس طرح زمین کی اصلاح اور درستی مینہ سے ہوتی ہی - اسی طرح خلق کی اصلاح اور درستی علم سے ہوتی ہی (تیسری صفت) جس طرح کھیتی اور روئیدگی مینہ کے بغیر نہین نکلتی - اسیطرح اعمال اور طاعات علم کے بغیر نہین نکلتے (چوتھی صفت) جس طرح مینہ گرج اور بجلی کی فرع اور شاخ ہی - اسیطرح علم وعد اور وعید کی فرع اور شاخ ہی (پانچوین صفت) جس طرح مینہ سے نفع بھی ہوتا ہے اور ضرر بھی - اسی طرح علم سے نفع بھی ہوتا ہی اور ضرر بھی - جس نے علم پر عمل کیا اُسے علم سے نفع ہوا - اور جس نے عمل نہین کیا اُسے ضرر (یٗ) بہت سے اللہ کی یاد دلانیوالے اللہ کو بھولے ہوے ہین - بہت سے خدا سے ڈرانیوالے خدا سے نڈر ہین - بہت سے اللہ کیطرف قریب کرنیوالے اللہ سے بعید ہین - بہت سے اسکی طرف بلانے والے اللہ سے بھاگتے ہین بہت سے اللہ کی کتاب کی تلاوت کرنے والے اللہ کی آیتون سے منسلخ ہین (یاٗ) دنیا ایک باغ ہے - کہ پانچ چیزون یعنی علما کے علم اور امیرون کے عدل اور عابدون کی عبادت اور سوداگرون کی امانت اور حرفے والون کی نصیحت اور خلوص سے آراستہ کیا گیا تھا - شیطان پانچ جھنڈے لایا - اور اُس نے وہ پانچون جھنڈے ان پانچون چیزون کے مقابل مین گاڑ دیے حسد کا جھنڈا علم کے مقابل مین ظلم کا جھنڈا عدل کے مقابل مین - ریا کا جھنڈا عبادت کے مقابل مین خیانت کا جھنڈا امانت کے مقابل مین - کھوٹ کا جھنڈا نصیحت اور خلوص کے مقابل مین (یبٗ) حسن بصری کو اور تابعیون سے پانچ صفتون کے سبب سے فضیلت ہی (پہلی فضیلت) آپ نے کسی شخص کو کسی چیز کے کرنے کا حکم نہین کیا - جب تک کہ پہلے خود اُس پر عمل نہین کر لیا - (دوسری صفت) کسی شخص کو کسی چیز کے کرنے سے منع نہین کیا - جب تک کہ پہلے خود اُس سے باز نہین آئے - (تیسری صفت) اللہ تعالی نے آپ کو جو علم اور مال دیا تھا - اُس مین سے جس نے جسقدر طلب کیا - آپنے اُسکے دینے مین کبھی بخل نہین کیا - (چوتھی صفت) علم کے سبب سے تمام لوگون سے مستغنی تھے (پانچوین صفت) ظاہر اور باطن یکسان تھا - (یجٗ) اگر تجھے یہ دریافت کرنا ہو - کہ تیرا علم تجھے نفع دیگا یا نہین - تو - تو اپنے نفس مین پانچ خصلتین ڈھونڈھ - مشقت کی کمی کے لیے فقر کی محبت - ثواب حاصل کرنیکے لیے طاعت کی محبت فراغت حاصل کرنیکے لیے زہد (یعنی دنیا سے بیزاری اور بے رغبتی) کی محبت - دل کی درستی کے لیے حکمت کی محبت - پروردگار کی مناجات کے لیے خلوت کی محبت اگر تجھ مین یہ پانچون خصلتین ہین تو تیرے علم سے تجھے نفع ہوگا - اگر نہین ہین - تو نہین ہوگا - (ید) پانچ چیزین پانچ چیزون مین ہین (پہلی) عزت تواضع مین ہے - مال اور کنبے مین نہین ہے - (دوسری) غنی قناعت مین ہی - نہ کثرت مین (تیسری) امن جنت مین ہے - نہ دنیا مین (چوتھی) راحت قلت اور کمی مین ہے - نہ کثرت اور بہتات مین (پانچوین) علم کا نفع عمل مین ہے - نہ علم کے بار بار بیان کرنے مین (یہٗ) ابن مبارک نے ارشاد فرمایا ہی - اس امت کی بربادی خاص ہی لوگون کے سبب سے ہوئی ہی - اور وہ پانچ گروہ ہین - علما اور غازی اور زاہد اور سوداگر اور حاکم - علما نبیون کے وارث ہین - زاہد زمین والون کے ستون - غازی زمین مین اللہ کے لشکر - سوداگر زمین مین اللہ کے امین - اور حاکم نگہبان جب عالم ہی کے نزدیک دین کی کچھ قدر نہ ہو - اور مال کی قدر ہو - تو جاہل کس کی پیروی کرے - جب زاہد ہی دنیا کی طرف راغب ہو تو توبہ کرنے والا کس کی پیروی کرے جب غازی طامع اور ریاکار ہو تو وہ دشمن پر کس طرح فتحیاب ہو سکتا ہی جب سوداگر ہی خیانت کرے - تو امانت کس طرح حاصل ہو سکتی ہی جب نگہبان ہی بھیڑیا ہو - تو نگہبانی کیونکر ہو سکتی ہی - (یوٗ)

علی بن ابی طالب نے ارشاد فرمایا ہے۔ سات وجہ سے علم مال سے افضل ہے۔ (پہلی وجہ) علم نبیون کی میراث ہے۔ اور مال فرعونون کی (دوسری وجہ) علم خرچ کرنے سے کم نہین ہوتا ہے۔ اور مال کم ہوتا ہے۔ (تیسری وجہ) مال نگہبان کا محتاج ہے۔ اور علم خود علم والیکا نگہبان ہے۔ (چوتھی وجہ) جب آدمی مرجاتا ہے۔ تو اُس کا مال رہجاتا ہے۔ اور اُس کا علم اُسکے ساتھ قبر مین جاتا ہے۔ (پانچوین وجہ) مال مومن اور کافر دونون کو حاصل ہوتا ہے۔ اور علم صرف مومن ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ کافر کو حاصل نہین ہوتا (چھٹی وجہ) تمام آدمی دین مین علم والے کے محتاج ہین۔ اور مال والے کے محتاج نہین ہین (ساتوین وجہ) علم سے آدمی کو پل صراط پر گذرنیکی قوت ہوتی ہے۔ اور مال پل صراط پر گذرنے سے روکتا ہے۔ (یز) فقیہ ابو اللیث نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص عالم کے پاس بیٹھے۔ اور اُس کے علم مین سے کچھ یاد نہ کرسکے تب بھی اسکے لیے سات فضیلتین ہین (پہلی فضیلت) علم کے سیکھنے والون کی فضیلت اُسے ملی (دوسری فضیلت) وہ جب عالم کے پاس بیٹھا رہیگا۔ گناہون سے محفوظ رہیگا (تیسری فضیلت) وہ علم کے حاصل کرنے کے لیے جسوقت اپنے گھر سے نکلا اللہ کی رحمت اُسپر نازل ہوئی (چوتھی فضیلت) وہ جب علم کی مجلس مین بیٹھا۔ تو جسوقت علم کی مجلس والون پر رحمت نازل ہوئی۔ اُس رحمت مین سے اُسے بھی حصہ ملا (پانچوین فضیلت) وہ جبتک علم کی باتین سنتا رہیگا۔ اُسوقت تک اُسکی عبادت لکھی جائیگی۔ (چھٹی فضیلت) جب اُس نے علم کی کوئی بات سنی۔ اور وہ اُسکی سمجھ مین نہ آئی۔ تو وہ علم سے محروم رہنے کے سبب سے دل تنگ اور غمگین ہوگا۔ اور یہ غم اللہ تعالی کی بارگاہ مین اُس کا وسیلہ ہوجائیگا۔ کیونکہ اللہ تعالی نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ اَنَا عِندَ المُنْكَسِرَةِ قُلُوبُهُمْ لِاَجْلِىْ (مین اُن لوگون کے پاس ہون جو میرے سبب سے شکستہ دل ہین) (ساتوین فضیلت) جب وہ یہہ دیکھیگا۔ کہ اہل سلام عالم کی عزت کرتے ہین۔ اور فاسقون اور بدکارون کو ذلیل جانتے ہین۔ تو اُس کا دل فسق اور بدکاری سے پھر جائیگا۔ اور اُسکی طبیعت علم کی طرف مائل ہوجائیگی اور اسی سبب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیکون کے پاس بیٹھنے کا حکم کیا ہے (یح) علما مین سے بعضے عالم علم مین بخل کرتے ہین۔ اور یہ نہین چاہتے۔ کہ کسی اور کے پاس علم ہو۔ ایسے عالم دوزخ کے پہلے طبقے مین جائینگے۔ اور بعضے اپنے علم مین پادشاہ کی مثل ہوتے ہین۔ اگر اُنکی کوئی حق بات رد کی جائے۔ تو وہ غضبناک ہوتے ہین۔ ایسے عالم دوزخ کے دوسرے طبقے مین جائین گے۔ اور بعضے اپنے علم کی عجیب و غریب باتین تونگرون ہی کو سکھلاتے ہین۔ اور فقیرون کو علم کے قابل نہین جانتے ایسے عالم دوزخ کے تیسرے طبقے مین جائینگے۔ اور بعضے خود پسند ہین۔ اگر نصیحت کرتے ہین۔ تو سختی اور سرزنش کرتے ہین۔ اگر کوئی اُنھین نصیحت کرتا ہے۔ تو اُسکی نصیحت کو نہین مانتے۔ ایسے عالم دوزخ کے چوتھے طبقے مین جائینگے۔ اور بعضون نے فتوی دینا اختیار کیا ہے۔ اور غلط فتوی دیتے ہین ایسے عالم دوزخ کے پانچوین طبقے مین جائین گے۔ بعضے اہل باطل کی باتین سیکھتے ہین۔ اور اُنھین دین مین ملادیتے ہین۔ ایسے عالم جہنم کے چھٹے طبقے مین جائینگے۔ بعضے لوگون کیلئے علم حاصل کرتے ہین۔ ایسے عالم دوزخ کے ساتوین طبقے مین جائینگے (یط) فقیہ ابو اللیث نے ارشاد فرمایا ہے۔ جو شخص آٹھ قسم کے آدمیون کے پاس بیٹھیگا۔ اللہ اُس مین آٹھ چیزین زیادہ کردیگا۔ جو شخص تونگرون کے پاس بیٹھیگا اللہ اُسمین دنیا کی محبت اور رغبت زیادہ کردیگا۔ جو شخص فقیرون کے پاس بیٹھیگا۔ اللہ اُسے شاکر اور قسمت پر راضی کردیگا۔ جو شخص پادشاہ کے پاس بیٹھیگا۔ اللہ اُسکی سخت دلی اور تکبر زیادہ کردیگا۔ جو شخص عورتون کے پاس بیٹھیگا۔ اللہ اُسکی نادانی اور شہوت زیادہ کردیگا۔ جو شخص لڑکون کے پاس بیٹھیگا۔ اللہ اُس کا لہو و لعب اور مزاح اور خوش طبعی زیادہ کردیگا۔ جو شخص فاسقون اور بدکارون کے پاس بیٹھیگا۔ اللہ اُسمین گناہون کی جرات اور توبہ کرنے مین تاخیر کرنا زیادہ کردیگا۔ جو شخص نیکون کے پاس بیٹھیگا۔ اللہ اُس مین طاعتون کی رغبت زیادہ کردیگا۔ جو شخص عالمون کے پاس بیٹھیگا۔ اللہ اُس کا علم اور پرہیزگاری زیادہ کردیگا۔ (ک) اللہ نے سات شخصون کو سات چیزین سکھلائین (۱) آدم علیہ السلام کو چیزون کے نام سکھلائے۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاۤءَ كُلَّهَا (یعنی کل چیزون کے نام آدم کو سکھلائے۔ (ب) خضر علیہ السلام کو علم فراست سکھلایا۔ وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (ہم نے خضر کو اپنے پاس سے علم سکھلایا) اس آیت مین علم سے فراست مراد ہے۔ (ج) یوسف علیہ السلام کو تعبیر کا علم سکھلایا رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ (اے پروردگار تو نے مجھے پادشاہت دی۔ اور تو نے تعبیر کا علم مجھے سکھلایا) (د) داؤد علیہ السلام کو زرہ بنانی سکھلائی وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ۔۔۔ (ہم نے داؤد کو زرہ بنانی سکھلائی (ہ) سلیمان علیہ السلام کو جانورون کی بولیان سکھلائین یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ (اے لوگو ہمین جانورون کی بولیان سکھلائی گئی ہین (و) عیسی علیہ السلام کو توراۃ اور انجیل کا علم سکھلایا۔ وَیُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ (اور اللہ عیسی کو کتاب اور حکمت اور توراۃ اور انجیل سکھلاویگا۔ (ز) اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شرع اور توحید سکھلائی۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (اے محمد جو تو نہین جانتا تھا اللہ نے تجھے وہ سکھلا دیا) وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (اور وہ اُن کو کتاب اور حکمت سکھلاتا ہے) اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (رحمن نے محمد کو قرآن سکھلایا) آدم علیہ السلام کا علم ہی فرشتون کے سجدہ اور تحیہ کرنیکا سبب ہوا خضر علیہ السلام کا علم ہی موسی اور یوشع علیہما السلام جیسے شاگردون کے ملنے کا سبب ہوا۔ یوسف علیہ السلام کا علم ہی اہل اور پادشاہت کے ملنے کا سبب ہوا۔ داؤد علیہ السلام کا علم ہی ریاست اور درجے کے ملنے کا سبب ہوا سلیمان علیہ السلام کا علم ہی بلقیس کے ملنے کا۔ اور غلبہ کے حاصل ہونے کا سبب ہوا۔ عیسی علیہ السلام کا

علم ہی عیسیٰ علیہ السلام کی ماں سے تہمت کے دور ہونیکا سبب ہوا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہی شفاعت کے درجہ کے حاصل ہونیکا سبب ہوا۔ اسکے بعد بھیرہم یہ کہتے ہیں جس نے مخلوقات کی نام جانی اُسے فرشتوں کیجانب سے تحیہ اور سلام ہوا تو جس نے خالق کی ذات اور صفات کو جانا اُسے فرشتوں کی جانب سے تحیہ اور سلام کیونکر نہوگا۔ بلکہ اُسے پروردگار کیجانب سے تحیہ اور سلام ہوگا سَلٰمٌ قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِیۡمٍ (مہربان پروردگار کیجانب سے قولی سلام ہے) خضر علیہ السلام کو فراست کے علم کے سبب سے موسیٰ علیہ السلام کی صحبت ملی۔ اے امت حبیب تمہیں حقیقت کے جاننے کے سبب سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کس طرح نہیں ملیگی فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ (وہ اُن نبیوں کے ساتھ میں جن پر اللہ انعام کیا ہے) یوسف علیہ السلام کو خواب کی تعبیر اور تاویل علم کے سبب سے دنیا کی قیدخانے سے نجات ہوئی۔ تو جو شخص اللہ کی کتاب کی تاویل کا عالم ہے اُسے شبہوں کے قیدخانے سے کس طرح نجات نہوگی وَیَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ (اللہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ بتادیتا ہے) اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام پر جو احسان کیا۔ یوسف علیہ السلام نے اُس احسان کا ذکر کیا۔ اور یہ ارشاد فرمایا وَعَلَّمۡتَنِیۡ مِنۡ تَاۡوِیۡلِ الۡاَحَادِیۡثِ (اے پروردگار تو نے مجھے خوابوں کی تعبیر سکھلائی۔) اے عالم اللہ تعالیٰ نے جو تجھ پر احسان کیا ہے۔ کہ قرآن شریف کی تفسیر تجھے سکھلائی ہے۔ تو اس احسان کا کیوں نہیں ذکر کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے جو نعمت تجھ کو دی ہے اُس سے بڑی کونسی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنے کلام کا مفسر اپنا ہمنام اپنے نبی کا وارث اپنی خلق کا سیدھی راہ کیطرف بلانیوالا اپنے بندوں کا وعظ اور نصیحت کرنیوالا اپنے شہروں کے باشندوں کا چراغ۔ جنت اور صواب کیطرف خلق کا کھینچنے والا۔ دوزخ اور عذاب سے خلق کا جھڑکنے والا بنایا۔ جیسا اس حدیث میں آیا ہے اَلۡعُلَمَآءُ سَادَۃٌ وَالۡفُقَہَآءُ قَادَۃٌ وَمُجَالَسَتُہُمۡ زِیَادَۃٌ (علماء سردار ہیں۔ اور فقہاء کھینچنے والے ہیں۔ اور انکے پاس بیٹھنا درجے کی افزائش اور عزت ہے۔ (کا) جب تک مومن میں چھ خصلتیں نہوں وہ علم کی طلب کی طرف راغب نہیں ہوسکتا (پہلی خصلت) یہ ہے۔ کہ وہ اس امر کو جانتا ہو کہ اللہ نے مجھے فرائض کے ادا کرنیکا حکم کیا ہے۔ اور میں علم کے بغیر فرائض ادا نہیں کرسکتا (دوسری خصلت) یہ ہے کہ وہ اس امر کو جانتا ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے گناہوں سے منع کیا ہے۔ اور میں علم کے بغیر گناہوں سے نہیں بچ سکتا (تیسری خصلت) یہ ہے۔ کہ وہ اس امر کو جانتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا شکر مجھ پر واجب کیا ہے۔ اور میں علم کے بغیر اللہ کی نعمتوں کا شکر نہیں کرسکتا (چوتھی خصلت) یہ ہے۔ کہ وہ اس امر کو جانتا ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم کیا ہے۔ کہ میں تمام خلق کے درمیان انصاف کروں۔ اور میں علم کے بغیر تمام خلق کے درمیان انصاف نہیں کرسکتا (پانچویں خصلت) یہ ہے۔ کہ وہ اس امر کو جانتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم کیا ہے کہ میں اللہ کی بھیجی ہوئی مصیبت پر صبر کروں اور میں علم کے بغیر اللہ کی بھیجی ہوئی مصیبت پر صبر نہیں کرسکتا (چھٹی خصلت) یہ ہے کہ وہ اس امر کو جانتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شیطان کے ساتھ دشمنی کرنیکا حکم کیا ہے۔ اور میں علم کے بغیر شیطان کے ساتھ دشمنی نہیں کرسکتا (کب) جنت کی راہ عالم اور زاہد اور عابد اور مجاہد ان چاروں کے اختیار میں ہے اگر زاہد اپنے دعوے میں سچا ہے تو اللہ اُسے امن دیگا عابد اگر اپنے دعوے میں سچا ہو تو اللہ اُسے خوف اور ڈر عنایت کریگا۔ مجاہد اگر اپنے دعوے میں سچا ہے۔ تو اللہ اسکی ثنا اور ستایش لوگوں کی زبان پر جاری کردیگا۔ عالم اگر اپنے دعوے میں سچا ہے۔ تو اللہ اُسے حکمت مرحمت فرمائیگا (کج) چار چیزوں سے چار چیزیں طلب کر۔ جگہ سے سلامت۔ اور رفیق سے کرامت۔ اور مال سے فراغت۔ اور علم سے منفعت جس جگہ تجھے سلامتی نہو۔ اُس جگہ سے قیدخانہ بہتر ہے۔ اگر تیرا رفیق تیری بزرگی نہ کرے۔ تو اُس سے کتا بہتر ہے۔ اگر تجھے مال کے سبب سے فراغت حاصل نہو۔ تو اُس مال سے مٹی کا ڈھیلا بہتر ہے۔ اگر تجھے علم سے منفعت حاصل نہو۔ تو اُس علم سے مرنا بہتر ہے۔ (کد) چار چیزوں کے بغیر چار چیزیں پوری نہیں ہوتیں۔ تقوے کے بغیر دین۔ فعل کے بغیر قول۔ تواضع کے بغیر مروت۔ عمل کے بغیر علم۔ تقوے کے بغیر دین خطرناک ہے فعل کے بغیر قول باطل کی مانند ہے۔ تواضع کے بغیر مروت اُس درخت کی مانند ہے جسمیں پھل نہیں ہے۔ عمل کے بغیر علم اُس ابر کی مانند ہے جسمیں مینہ نہیں ہے۔ (کہ) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جابر بن عبداللہ انصاری سے کہا۔ دنیا چار شخصوں کے سبب سے قائم ہے۔ اُس عالم کے سبب سے۔ جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے۔ اُس جاہل کے سبب سے جو علم کے سیکھنے سے انکار نہیں کرتا۔ اُس تونگر کے سبب سے جو مال کے دینے میں بخل نہیں کرتا۔ اُس فقیر کے سبب سے جو دنیا کے بدلے آخرت نہیں بیچتا جب عالم اپنے علم پر عمل نہیں کریگا۔ تو جاہل علم کے سیکھنے سے انکار کریگا۔ جب تونگر بخل کریگا تو فقیر دنیا کے بدلے آخرت بیچیگا۔ اُن کیلئے ستر بار افسوس اور خرابی ہے۔ (کو) خلیل نے کہا ہے۔ آدمی کی چار قسمیں ہیں۔ پہلی قسم کا وہ آدمی ہے۔ جو جانتا ہے۔ اور وہ یہ بھی جانتا ہے۔ کہ میں جانتا ہوں۔ ایسا آدمی عالم ہے۔ اُسکی پیروی کرنی چاہئے۔ دوسری قسم کا وہ آدمی ہے۔ جو جانتا ہے اور وہ یہ نہیں جانتا کہ میں جانتا ہوں۔ ایسا آدمی غافل اور سویا ہوا ہے۔ اُسے بیدار کرنا چاہئے۔ تیسری قسم کا وہ آدمی ہے۔ جو نہیں جانتا اور وہ یہ جانتا ہے۔ کہ میں نہیں جانتا ہوں۔ ایسا آدمی ہدایت کا طالب ہے۔ اُسے ہدایت کرنی چاہیے چوتھی قسم کا وہ آدمی ہے جو نہیں جانتا۔ اور وہ یہ بھی نہیں جانتا ہے کہ میں نہیں جانتا ہوں۔ ایسا آدمی شیطان ہے اُس سے بچنا چاہیے۔ (کز) شریف اگرچہ امیر بھی ہو اُسے چار چیزوں سے انکار کرنا نہیں چاہئے۔ اپنی مجلس سے باپ کی تعظیم کیلئے کھڑے ہونے سے۔ مہمان کی خدمت کرنے سے۔ اُس عالم کی خدمت کرنے سے جس سے کچھ سیکھا ہے۔ جو چیز نہیں جانتا ہے۔ اُسے اُس شخص سے پوچھ لینے سے جو اُس سے علم میں زیادہ ہے۔ (کح) جب علما حلال مال کے جمع کرنے میں مشغول ہونگے۔ تو عوام الناس مشکوک اور مشتبہ چیزیں کھانے لگیں گے جب علما مشکوک اور مشتبہ چیزیں کھانے لگیں گے۔ تو جاہل۔ حرام چیزیں کھانے لگیں گے۔ جب علما حرام چیزیں کھانے لگیں گے۔ تو جاہل کافر ہو جائینگے یعنی اگر وہ حرام چیزوں کے کھانے کو حلال جانیں۔ علم کی فضیلت کی عقلی بہت سی دلیلیں ہیں۔ اُن میں سے (ایک) یہ ہے۔ چیزوں کی چار قسمیں ہیں۔ پہلی قسم کی وہ چیزیں ہیں جنہیں عقل پسند کرتی ہے۔ اور شہوت پسند نہیں کرتی۔ اور دوسری قسم کی وہ

چیزین ہین جنہین شہوت پسند کرتی ہی- اور عقل پسند نہین کرتی- تیسری قسم کی وہ چیز ہی- کہ جسے عقل اور شہوت دونون پسند کرتی ہین- چوتھی قسم کی وہ چیز ہی- جسے نہ عقل پسند کرتی ہی- نہ شہوت- پہلی قسم کی چیزین (یعنی جنہین عقل پسند کرتی ہی- اور شہوت پسند نہین کرتی) بیماریان اور دنیا کی سختیان ہین- اور دوسری قسم کی چیزین (یعنی جنہین شہوت پسند کرتی ہی- اور عقل پسند نہین کرتی) تمام گناہ ہین- تیسری قسم کی چیز (یعنی جسے عقل بھی پسند کرتی ہی- اور شہوت بھی) علم ہی- چوتھی قسم کی چیز (یعنی جسے نہ عقل پسند کرتی ہی- نہ شہوت) جہل اور نادانی ہی- لہذا علم بمنزلے جنت کے ہی- اور جہل بمنزلے دوزخ جس طرح دوزخ کو نہ عقل پسند کرتی ہی نہ شہوت- اسیطرح جہل کو بھی نہ عقل پسند کرتی ہی- نہ شہوت- اور جس طرح جنت کو عقل اور شہوت دونون پسند کرتی ہین- اسیطرح علم کو بھی وہ دونون پسند کرتی ہین جس شخص نے جہل کو پسند کیا- اُس نے دوزخ کو پسند کیا- جو شخص علم مین مشغول ہوا- وہ جنت مین داخل ہوا- لہذا جس شخص نے دنیا مین علم کو پسند کیا- اُس سی آخرت مین یہ کہا جائیگا کہ تو جنت مین رہنے کا خوگر ہوگیا ہی- لہذا تو جنت مین جا- اور جس نے دنیا مین جہل پر کفایت کرلی ہی اُس سی آخرت مین یہ کہا جائیگا- کہ دوزخ مین رہنے کی تیری عادت ہوگئی ہی- لہذا تو دوزخ مین جا- اور علم کے جنت ہونے اور اور جہل کے دوزخ ہونیکی یہ دلیل ہی کہ محبوب کا ملنا ہی پوری لذت ہی- اور محبوب کی دوری اور جدائی پورا الم او تکلیف- اور زخم صرف اس سبب سے تکلیف دیتا ہی- کہ وہ بدن کے اجزا مین سی ایک جز کو اُس جز سی دور کرتا ہی- جو اُس جز کا محبوب ہی- اور محبوب جز ا اجتماع ہی- جب زخم نے اس اجتماع کو دور کیا تو اُس جز کے محبوب کو دور کیا- لہذا اُس کے سبب سے تکلیف ہوئی- اور آگ کے ساتھ جلانے مین صرف اسی سبب سے زخم کی تکلیف سی زیادہ شدید تکلیف ہے- کہ زخم صرف ایک معین جز کو دوسرے معین جز سے جدا کردیتا ہے اور آگ تمام اجزا مین گھس جاتی ہی- اور اُن مین سی ہر ایک کو دوسرے سے الگ کردیتی ہی- چونکہ جلانے مین- تفریقات اور جدائیان زیادہ شدید ہین- اسی سبب سے اُس مین بہت سخت تکلیف ہی- محبوب کا ادراک ہی لذت ہے- کہانے کی لذت اُنہین مزون کا ادراک ہی جو بدن کے موافق ہین اسیطرح دیکھنے کی لذت صرف اسی سبب سے حاصل ہوتی ہی- کہ دیکھنے کی قوت اُن چیزون کے ادراک کی مشتاق ہے جو دکھائی دیتی ہین- لہذا دیکھنے کی قوت کیلئے اُن چیزون کا ادراک لذت ہی- اس بیان سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ محبوب کا علم اور ادراک لذت ہی- اور مکروہ کا علم اور ادراک الم اور تکلیف- جب تجھے یہ معلوم ہوچکا- تو اب ہم یہ بیان کرتے ہین کہ ادراک اور علم جسقدر زیادہ شدید ہوگا- اور مدرک اور عالم جسقدر زیادہ شریف اور کامل- اور مدرک اور معلوم جسقدر زیادہ مقدس اور باقی- اُسیقدر لذت زیادہ شریف اور کامل ہوگی- اور اسمین شک نہین ہے کہ عالم اور مدرک روح ہی- اور وہ بدن سے اشرف ہی- اور اسمین بھی شک نہین ہی- کہ عقلی ادراک- ادراک کی اور سب قسمون سے اشرف ہی- اسکا بیان اللہ تعالیٰ کے قول اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ کی تفسیر مین آئیگا- اور معلوم کے اشرف ہونے مین بھی کسی طرح کا شک نہین ہی- کیونکہ معلوم تمام عالمون کا پروردگار اللہ اور اُسکی تمام مخلوقات (یعنی فرشتے اور آسمان اور عناصر اور جمادات اور نباتات اور حیوانات اور اُس کے تمام احکام اور اُسکے تمام اوامر اور نواہی) ہے- اور ان معلومات سی کونسا معلوم اشرف ہی- تو یہ بات ثابت ہوگئی- کہ علم کے کمال اور لذت سی زیادہ کوئی کمال اور لذت نہین ہی- اور جہل کی بدبختی اور نقصان سے زیادہ کوئی بدبختی اور نقصان نہین ہے- ہمارے اس قول کی ایک دلیل یہ بھی ہی- کہ جب ہم مین سی کسی سی کوئی علمی مسئلہ دریافت کیا جائے- اگر اُسے وہ مسئلہ معلوم ہو اور وہ اُس کا جواب باصواب دیسکتا ہو- تو اُسے اس سے بہت خوشی اور سرور حاصل ہوگا- اگر اُسے وہ مسئلہ معلوم نہ ہو- تو وہ شرم و حیا کے سبب سے سر جھکا لیگا- اور یہ اس امر کی دلیل ہی- کہ علم کی لذت تمام لذتون سی اور جہل کی بدبختی تمام بدبختیون سے زیادہ ہی- جاننا چاہیے کہ اور بہت سی آیتین علم کی فضیلت پر دلالت کرتی ہین- ہم اُن کا بیان کرنا پہلے بھول گئے تھے- لہذا اب اُنہین بیان کرتے ہین (پہلی دلیل) یہ ہی- کہ سب سے پہلے یہ آیت نازل ہوئی ہی- اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝ (اپنے پروردگار کا نام لیکر پڑھ جس نے ہر ایک چیز پیدا کی- جس نے انسان کو خون بستہ سے پیدا کیا- اور تیرا پروردگار ایسا بڑا کریم ہی- کہ اُس نے قلم کے وسیلے سی علم سکھلایا- اور انسان جو نہین جانتا تھا اُسے وہ سکھلا دیا) بعضے علما نے کہا ہی- کہ آیتون مین تناسب کا لحاظ ضروری ہی- اللہ تعالیٰ کے قول خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (انسان کو خون بستہ سی پیدا کیا) اور اللہ تعالیٰ کے قول اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (پڑھ اور تیرا پروردگار ایسا بڑا کریم ہی- جس نے قلم کے وسیلے سی علم سکھلایا) مین کیا مناسبت ہی- بعضے علما نے اس کا یہ جواب دیا ہے- کہ ان دونون آیتون مین یہ مناسبت ہی- کہ اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت مین انسان کا ابتدائی حال بیان کیا- اور وہ انسان کا خون بستہ ہونا ہی- اور وہ سب چیزون سے ادنیٰ ہی- اور دوسری آیت مین انسان کا آخری حال بیان کیا- اور وہ انسان کا عالم ہونا ہی- اور وہ سب چیزون سی اشرف اور اعلیٰ ہی- گویا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا- ابتدا مین تیری یہ حالت تھی جو سب سے ادنیٰ اور خسیس ہی- پھر آخر مین تیری یہ حالت ہوگئی- جو سب سے اشرف اور اعلیٰ ہی- اور ان دونون آیتون مین یہ مناسبت اُسی وقت ہوسکتی ہی کہ علم سب چیزون سی اشرف اور اعلیٰ ہو- کیونکہ اگر کوئی چیز علم سی اشرف اور اعلیٰ ہوتی- تو اس مقام مین اُسی چیز کا ذکر اولیٰ اور مناسب ہوتا- (دوسری دلیل) یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہی- اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ

بِالْقَلَمِ (پڑھ - اور تیرا پروردگار ایسا بڑا اکریم ہی جس نے قلم کے وسیلہ سی علم سکھلایا) اُصول فقہ مین یہ بات ثابت ہو چکی ہی - کہ اگر کوئی حکم کسی وصف پر مرتب ہو - تو وہ وصف اُس حکم کی علت ہوتا ہی - اصول فقہ کا یہ قاعدہ اس امر پر دلالت کرتا ہی - کہ اللہ تعالیٰ پر جو اکرمیت یعنی بڑے کریم ہونے کا حکم کیا گیا ہی - اس حکم کی علت علم کا سکھانا اور عطا کرنا ہی - اگر علم سب چیزون سے اشرف اور اعلیٰ نہ ہوتا تو علم کا سکھانا اور عطا کرنا - اکرمیت یعنی بڑے کریم ہونیکی علت نہوتا - (تیسری دلیل) یہ آیت ہی - اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (اللہ کے بندون مین سے اللہ سے صرف علماء ہی ڈرتے ہین) یہ آیت علم کی فضیلت پر تین طریق سے دلالت کرتی ہی (پہلا طریق) یہ ہی - کہ یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہی - کہ علما اہل جنت مین سے ہین - اسکی دلیل یہ ہی - کہ علماء ڈرنیوالون مین سے ہین - اور جو ڈرنے والون مین سے ہے - وہ اہل جنت مین سے ہی - اس سے یہ بات ثابت ہوئی اور یہ نتیجہ نکلا - کہ علماء اہل جنت مین سے ہین - علماء ڈرنے والون مین سے ہین - اس کے ثبوت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہی - اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (اللہ کے بندون مین سے اللہ سے صرف علماء ہی ڈرتے ہین - اور ڈرنے والے اہل جنت مین سے ہین - اس کے ثبوت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہی جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (اُن کے پروردگار کے پاس اُنکی جزا ہمیشہ رہنے کی جنتین ہین - جن کے نیچے نہرین جاری ہین) تا قول عز و جل ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ (یہ اُن لوگون کیلئے ہی - جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہین) اور یہ آیت بھی اس کے ثبوت کی دلیل ہی - وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا - اُسکے لیے دو جنتین ہین) اور یہ حدیث قدسی بھی اس کے ثبوت کی دلیل ہی - وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ لَا اَجْمَعُ عَلٰى عَبْدِيْ خَوْفَيْنِ وَلَا اَجْمَعُ لَهٗ اَمْنَيْنِ فَاِذَا اَمِنَنِيْ فِي الدُّنْيَا اَخَفْتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاِذَا خَافَنِيْ فِي الدُّنْيَا اٰمَنْتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (مین اپنی عزت اور بزرگی کی قسم کھاتا ہون - کہ مین اپنے بندے پر نہ دو خوف جمع کرون گا - اور نہ دو امن - اگر دنیا مین میرا بندہ مجھسے نڈر رہا - تو مین اُسے قیامت کے دن ڈراؤن گا - اگر دنیا مین مجھسے ڈرتا رہا - تو مین اُسے قیامت کے دن امن دون گا) جاننا چاہیے - کہ اس دلیل کے دونون مقدمے عقلی دلیل سے بھی ثابت ہو سکتے ہین - اس مقدمے کے ثبوت کی عقلی دلیل کہ جو شخص اللہ کو جانتا ہی - وہ اُس سے ضرور بالضرور ڈرتا ہی - یہ ہی - کہ جو شخص جس چیز کو نہین جانتا - وہ اُس سے نہین ڈر سکتا - اور کسی چیز کی صرف ذات کے جاننے سے بھی اُس چیز کا خوف اور ڈر نہین ہو سکتا - بلکہ خوف اور ڈر کے لئے ذات کے جاننے کے ساتھ تین صفتون کا جاننا بھی ضروری ہی - اُن تین صفتون مین سے ایک صفت قدرت ہی - یعنی جو شخص جسے قادر نہین جانتا - وہ اُس سے نہین ڈرتا - بادشاہ یہ جانتا ہی - کہ میری رعیت کو میرے بُرے اور ناشایستہ فعلون کی خبر ہے - لیکن وہ رعیت سے اس سبب سے نہین ڈرتا کہ وہ یہ جانتا ہی - کہ رعیت مجھے منع نہین کر سکتی - رعیت کو منع کرنیکی قدرت نہین ہی - دوسری صفت علم ہے یعنی جو شخص جسے عالم نہین جانتا وہ اُس سے نہین ڈرتا - یعنی جو شخص جسے یہ نہین جانتا - کہ وہ میرے حال کو جانتا ہی - وہ اُس سے نہین ڈرتا - جو چور بادشاہ کا مال چُراتا ہی - وہ یہ تو جانتا ہے کہ بادشاہ چوری سے منع کر سکتا ہی - بادشاہ کو چوری سے منع کرنیکی قدرت ہی - لیکن وہ یہ بھی جانتا ہی - کہ بادشاہ کو میری چوری کرنے کی خبر نہین ہی - اس سبب سے وہ بادشاہ سے نہین ڈرتا - تیسری صفت حکمت ہی - یعنی جو شخص جسے حکیم نہین جانتا - وہ اُس سے نہین ڈرتا - جو مسخرہ بادشاہ کے پاس تمسخر کرتا ہے - وہ یہ بھی جانتا ہے - کہ بادشاہ تمسخر کرنے سے منع کر سکتا ہی - بادشاہ کو منع کرنیکی قدرت ہی - اور یہ بھی جانتا ہی - کہ بادشاہ کو میرے بری اور ناشایستہ فعلون کی خبر ہے - لیکن وہ یہ بھی جانتا ہی - کہ بادشاہ بری اور ناشائستہ باتون کے کرنے سے خوش ہوتا ہی - اس سبب سے وہ بادشاہ سے نہین ڈرتا - اگر وہ یہ بھی جانتا ہو کہ بادشاہ کو میری بُری اور ناشایستہ فعلون کی خبر ہی - اور یہ بھی جانتا ہو کہ بادشاہ مجھے بُری اور ناشائستہ فعلون سے منع کر سکتا ہی - اور یہ بھی جانتا ہو کہ بادشاہ حکیم ہے - بُرے اور ناشایستہ فعلون سے خوش نہین ہوتا - تو اِن تینون علمون کے سبب سے اُس کے دل مین بادشاہ کا خوف اور ڈر ہوگا - اس بیان سے یہ بات ثابت ہو گئی - کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے اُسی وقت ڈرتا ہی - کہ وہ یہ جانتا ہو کہ اللہ تعالیٰ سب چیزون کو جانتا ہی - سب چیزون پر قادر ہی - کسی بری اور ناشائستہ بات سے خوش نہین ہوتا - لہذا یہ امر ثابت ہو گیا کہ خوف اور ڈر علم باللہ کو لازم ہی - یعنی جو شخص اللہ کو جانتا ہی وہ ضرور بالضرور اللہ سے ڈرتا ہی - یہ نہین ہو سکتا کہ وہ اللہ سے نہ ڈرے - اور اس مقدمے کے ثبوت کی عقلی دلیل - کہ ڈرنے والا اہل جنت مین سے ہی - یہ ہی کہ جس وقت بندے کو دُنیوی لذت ظاہر اور آشکارا ہوئی - اور وہ لذت اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہی - اور اُس کے کرنے مین نفع بھی ہی - اور ضرر بھی - تو عقل یہی حکم کرتی ہی - کہ جس جانب کو رجحان اور غلبہ ہے اُسی جانب کو ترجیح دینی چاہیے - جب بندے نے ایمان کے نور سے یہ جان لیا کہ دُنیوی لذت آخرت کے عذاب کے مقابلے مین نہایت حقیر اور بے حقیقت ہی - تو اُس کا یہ علم اور یہ ایمان اُس دُنیوی لذت سے نفرت کرنے کا سبب ہوا - اور اسی کا نام خشیت اور ڈر ہے - اور جب بندے نے اُن چیزون کو چھوڑ دیا جنکے کرنے سے منع کیا ہی - اور اُن چیزون کو کیا - جن کے کرنے کا حکم کیا ہی - تو وہ اہل ثواب اور اہل جنت مین سے ہوا - لہذا نقلی اور عقلی دلائل سے یہ امر ثابت ہو گیا - کہ عالم باللہ جو اللہ کو جانتا ہی

دو اللہ سے ڈرتا ہے - اور جو اللہ سے ڈرتا ہے - وہ اہل جنت میں سے ہے - (دوسرا طریق) یہ ہے - کہ اِنَّمَا کا کلمہ حصر کے لیے ہے - لہذا اس آیت کی دلالت اس امر پر ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے علماً
ہی ڈرتے ہیں - علما کے سوا اور کوئی نہیں ڈرتا - اور دوسری آیت (یعنی ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ - یعنی جنت اُن لوگوں کے لیے ہے - جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں) اس امر پر
دلالت کرتی ہے - کہ جنت اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے ہے - اور جنت کا اوروں کے لیے ہونا ڈرنے والوں کے لئے ہونے کے خلاف ہے - یعنی جب جنت ڈرنے والوں کے لیے ہوئی - تو ڈرنے والوں کے
سوا اوروں کے لیے نہیں ہو سکتی - لہذا ان دونوں آیتوں کا مجموعہ اس امر کی دلیل ہے - کہ جنت صرف علما ہی کے لیے ہے - اوروں کے لیے نہیں ہے - جاننا چاہیے کہ اس آیت میں بڑی
سخت تہدید اور تخویف ہے کیونکہ اس آیت سے یہ بات ثابت ہوئی - کہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر علم باللہ کو لازم ہے یعنی یہ نہیں ہو سکتا - کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو جانتا ہو - اور اُس سے اللہ تعالیٰ
کا خوف اور ڈر نہ ہو - اور لازم کے نہ ہونے سے ملزوم کا نہ ہونا لازم آتا ہے - تو اللہ تعالیٰ کے خوف اور ڈر کے نہ ہونے سے اللہ تعالیٰ کا نہ جاننا لازم آتا ہے - اور یہ دقیقہ اور نکتہ
تجھے اس بات سے آگاہ کرتا ہے - کہ جس علم سے اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر پیدا ہوتا ہے - وہی علم اللہ تعالیٰ کے قرب اور نزدیکی کا سبب ہے - اور مجادلے کے جمیع اقسام اگرچہ دقیق اور
غامض ہیں - جب اُن سے اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر پیدا نہیں ہوتا - تو وہ اُس علم میں سے ہیں - جو قبیح اور مذموم ہے - (تیسرا طریق) اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءَ اللہ کے رفع
(پیش) اور علما کے نصب (زبر) کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے - اور اس قرات کے یہ معنی ہیں - کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی سے ڈر سکتا - اور اللہ تعالیٰ کا ڈرنا ممکن ہوتا - تو اللہ تعالیٰ علما
سے ہی ڈرتا - کیونکہ علما ہی جائز اور ناجائز میں امتیاز کر سکتے ہیں - جاہل کو جائز اور ناجائز میں کچھ امتیاز نہیں ہے - لہذا اللہ تعالیٰ کو جاہل کی کچھ پروا اور جاہل کی طرف کچھ التفات نہیں ہے
اس قرات سے علما کی نہایت تعظیم اور بہت بڑا درجہ سمجھا جاتا ہے (چوتھی دلیل) یہ آیت ہے - وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (اے محمد تو یہ کہہ اے پروردگار میرا علم اور زیادہ کر دے) یہ آیت اس امر کی بہت
بڑی دلیل ہے - کہ علم سب چیزوں سے زیادہ نفیس اور علم کا مرتبہ سب چیزوں سے زیادہ بلند اور اللہ تعالیٰ کو علم کی سب چیزوں سے زیادہ محبت ہے - کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے یہ خاص علم ہی کی نسبت ارشاد فرمایا - کہ ہم سے یہ کہو - اے پروردگار میرا علم اور زیادہ کر دے - علم کے سوا اور کسی چیز کی نسبت یہ ارشاد نہیں فرمایا - قتادہ نے کہا ہے اگر
حاصل شدہ علم پر کوئی شخص اکتفا کر سکتا - تو موسیٰ علیہ السلام بھی اکتفا کرتے - اور یہ ارشاد نہ فرماتے هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا (کیا میں آپ کے ساتھ اس شرط پر
چلوں کہ جو کچھ آپ کو علم دیا گیا ہے - اُس میں سے آپ کچھ مجھے بھی سکھائیں) (پانچویں دلیل) سلیمان علیہ السلام کے پاس دُنیا کا ملک جس قدر تھا مشہور اور معروف ہے - آپ نے یہ دعا مانگی تھی
رَبِّ هَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ (اے پروردگار مجھے اس قدر ملک دے - کہ میرے بعد پھر کسی کو اُس قدر نہ ملے) پھر بھی سلیمان علیہ السلام نے دُنیا کے ملک پر فخر نہیں
کیا - علم ہی پر فخر کیا - اور یہ ارشاد فرمایا - یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَاُوْتِیْنَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ (اے لوگو ہمیں پرندوں کی بولی سکھلائی گئی - اور ہمیں ہر ایک چیز دی گئی)
سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی بولی جاننے پر فخر کیا - جب سلیمان علیہ السلام کو اس علم پر فخر کرنا زیبا اور شایان ہوا - تو مومن کو رب العالمین کی معرفت پر فخر کرنا بدرجہ اولیٰ زیبا
اور شایان ہے - اور نیز پرندوں کی بولی جاننے کے بیان کو مقدم کیا - اور ہر ایک چیز کے دیے جانے کے بیان کو موخر - اور نیز جب اللہ تعالیٰ نے اُن کے کمال کا ذکر کیا - تو پہلے علم کا بیان کیا
اور یہ ارشاد فرمایا - وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْكُمٰنِ فِی الْحَرْثِ (اور داؤد اور سلیمان کا اُس وقت کا ذکر کر جس وقت وہ دونوں کھیتی کے جھگڑے کا فیصلہ کرنے لگے) تا قول عزوجل
وَكُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا (ہم نے دونوں میں سے ہر ایک کو حکمت اور دانش دی) پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُن کا وہ حال بیان کیا - جو دنیا سے تعلق رکھتا ہے - اور یہ علم کے
اشرف ہونے کی دلیل ہے (چھٹی دلیل) بعضے علما نے کہا ہے - ہدہد باوجودیکہ نہایت ہی ضعیف ہے - اور باوجودیکہ معرض عتاب میں تھا - پھر بھی اُس نے سلیمان سے یہ کہا - اَحَطْتُّ بِمَا
لَمْ تُحِطْ بِهٖ (میں اُس چیز کی خبر لے آیا جس کی خبر تجھے نہ تھی) اگر علم تمام چیزوں سے افضل نہ ہوتا - تو ہدہد کو سلیمان علیہ السلام کی مجلس میں ایسے کلام کرنے کا ہرگز حوصلہ نہ ہوتا - اور اسی سبب سے جب کوئی ادنیٰ اور
ذلیل آدمی علم پڑھ لیتا ہے - تو اس کے قول پر بادشاہ بھی عمل کرتے ہیں اور یہ صرف علم ہی کی برکت ہے (ساتویں دلیل) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے - گھڑی بھر فکر کرنا ساٹھ برس کی
عبادت سے بہتر ہے - اور فکر کے افضل ہونے کی دو وجہیں ہیں - (پہلی وجہ) یہ ہے - کہ فکر تجھے اللہ کی طرف پہنچاتا ہے - اور عبادت اللہ کے ثواب کی طرف - اور جو چیز تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچائے - وہ اُس چیز سے
بہتر ہے - جو کسی اور چیز کی طرف پہنچائے (دوسری وجہ) یہ ہے - کہ فکر دل کا کام ہے - اور طاعت اور اعضا کا - اور دل اور اعضا سے اشرف ہے - تو دل کا کام بھی اور اعضا کے کام سے اشرف ہے - اور آیت بھی
اسی وجہ کی تائید کرتی ہے - اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ (میرے ذکر کے لئے نماز پڑھ) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ ارشاد فرمایا کہ نماز دل کے ذکر کا وسیلہ ہے - اور یہ بات ظاہر ہے - کہ مقصود

وسیلے سے اشرف ہی۔ تو دل کا ذکر نماز سے اشرف ہی۔ اس سے یہ معلوم ہوا۔ کہ علم اور سب چیزون سے اشرف ہی۔ (آٹھوین دلیل) یہ آیت ہی۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ
عَلَيْكَ عَظِيْمًا ہ (جو تو نہین جانتا تھا۔ اللہ نے تجھے سکھلا دیا۔ اور تیری اوپر اسکی بڑی مہربانی ہی) اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے علم کو عظیم (یعنی بڑا) ارشاد فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے حکمت کو
خیر کثیر (یعنی بڑی بھلائی) کہا ہی۔ اور حکمت سے علم ہی مراد ہی۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (رحمٰن نے قرآن سکھلا دیا) اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین اس نعمت یعنی
تعلیم قرآن کے بیان کو اور سب نعمتون کے بیان سے مقدم کیا۔ اور یہ اس امر کی دلیل ہی۔ کہ یہ نعمت یعنی تعلیم قرآن اور سب نعمتون سے افضل ہی (نوین دلیل) یہ ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ کی باقی اور تمام
کتابین علم کی فضیلت کی شاہد ہین۔ اللہ تعالیٰ نے توراۃ مین موسیٰ علیہ السلام سے یہ ارشاد فرمایا۔ ای موسیٰ حکمت کی تعظیم کر اور حکمت کو بڑا جان۔ مین جس بندی کو بخشنا چاہتا ہون اُسی کے
دل مین حکمت ڈالتا ہون۔ ای موسیٰ تو حکمت کو سیکھ پھر اُسپر عمل کر۔ پھر اُسے خرچ کر یعنی اورون کو سکھا۔ تاکہ اس سبب سے دُنیا اور آخرت مین میری کرامت تجھے ملے۔ اور اللہ تعالیٰ نے زبور مین یہ
ارشاد فرمایا ہی۔ ای داوٗد بنی اسرائیل کے احبار اور رہبان سے یہ کہدے۔ تم متقیون سے بات چیت کیا کرو۔ اگر تمہین کوئی متقی نہ ملے۔ تو تم علما سے بات چیت کیا کرو۔ اگر تمہین کوئی عالم بھی نہ ملے۔ تو تم عقلا سے
بات چیت کیا کرو۔ تقوی اور علم اور عقل یہ تین مرتبے ہین۔ مین اپنی خلق مین سے جسے ہلاک کرنا چاہتا ہون اُسے ان تینون مرتبون مین سے کوئی مرتبہ نہین دیتا۔ اور مین یہ کہتا ہون۔ کہ اللہ تعالیٰ
نے تقوی کو علم سے صرف اس سبب سے مقدم کیا کہ تقوی علم کے بغیر نہین پایا جاتا۔ جیسا ہم بیان کر چکے ہین۔ کہ خوف اور ڈر علم کے بغیر نہین پایا جاتا۔ علم کے ساتھ ہی پایا جاتا ہے۔ اور علم تقوی کے بغیر پایا جاتا ہے
یعنی یہ نہین ہوسکتا۔ کہ کوئی شخص متقی ہو اور عالم نہو۔ اور یہ ہوسکتا ہی کہ عالم ہو اور متقی نہو۔ اور جس شخص مین تقوی اور علم دونون ہین۔ وہ اُس شخص سے افضل اور بہتر ہی جسمین صرف علم ہی ہے۔ تقوی نہین ہے۔ اور علم کو
عاقل سے اسی نکتے کے سبب سے مقدم کیا ہی۔ کیونکہ یہ نہین ہوسکتا کہ کوئی شخص عالم ہو۔ اور عاقل نہو۔ اور یہ ہوسکتا ہے۔ کہ عاقل ہو۔ اور عالم نہو۔ عقل بمنزلے تخم کے ہی۔ اور علم بمنزلے درخت کے
اور تقوی بمنزلے پھل کے۔ اللہ تعالیٰ نے انجیل کی سترھوین سورت مین یہ ارشاد فرمایا ہی۔ اُس شخص پر افسوس ہی۔ کہ جس نے یہ سن لیا۔ کہ فلان جگہ علم ہی۔ اور پھر اُس نے علم طلب نہین کیا۔ وہ
بھی جاہلون کے ساتھ جہنم مین ڈالا جائیگا۔ علم طلب کرو۔ علم سیکھو۔ اگر علم تمہین نیکبخت نہین کریگا۔ تو بدبخت بھی نہین کرے گا۔ اگر علم تمہین بلند اور ذی عزت نہین کریگا۔ تو پست اور ذلیل
بھی نہین کریگا۔ اگر علم تمہین تونگر اور غنی نہین کریگا۔ تو تمہین محتاج اور فقیر بھی نہین کریگا۔ اگر علم تمہین نفع نہین دیگا۔ تو تمہین ضرر بھی نہین دیگا تمہین یہ کہنا نہین چاہیے۔ کہ ہم اس بات سے
ڈرتے ہین۔ کہ ہم علم پڑھین۔ اور اُسپر عمل نکرین۔ بلکہ تمہین یہ کہنا چاہئے۔ کہ ہمین یہ اُمید ہی۔ کہ ہم علم حاصل کرین۔ اور اُسپر عمل کرین۔ اور علم۔ علم والے کا شفیع ہی یعنی علم۔ علم والے کی
شفاعت اور سفارش کریگا۔ اور علم والے کا اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہی۔ کہ اللہ تعالیٰ اُسے رُسوا نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہ ارشاد فرمائیگا۔ ای علما کی گروہ تمہین اپنے پروردگار
کے ساتھ کیا گمان تھا۔ وہ یہ کہین گے کہ ہمین یہ گمان تھا۔ کہ ہمارا پروردگار ہم پر رحم کریگا۔ اور ہمین بخشدیگا۔ اللہ تعالیٰ یہ سنتے ہی یہ ارشاد فرمائیگا۔ مین نے تمپر رحم کیا۔ اور مین نے
تمہین بخشدیا۔ مین نے تمہین حکمت اس سبب سے نہین دی تھی۔ کہ مین نے تمہاری ساتھ بُرائی کرنیکا ارادہ کیا تھا۔ بلکہ اس سبب سے دی تھی۔ کہ مین نے تمہاری ساتھ بھلائی کرنیکا ارادہ کیا تھا۔ تم
میری رحمت سے میری نیک بندون کیساتھ جنت مین چلے جاوٗ۔ مقاتل بن سلیمان نے یہ کہا ہی۔ کہ مین نے انجیل مین یہ دیکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام سے یہ ارشاد فرمایا
ای عیسیٰ علما کی تعظیم کر۔ اور اُن کی فضیلت پہچان۔ مین نے علما کو نبیون اور رسولون کے سوا اور تمام خلق پر ایسی فضیلت دی ہی جیسی فضیلت سورج کو چاند اور تارون پر ہی۔ اور آخرت کو
دنیا پر۔ اور مجھے ہر چیز پر۔ **علم کی فضیلت کی حدیثین** (ا) عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ قیامت کے دن اللہ
تعالیٰ علما سے یہ کہیگا۔ کہ مین نے تمہین علم اس ارادی سے نہین دیا تھا کہ مین تمہین عذاب مین مبتلا کرون۔ تم جنت مین چلے جاوٗ خواہ تمہارا عمل کچھ ہی کیون نہ ہو۔ (ب) ابو ہریرہ اور ابن
عباس نے فرمایا ہی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے پہلے ایک خطبہ نہایت ہی بلیغ ارشاد فرمایا۔ اور وہ خطبہ اُن خطبون مین سے جو مدینے مین ارشاد فرمائے ہین آخری خطبہ تھا۔ آپ نے
ارشاد فرمایا جس نے علم سیکھا۔ اور علم مین تواضع اور فروتنی اختیار کی۔ اور جو ثواب اللہ کے پاس ہی۔ اُسکے حاصل کرنے کے ارادی سے۔ اللہ کے بندون کو علم سکھلایا۔ جنت مین اُس سے زیادہ
کسی کو ثواب اور مرتبہ نہین ملیگا۔ اور جنت مین جو مرتبہ اور نفیس و بلند درجہ ہی۔ اُس مین اُس کا حصہ سب سے زیادہ ہوگا۔ (ج) ابن عمرؓ سے روایت ہی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا۔ تو سونے کے منبر گرداگرد رکھے جائینگے۔ اور اُنپر موتی اور یاقوت اور زمرد کے جڑے ہوئے چاندی کے قُبّے ہونگے۔ اور اُن کی مسندین سندس اور استبرق
کی ہونگی۔ پھر رحمٰن کا پکارنے والا پکاریگا۔ کہ جنہون نے محمد کی امت کے لوگون کے پاس لوجہ اللہ علم پہنچایا ہی۔ وہ لوگ کہا ہین۔ وہ جنت مین جانے تک اِن منبرون پر بیٹھین۔ اُنھین کسی قسم کا خوف

علم کی فضیلت کی حدیثین

اور ڈرنہیں ہی (ذ) عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے ارشاد فرمایا ہی۔ محمد کی اُمت کے لوگ عالم اور حکیم ہین۔ گویا وہ فقہ کے اعتبار سی نبی ہین۔ وہ تھوڑے سے رزق پر اللہ سے
راضی ہوجاتے ہین۔ اللہ بھی اُن سی تھوڑے سی عمل پر راضی ہوجائیگا۔ اور وہ لا الٰہ الا اللہ ہی کے کہنے سے جنت مین داخل ہوجائین گے (ش) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
ہے۔ علم کی طلب مین جس کے دونون پاؤن گردآلود ہوے۔ اللہ نے اُس کا جسم دوزخ کی آگ پر حرام کردیا۔ اور اُسکے دونون فرشتون نے اُسکے گناہون کی بخشش چاہی۔ اگر وہ علم کی طلب ہی مین مرگیا تو شہید
مرا۔ اور اُسکی قبر جنت کے باغون مین سی ایک باغ ہی۔ اور اُسکی نگاہ جہانتک پہنچ سکتی ہی۔ وہان تک اُسکی قبر وسیع اور فراخ کردیجائیگی۔ اور وہ اپنی ہمسایونکی اپنی دائین جانب کی چالیس قبرین
اور بائین جانب کی چالیس قبرین اور پیچھے کی چالیس قبرین اور آگے کی چالیس قبرین روشن کردیگا۔ عالم کی نیند عبادت ہی۔ اور مذاکرہ تسبیح اور سانس صدقہ۔ اور عالم کی دونون آنکھون سے جو قطرہ نکلیگا
وہ دوزخ کی آگ کی ایک دریا کو بجھادیگا۔ جس نے عالم کی اہانت اور حقارت کی اُس نے علم کی اہانت اور حقارت کی۔ اور جس نے علم کی اہانت اور حقارت کی۔ اُس نے نبی کی اہانت اور حقارت کی۔ اور جس نے نبی کی
اہانت اور حقارت کی اُس نے جبریل کی اہانت اور حقارت کی۔ اور جس نے جبریل کی اہانت اور حقارت کی اُس نے اللہ کی اہانت اور حقارت کی۔ اور جس نے اللہ کی اہانت اور حقارت کی۔ اللہ قیامت کے
دن اُسکی اہانت اور حقارت کریگا (ق) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو سب سے زیادہ جواد اور سخی ہے مین تمہین بتاؤن۔ لوگون نے کہا ہان یارسول اللہ۔ آپ نے ارشاد فرمایا
اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جواد اور سخی ہی۔ اور آدم کی اولاد مین سب سے زیادہ جواد اور سخی مین ہون۔ اور میرے بعد سب سے زیادہ جواد اور سخی وہ عالم ہی۔ جو عالم مین اپنا علم پھیلاتا ہی۔ وہ اکیلا قیامت کے
دن ایک اُمت کی برابر ہوگا۔ اور وہ شخص بھی سب سے زیادہ جواد اور سخی ہی جس نے اللہ کی راہ مین یہانتک جہاد کیا۔ کہ مقتول ہوگیا (ز) صحیح مسلم مین ابوہریرہ سی روایت ہی کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص دنیا کی مصیبتون مین سی کوئی مصیبت دور کریگا۔ اللہ اُس سی آخرت کی مصیبتون مین سی کوئی مصیبت دور کریگا۔ جو شخص کسی تنگدست پر نرمی اور
آسانی کریگا۔ اللہ اُس پر دنیا اور آخرت مین نرمی اور آسانی کریگا۔ جب تک بندہ اپنے بھائی مسلمان کی مدد کرتا ہی۔ اُسوقت تک اللہ اُس بندے کی مدد کرتا ہی۔ جو شخص علم کی طلب
کے لیے کوئی راہ قطع کریگا۔ اللہ اُسکے لیے جنت کی راہ سہل اور آسان کردیگا۔ جو لوگ اللہ کی مسجدون مین سی کسی مسجد مین جمع ہوکر قرآن کی تلاوت کرتے ہین۔ اُن پر اطمینان نازل
ہوتا ہے۔ اور اُنہین رحمت ڈھانک لیتی ہی۔ اور فرشتے اُنکے گرد اگرد ہوجاتے ہین۔ اور اللہ اُنکا ذکر اُن سی کرتا ہی جو اُسکے پاس ہین (خ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی۔ قیامت کے
دن تین گروہون کی شفاعت قبول کیجائیگی۔ سب سے پہلے انبیا کی۔ پھر علما کی۔ پھر شہدا کی۔ اس حدیث کے راوی (یعنی روایت کرنے والے) یہ کہا ہی کہ علما کا مرتبہ انبیا کی سوا اور سب سے بڑا ہی۔
یعنی انبیا کے بعد علما کا مرتبہ ہی۔ اور علما کے بعد شہدا کا۔ اور شہدا کے بعد اور سب لوگون کا۔ (ظ) معاذ بن جبل سی روایت ہی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم علم سیکھو۔ علم کا سیکھنا اللہ
کا خوف اور ڈر ہی۔ اور علم کی طلب عبادت۔ اور علم کا ذکر اذکار تسبیح۔ اور علم کی بحث جہاد۔ اور علم کا سکھلانا صدقہ۔ اور جنہین علم کی اہلیت اور قابلیت ہی۔ اُنہین علم کا دینا قربِ الٰہی۔ کیونکہ
علم ہی حرام اور حلال بتاتا ہی۔ علم ہی جنت کی راہون کا مینار ہی۔ علم ہی وحشت کی وقت کا انیس و ہمدم ہی۔ علم ہی وحدت اور تنہائی کی وقت کا رفیق اور ہمنفس ہی۔ علم ہی خلوت کی وقت کا ہمنشین
اور بات چیت کرنے والا ہے۔ علم ہی خوشی اور غم کے وقت کا رہنما ہی۔ علم ہی اعداکُشی کا ہتیار ہی۔ علم ہی اختلاف کے وقت دین ہی۔ علم ہی کے سبب سی اللہ تعالیٰ بہت سی قومون کا مرتبہ بلند کرتا ہے
اور نیکی کا رہنما بناتا ہی۔ اُن سی ہدایت اور رہنمائی ہوتی ہی۔ اور اُنہین امامت اور پیشوائی عطا فرماتا ہی۔ سب لوگ اُنہین کی قدم بقدم چلتے ہین۔ اُنہین کی افعال کی پیروی کرتے ہین اُنہی کی
رای کو تسلیم اور قبول کرتے ہین۔ فرشتے اُنکی مجلس مین بڑی رغبت اور آرزو سی آتے ہین۔ اور اپنی بازوؤن کے ساتھ اُنہین چھوتے ہین۔ اور نمازون مین اُنکے گناہون کی بخشش چاہتے ہین۔ اور ہر خشک و
تر یہانتک کہ دریا کی مچھلیان اور دریا کے جانور اور جنگل کی درندے اور جنگل کے چوپاے۔ اور آسمان اور آسمان کے تارے سب اُنکے گناہون کی بخشش کے طالب ہوتے ہین۔ کیونکہ علم ہی دلون کی زندگی ہی۔ علم ہی
آنکھون کا نور ہی۔ علم ہی بدنون کی قوت ہی۔ علم ہی بندے کو بزرگون اور بادشاہون کی مجلسون تک پہنچاتا ہی۔ علم ہی سے دنیا اور آخرت مین بڑے بڑے درجے حاصل ہوتے ہین۔ اور علم مین غور اور فکر کرنا روزہ رکھنے
کی برابر ہی۔ اور علم کا پڑھنا نماز پڑھنے کی برابر۔ علم ہی سی اللہ کی طاعت اور عبادت کی جاتی ہی۔ علم ہی سی اللہ کی بزرگی اور توحید ثابت کی جاتی ہی۔ علم ہی سی صلہ رحمی ہوتی ہی۔ علم ہی سی حرام حلال
پہچانا جاتا ہی۔ (ئ) ابوہریرہ رضی عنہ سے روایت ہی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ انسان کے مرتے ہی انسان کا عمل ختم ہوجاتا ہی۔ مگر جو شخص ایسا صدقہ چھوڑجاے۔ جو ہمیشہ جاری
رہے یا ایسا علم چھوڑجاے۔ جس سی لوگون کو نفع ہو۔ یا نیک اولاد چھوڑجاے۔ جو اُسکے لیے دعاے خیر کرتی رہی اُس کا عمل ختم نہین ہوتا۔ جاری رہتا ہی۔ (یا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا۔ جب تمہین اپنی حاجت روائی کے لیے کسی سے کہنا ہو۔ تو آدمیون سے کہو۔ لوگون نے کہا۔ ای رسول اللہ آدمی کون لوگ ہین۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اہل قرآن۔ لوگون نے کہا۔ اہل قرآن کے بعد پھر آدمی

کون لوگ ہیں۔ آپنے فرمایا۔ اہل علم۔ لوگوں نے کہا۔ اہل علم کے بعد پھر آدمی کون لوگ ہیں۔ آپنے ارشاد فرمایا جن کے چہرے صبیح یعنی درخشان اور تابندہ ہیں۔ اس حدیث کے راوی نے یہ کہا ہے۔ کہ اہل قرآن سے وہ لوگ مراد ہیں جنہیں قرآن کے معانی محفوظ ہیں (یب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جس نے نیکی کرنے کا حکم کیا۔ اور بدی کرنے سے منع کیا۔ وہ زمین میں اللہ اور اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول کا خلیفہ ہے۔ اور دنیا بندوں کے لیے سم قاتل ہے۔ دنیا میں سے تم اسقدر لو۔ جسقدر دواؤں میں زہر ڈالتے ہیں۔ تاکہ تمہیں نجات اور رستگاری ہو۔ اس حدیث کے راوی نے یہ کہا ہے۔ اس حدیث میں علما بھی داخل ہیں۔ کیونکہ وہی کہتے رہتے ہیں۔ یہ حرام ہے اس سے بچو۔ یہ حلال ہے۔ اسے کرو (یج) عالم ایک ایسا نبی ہے جسپر وحی نازل نہیں ہوئی ہے۔ (ید) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ تجھے عالم۔ یا طالب علم۔ یا علم کا سننے والا۔ یا علم سے محبت رکھنے والا۔ بننا چاہیے۔ تو پانچویں قسم کا آدمی نہ بن ورنہ تو ہلاک ہو جائیگا۔ اس حدیث کے راوی نے یہ کہا ہے۔ کہ اس حدیث اور اس دوسری حدیث (یعنی اَلنَّاسُ رَجُلَانِ عَالِمٌ وَّمُتَعَلِّمٌ وَسَائِرُ النَّاسِ هَمَجٌ لَاخَيْرَ فِيهِمْ یعنی آدمی صرف دو ہی ہیں عالم اور متعلم۔ اور باقی تمام آدمی چھوٹی مکھیاں ہیں جو بکریوں اور گدھوں کے منہ پر بیٹھتی ہیں۔ اُن میں کوئی خوبی اور کوئی بھلائی نہیں ہے) میں تطبیق یوں ہے۔ کہ علم کا سننے والا اور علم سے محبت رکھنے والا بھی بمنزلے متعلم کے ہے۔ کسی اعرابی نے اپنے لڑکے سے کیا اچھا کہا ہے لَنْ سَبُعًا خَالِسًا اَوْ ثَعْلَبًا خَالِسًا اَوْ كَلْبًا حَارِسًا وَّاِيَّاكَ وَاَنْ تَكُوْنَ اِنْسَانًا نَاقِصًا (تو اچک لیجانیوالا درندہ۔ یا چھیننے والا بھیڑیا۔ یا پہرہ دینے والا کتا بن جانا۔ مگر ناقص انسان نہ بننا (یو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جس شخص کے ہاتھ پر سہارا دیکر کوئی عالم چلا۔ تو اللہ نے ہر قدم کے بدلے ایک غلام آزاد کرنیکا ثواب اسکے لیے لکھدیا۔ جس شخص نے کسی عالم کے سر کو بوسہ دیا تو اللہ نے ہر بال کے بدلے اسکے لیے ایک نیکی لکھدی (یو) ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو ذی عزت ذلیل ہو گیا۔ اور جو تونگر فقیر ہو گیا۔ اور جس عالم کو جاہلوں نے کھلونا بنا لیا۔ اُسپر ساتوں آسمان اور جو ساتوں آسمانوں میں ہیں۔ اور جو ساتوں آسمانوں پر ہیں۔ اور ساتوں زمینیں۔ اور جو ساتوں زمینوں میں ہیں۔ اور جو ساتوں زمینوں پر ہیں۔ وہ سب کے سب روتے ہیں (یز) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ قرآن کے عالم۔ اہل جنت کے نقیب ہیں۔ اور شہدا اہل جنت کو جنت کیطرف کھینچنے والے۔ اور انبیا اہل جنت کے سردار۔ (یح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ عالم جنت کی کنجیاں اور نبیوں کے خلفا ہیں۔ اس حدیث کے راوی نے یہ کہا ہے۔ کہ خود انسان جنت کی کنجی نہیں ہو سکتا۔ اس حدیث کے معنی یہی ہیں۔ کہ علماء کے پاس وہ علم ہے جو جنت کی کنجی ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جو شخص خواب میں جنت کی کنجیاں اپنے ہاتھ میں دیکھے اُسے اللہ تعالیٰ علم دین عطا فرمائیگا (یط) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ غافلوں اور واصلوں اور غیر واصلوں اپنی تمام مخلوق پر ہر ایک دن رات میں ہزار رحمتیں کرتا ہے۔ اُن میں سے نو سو ننانوے رحمتیں عالموں اور طالب علموں اور مسلمانوں کیلئے ہیں۔ اور ایک رحمت باقی اور سب آدمیوں کیلئے (ک) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ میں نے جبرئیل سے یہ کہا۔ اے جبرئیل میری امت کے لیے کونسا عمل افضل ہے۔ جبرئیل نے کہا علم۔ میں نے کہا۔ علم کے بعد پھر کونسا عمل افضل ہے۔ جبرئیل نے کہا۔ عالم کی طرف دیکھنا۔ میں نے کہا۔ عالم کی طرف دیکھنے کے بعد پھر کونسا عمل افضل ہے۔ جبرئیل نے کہا عالم کی زیارت۔ اس کے بعد پھر جبرئیل نے یہ کہا جس شخص نے صرف اللہ ہی کے لئے علم حاصل کیا۔ اور علم کے حاصل کرنے سے اُسکی صرف یہی غرض تھی۔ کہ وہ اپنی اور مسلمانوں کی اصلاح کرے۔ اور علم کے حاصل کرنے سے اُسکی یہ غرض نہ تھی۔ کہ وہ علم کے وسیلے سے دنیا حاصل کرے۔ تو اُسکے لیے جنت کا میں کفیل ہوں (کا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ دس آدمیوں کی دعا قبول ہوتی ہے۔ عالم۔ اور متعلم۔ اور نیک سیرت۔ اور بیمار۔ اور یتیم۔ اور غازی۔ اور حاجی۔ اور مسلمانوں کے خیر خواہ۔ اور اُس شخص کی جو اپنے ماں باپ کی اطاعت کرتا ہے۔ اور اُس عورت کی جو اپنے شوہر کی اطاعت کرتی ہے۔ (کب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا۔ علم کیا چیز ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ عمل کا رہنما۔ پھر کسی نے پوچھا۔ عقل کیا چیز ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ نیکی اور بھلائی کی طرف کھینچنے والی۔ پھر کسی نے پوچھا خواہش اور آرزو کیا چیز ہے۔ آپنے ارشاد فرمایا۔ گناہوں کی سواری۔ پھر کسی نے پوچھا مال کیا چیز ہے۔ آپنے ارشاد فرمایا۔ تکبر کرنے والوں کی چادر۔ پھر کسی نے پوچھا دنیا کیا چیز ہے۔ آپنے ارشاد فرمایا۔ آخرت کا بازار (کج) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص سے بات چیت کر رہے تھے۔ کہ اللہ نے آپکے پاس یہ وحی بھیجی۔ کہ جس شخص سے تم بات چیت کر رہے ہو۔ اس شخص کی عمر میں صرف ایک ساعت باقی ہے۔ اور یہ عصر کا وقت تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے یہ خبر دی۔ وہ اس خبر کے سنتے ہی بہت گھبرایا۔ اور اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا۔ اے رسول اللہ مجھے اسوقت کوئی ایسا عمل بتلائیے۔ جو میرے بہت مناسب اور موافق ہو۔ آپنے ارشاد فرمایا۔ تو علم کے سیکھنے میں مشغول ہو جا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو سنتے ہی۔ علم کے سیکھنے میں مشغول ہو گیا۔ اور اُسکی روح مغرب سے پہلے قبض کی گئی۔ اس حدیث کا راوی یہ کہتا ہے۔ اگر علم سے کوئی چیز افضل ہوتی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسوقت اُسے اُس چیز کا حکم کرتے (کد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ عالموں کے سوا اور سب آدمی مردے ہیں۔ اور یہ حدیث مشہور ہے (که) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سات چیزیں بندے کے مرنے کے بعد بھی

جاری رہتی ہین جس نے علم سکھلایا۔ یا نہر جاری کی۔ یا کنوان کھدوایا۔ یا مسجد بنائی۔ یا قرآن مجید چھوڑ مرا۔ یا نیک اولاد چھوڑی۔ کہ اُسکے لیے دعاے خیر کرتی ہو۔ یا ایسا صدقہ چھوڑا کہ اُسکے مرنیکے بعد جاری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کو اور سب نعمتون پر اس سبب سے پہلے بیان کیا۔ کہ تعلیم ایک روحانی چیز ہے۔ اور روحانی چیز کو جسمانی چیزون سے زیادہ بتایا ہی۔ (کو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی۔ علما کی صحبت اُسی وقت اختیار کرنی چاہیے۔ کہ وہ تم سے پانچ چیزین چھڑوا کر تمہین پانچ چیزون کی طرف بلائین۔ شک چھڑوا کر یقین کی طرف۔ اور تکبر چھڑوا کر تواضع کی طرف۔ اور دشمنی چھڑوا کر خیر خواہی کی طرف۔ اور ریا چھڑوا کر اخلاص کی طرف۔ اور دنیا کی رغبت چھڑوا کر زہد یعنی دُنیا سے بیزاری اور بے رغبتی کی طرف (کز) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت کی۔ کہ اے علیؓ تو توحید کی حفاظت اور نگہبانی کر۔ کہ توحید میرا راس المال ہی۔ اور عمل کرنے کو تو اپنے اوپر لازم کرلے۔ کہ عمل کرنے کو اپنے اوپر لازم کرلینا۔ میرا حرفہ اور پیشہ ہی۔ اور نماز پڑھ کہ وہ میری آنکھ کی ٹھنڈک ہی۔ اور پروردگار کا ذکر کر کہ وہ میرے دل کی بصیرت ہی۔ اور علم پر عمل کر۔ کہ علم پر عمل کرنا میری میراث ہی۔ (کح) ابوکبشہ انصاری نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ دنیا کی مثل چار شخصون کی سی ہی۔ ایک شخص کو اللہ نے علم بھی دیا اور مال بھی۔ اور وہ اپنے مال مین اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہی۔ اور ایک شخص کو اللہ نے علم تو دیا۔ اور مال نہین دیا۔ اور وہ یہ کہتا ہی۔ اگر اللہ مجھے اسقدر مال دیتا جسقدر فلان شخص کو دیا ہی۔ تو مین بھی اپنے مال کو اُسی جگہ خرچ کرتا جسجگہ فلان شخص خرچ کررہا ہی۔ ان دونون شخصون کا اجر اور ثواب برابر ہے اور ایک شخص کو اللہ نے مال تو دیا ہی۔ اور علم نہین دیا۔ اور وہ اپنا مال اچھی جگہ خرچ نہین کرتا۔ بُری جگہ خرچ کرتا ہی۔ اور ایک شخص کو اللہ نے نہ علم دیا ہی۔ نہ مال۔ اور وہ یہ کہتا ہی۔ اگر اللہ مجھے اسقدر مال دیتا جسقدر فلان شخص کو دیا ہی تو مین بھی اُسے اُسی جگہ خرچ کرتا جسجگہ فلان شخص خرچ کرتا ہی۔ اِن دونون شخصون کا گناہ برابر ہی۔ (صحابہ اور تابعین اور حکما کے اقوال علم کی فضیلت کے بیان مین (ا) کمیل بن زیاد نے ارشاد فرمایا ہی۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنگل کی طرف لے چلے۔ جب جنگل مین جا پہنچے۔ تو ایک آہ سرد بھری۔ پھر یہ ارشاد فرمایا۔ اے کمیل بن زیاد دلونکا کام یاد رکھنا ہی۔ سب دلون سے بہتر وہ دل ہی جو سب سے زیادہ یاد رکھتا ہے۔ جو کچھ مین تجھسے کہتا ہون۔ تو اُسے یاد رکھ۔ آدمیون کی تین قسمین ہین۔ عالم ربانی۔ اور علم کا سیکھنے والا۔ جو نجات اور رستگاری کی راہ طے کررہا ہی۔ اور احمق اور بے عقل جو ہر گدھے کی پیروی کرتے ہین۔ ہر ایک ہوا کے ساتھ جھک جاتے ہین۔ علم کے نور کے ساتھ منور نہین ہین۔ مضبوط ستون پر اُنھون نے اعتماد نہین کیا ہے۔ اے کمیل علم مال سے بہتر ہی۔ علم تو تیری نگہبانی کرتا ہی۔ اور مال کی تجھے خود نگہبانی کرنی پڑتی ہی۔ خرچ کرنے سے مال گھٹتا ہی۔ اور علم بڑھتا ہی۔ اے کمیل علم زینت ہی علم انسان زندگی مین طاعت حاصل کرتا ہے۔ اور مرنیکے بعد ذکر خیر۔ علم حاکم ہی۔ مال محکوم علیہ (ب) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہی۔ کہ انسان اپنے گھر سے نکلتا ہی۔ اور تہامہ کے پہاڑ کی برابر گناہون کا بار اسکے اوپر ہوتا ہی۔ وہ جسوقت علم سنکر ڈرتا ہی۔ اور اپنے گناہون پر اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کہتا ہی۔ تو بیگناہ ہوکر اپنے گھر واپس آتا ہی۔ تمہین علما کی مجلسون سے الگ ہونا نہین چاہیے۔ اللہ تعالی نے روے زمین پر علما کی مجلسون سے بہتر اور بزرگ کوئی جگہ پیدا نہین کی ہی۔ (ج) ابن عباس نے ارشاد فرمایا ہی۔ کہ اللہ تعالی نے سلیمان علیہ السلام سے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ تم خواہ ملک و مال اختیار کرو۔ خواہ علم سلیمان علیہ السلام نے علم اختیار کیا۔ لہذا اللہ تعالی نے اُنہین علم اور ملک دونون دیے (د) سلیمان علیہ السلام کو جو ہدہد کی حاجت ہوئی۔ تو وہ اُسکے علم ہی کے سبب سے ہوئی۔ نافع بن ازرق نے ابن عباسؓ سے کہا۔ سلیمان علیہ السلام نے پانی ڈھونڈھنے کیلیے ہدہد کو کیون اختیار کیا۔ ابن عباسؓ نے ارشاد فرمایا۔ کہ ہدہد کو اس سبب سے اختیار کیا۔ کہ زمین ہدہد کے نزدیک شیشے کی مثل ہی۔ اُسے زمین کا باطن باہر سے دکھائی دیتا ہی۔ نافع نے کہا جال لگانے کے وقت اُسے کیا ہوجاتا ہی۔ جال صرف ایک انگشت مٹی مین چھپایا جاتا ہے۔ وہ اُسے دکھائی نہین دیتا۔ اُس مین پھنس جاتا ہی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا۔ اِذَا جَاءَ الْقَدَرُ عَمِيَ الْبَصَرُ (جب قضا آجاتی ہی۔ تو آنکھ اندھی ہوجاتی ہی آنکھ کچھ دکھائی نہین دیتا) (ھ) ابوسعید خدری نے ارشاد فرمایا ہی۔ کہ جنت دس ہزار حصون پر تقسیم کیجائیگی۔ نو ہزار نو سو ننانوے ۹۹۹۹ حصے عقلا کیلیے ہونگے۔ جنہون نے اللہ کے امر کو جانا ہی جسقدر اللہ نے اُنہین عقل دی ہی اُسکے مطابق وہ حصے اُن پر تقسیم ہونگے۔ اور باقی ایک حصہ نیک اور محتاج اور ضعیف مومنون کے لیے ہوگا۔ (و) ابن عباسؓ نے اپنے لڑکے سے کہا۔ بیٹا ادب اختیار کر۔ ادب مروت کی دلیل ہی۔ اور وحشت کے وقت کا انیس۔ اور سفر کا رفیق۔ اور حضر کا ہمنشین۔ اور مجلس کا صدر۔ اور جسوقت کوئی وسیلہ نہو۔ اُسوقت کا وسیلہ۔ اور افلاس کے وقت غنی اور تونگری اور ذلیل کیلیے رفعت اور بلندی۔ اور شریف کیلیے کمال۔ اور بادشاہ کیلیے جاہ و جلال (ز) حسن بصری نے ارشاد فرمایا ہی۔ علما کی قلم کی آواز تسبیح ہی۔ اور علم کا لکھنا اور اُسے دیکھنا عبادت ہی۔ عالم کے کپڑے کو جب سیاہی لگ گئی۔ تو گویا اُسے شہیدون کا خون لگ گیا۔ اور جب زمین پر سیاہی کا کوئی قطرہ ٹپک جاتا ہی۔ تو اُس کا نور چمکنے لگتا ہی۔ جب عالم اپنی قبر مین سے اُٹھیگا۔ تو تمام اہل حشر اُسے دیکھین گے۔ اور یہ کہین گے کہ اللہ کے بندون مین سے یہ ایسا بندہ ہی۔ کہ اللہ نے اس کی تعظیم اور تکریم کی ہی۔ اور انبیا علیہم السلام کے ساتھ اس کا حشر کیا ہی۔ (ح) کتاب کلیلہ و دمنہ مین مرقوم ہی جن لوگون

حقوق کو ہرگز خفیف اور حقیر نہیں جاننا چاہیے - وہ تین ہیں - علم اور پادشاہ - اور بھائی جس نے عالم کے حق کو خفیف اور حقیر جانا - اُس نے اپنا دین تباہ کیا - جس نے بادشاہ کے حق کو خفیف اور حقیر جانا اُس نے اپنی دنیا تباہ کی - جس نے بھائیون کے حقوق کو خفیف اور حقیر جانا اُس نے اپنی مروت تباہ اور ضائع کی - (ط) سُقراط نے یہ کہا ہی - کہ علم کی فضیلتون مین سے ایک فضیلت یہ بھی ہی - کہ علم مین کوئی شخص تیری خدمت کر نہین سکتا جس طرح باقی اور سب چیزون مین کر سکتا ہی - بلکہ علم کی خدمت تو خود ہی کر سکتا ہی - اور کوئی شخص تجھ سے علم چھین نہین سکتا (ی) کسی حکیم سے یہ کہا گیا - کہ تو مت دیکھ - اُس نے اپنی دونون آنکھین بند کر لین - پھر یہ کہا گیا - کہ تو مت سُن - اُس نے اپنے دونون کان بند کر لیے - پھر یہ کہا گیا - کہ تو بات مت کر - اُس نے اپنے مُنہ پر ہاتھ رکھ لیا - پھر یہ کہا گیا - کہ تو مت جان - اُس نے یہ جواب دیا - کہ مجھے نہ جاننے کی قدرت نہین ہے (یا) اگر چور عالم ہو - تو اُس کا ہاتھ کاٹنا نہین چاہیے - کیونکہ وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ مال میرے پاس ودیعت تھا - اسی طرح شراب پینے والا اگر عالم ہو - تو وہ یہ کہہ سکتا ہی - کہ مین نے اسے سرکہ جانا تھا - اسی طرح زنا کرنے والا اگر عالم ہو تو وہ یہ کہہ سکتا ہی - کہ مین نے اس سے نکاح کر لیا تھا - ان دونون پر بھی حد جاری نہین کی جاویگی (یب) کسی حکیم نے کہا ہی - تم جس طرح روئیدگی کے ساتھ خشک زمین کو زندہ کرتے ہو - اسی طرح بیان کی بصیرت کے ساتھ اپنے بھائیون کے دل زندہ کرو - کیونکہ جو نفس شہوتون اور نفسانی خواہشون سے دور ہو جائے - وہ اُس زمین سے افضل ہی جس مین روئیدگی کی صلاحیت اور قابلیت ہو جائے - کسی شاعر نے کہا ہی ؎ وَفِی الْجَهْلِ قَبْلَ الْمَوْتِ مَوْتٌ لِاَهْلِهٖ ✤ وَاَجْسَامُهُمْ قَبْلَ الْقُبُوْرِ قُبُوْرٗ ✤ (جاہلون اور نادانون کیلئے جہل اور نادانی مرگ سے پہلے مرگ ہے ✤ اور اُن کے جسم قبرون سے پہلے قبرین) وَاِنَّ امْرَأً لَمْ يَحْيَ بِالْعِلْمِ مَيِّتٌ ✤ وَلَيْسَ لَهٗ حَتَّى النُّشُوْرِ نُشُوْرُ (اور جو شخص علم کے ساتھ زندہ نہین ہوا وہ مردہ ہے ✤ قیامت تک اُس کیلئے زندگی نہین ہی) (اور علم کی فضیلت کے متعلق بہت سے نکتے ہین) (ا) جہل اور نادانی کے وقت گناہ کے زائل ہو جانیکی اُمید نہین ہی - اور شہوت کے وقت گناہ کے زائل ہو جانیکی اُمید ہی - آدم علیہ السلام کی لغزش کو نگاہ غور سے دیکھنا چاہیے کہ وہ علم کے سبب بخشش کے طلبگار ہوی - اور شیطان گمراہ ہوا - اور اس سبب گمراہی مین ہمیشہ رہا - کہ وہ جہل اور نادانی کے سبب تھی (ب) یوسف علیہ السلام جب بادشاہ ہوے تو اُنہین وزیر کی ضرورت ہوئی - یوسف علیہ السلام نے اپنی پروردگار سے وزیر کا سوال کیا - جبریل علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام سے یہ کہا - کہ تیرا پروردگار یہ کہتا ہی - کہ تو فلان شخص ہی کو اپنا وزیر بنا - یوسف علیہ السلام نے اُس شخص کو بہت ہی بُری حالت مین دیکھا - اور جبریل علیہ السلام سے یہ کہا کہ یہ شخص اس بُری حالت کے ساتھ وزارت کے قابل کس طرح ہو سکتا ہی - جبریل علیہ السلام نے یہ کہا - کہ تیرے پروردگار نے وزارت کے لئے اس شخص کو اس سبب سے مقرر کیا ہی - کہ اس نے تیرے اوپر سے مصیبت ٹالی تھی - اور یہ کہا تھا - اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (اگر یوسف کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہو - تو زلیخا جھوٹی ہی - اور یوسف سچا ہی) اس مین نکتہ یہ ہی - کہ جس شخص نے یوسف علیہ السلام کے اوپر سے مصیبت ٹالی - وہ یوسف علیہ السلام کی پادشاہت مین شرکت کا مستحق ہوا - تو جس شخص نے براہین مستقیم کے ساتھ دین کی حمایت کی - وہ اللہ کے احسان اور تحسین کا کس طرح مستحق نہوگا - (ج) کسی شخص نے ایک پادشاہ کی خدمت کرنی چاہی - پادشاہ نے اُس سے کہا - تو علم سیکھ تاکہ تو میری خدمت کرنیکے قابل ہو جائے - جب وہ علم سیکھنے لگا اور اُس نے علم کی لذت چکھی - تو بادشاہ نے اُس سے یہ کہلا بھیجا کہ اب تو علم کا سیکھنا چھوڑ دے - تو میری خدمت کرنیکے قابل ہو گیا - اُس شخص نے یہ جواب دیا جسوقت کہ تو نے مجھے اپنی خدمت کے قابل نہین جانا - اُس وقت مین تیری خدمت کے قابل تھا - اور جسوقت کہ تو نے مجھے اپنی خدمت کے قابل جانا اُسوقت مجھے یہ معلوم ہوا کہ مین اللہ تعالیٰ کی خدمت کے قابل ہون - کیونکہ جہل اور نادانی کے سبب میرا یہ گمان تھا - کہ کامیابی کے لیے صرف ایک تیرا ہی دروازہ ہی - اور اب مجھے یہ بخوبی معلوم ہو گیا - کہ کامیابی کیلیے صرف ایک پروردگار ہی کا دروازہ ہی (د) تجھے علم کا حاصل کرنا دنیا کی محبت کی زیادتی ہی کے سبب دشوار ہی - کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے سواد چشم اور سویداے دل عطا کیا ہے - اور اس مین شک نہین ہی - کہ لفظ کے اعتبار سے سواد - سویدا سے بہت بڑا ہی کیونکہ سویدا - سواد کی تصغیر ہی - اگر تو دنیا کا کوئی جز سواد چشم پر رکھ لے تو تجھے کوئی چیز دکھائی نہین دیگی - تو جسوقت تو نے ساری دنیا سویداے دل پر رکھ لی - اُسوقت تیرے دل کو کوئی چیز کس طرح دکھائی دے سکتی ہی (ھ) کسی حکیم نے کہا ہے - دل مردہ ہی - اور اُس کی زندگی علم سے ہی - اور علم مردہ ہے اور اُس کی زندگی طلب سے ہے - اور طلب ضعیف ہی اور اُس کی قوت پڑھنے سے ہے - طلب جب پڑھنے سے قوی ہو گئی - تو وہ مخفی اور محجب ہے - اور اُس کا اظہار مناظرہ سے ہے - طلب جب مناظرے سے ظاہر ہو گئی - تو وہ عقیم اور بانجھ ہے - اور اُس کا جننا عمل سے ہے - جب علم کا عمل کے ساتھ ازدواج اور نکاح ہو گیا - تو ہمیشگی کی پادشاہت پیدا ہوئی جس کے لیے انتہا نہین ہی - (و) قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ (ایک چیونٹی نے کہا - اے چیونٹیو اپنے گھرون مین گھس جاؤ) تا قول عزوجل وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (سلیمان اور سلیمان کا لشکر بے خبری مین تمہین پامال نہ کر دے) وہ چیونٹی اور چیونٹیون کی صرف اس سبب سے سردار تھی - کہ اُسے ایک مسئلہ معلوم تھا - وہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے - وَهُمْ

لَا یَشْعُرُوْنَ (وہ تمہین بےخبری مین پامال نہ کردین) گویا چیونٹی نے یہ کہا۔ کہ سلیمان معصوم ہی۔ اور معصوم اُس کو تکلیف اور ایذا نہین دی سکتا۔ جو گناہ سی پاک اور بری ہو۔ لیکن سلیمان اگر تمہین پامال کریگا۔ تو سہو اور لاعلمی کی حالت مین پامال کریگا۔ کیونکہ اُسے تمہاری حال کی خبر نہین ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ مین یہ اشارہ ہی کہ انبیاء علیہم السلام گناہ سے پاک ہین۔ جب چیونٹی اس ایک مسئلے کے جاننے سی پوری ریاست اور سرداری کی مستحق ہوئی۔ تو جس شخص نے موجودات اور معدومات تمام چیزون کی حقیقتون کو جان لیا وہ دنیا اور دین کی ریاست اور سرداری کا کس طرح مستحق نہین ہی۔ (ز) کُتّا جب سیکھ چکا اور سدھ گیا۔ اور مالک نے اُسے اللہ کا نام لیکر شکار کرنے کے لیے چھوڑا۔ تو اُس کا جو شکار سیکھنے سی پہلے نجس تھا۔ وہ پاک ہوگیا۔ یہان نکتہ یہ ہی۔ کہ جب کتّے نے علم حاصل کر لیا تو اُس کا جو شکار علم کی حاصل کرنے سے پہلے نجس تھا۔ وہ علم کی برکت سی پاک ہوگیا۔ اور نفس اور روح دونون پاک پیدا ہوئی تھے۔ پھر نفس گناہ کی نجاستون مین آلودہ ہوگیا۔ پھر نفس کو اللہ کی ذات اور صفات کا علم حاصل ہوا۔ اللہ کی مہربانی سے ہمین یہی اُمید ہے۔ کہ نفس جو گناہ کے سبب ناپاک اور مردود ہوگیا ہی۔ اللہ تعالےٰ علم کی برکت سے اُسے پاک اور مقبول کرے۔ (ح) دل تمام اعضا کا رئیس اور سردار ہی۔ اور دل کی یہ ریاست اور سرداری دل کے قوی ہونیکے سبب نہین ہی۔ کیونکہ ہڈی دل سے بھی زیادہ قوی ہی۔ اگر یہ ریاست قوی ہونے کے سبب ہوتی۔ تو ہڈی تمام اعضا کی رئیس اور سردار ہوتی اور یہ ریاست بڑے ہونے کے سبب بھی نہین ہی۔ کیونکہ ران دل سی بہت بڑی ہے۔ اگر یہ ریاست بڑے ہونیکے سبب ہوتی تو ران تمام اعضا کی رئیس اور سردار ہوتی۔ اور یہ ریاست تیزی کے سبب بھی نہین ہی۔ کیونکہ ناخن دل سی زیادہ تیز ہے۔ اگر یہ ریاست تیزی کی سبب ہوتی۔ تو ناخن تمام اعضا کا رئیس اور سردار ہوتا۔ دل کی یہ ریاست اور سرداری صرف علم کے سبب ہے۔ لہذا یہ معلوم ہوا۔ کہ علم سب صفتون سی افضل اور اشرف ہی۔ اور علم کی فضیلت کے متعلق بہت سی حکایتین ہین (ا) ہارون رشید کے پاس بہت سے فقیہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اُن مین ابو یوسف بھی تھے۔ کہ لوگ ہارون رشید کی پاس ایک شخص کو لائی۔ اور دوسرے شخص نے اُس پر یہ دعویٰ کیا۔ کہ اس ذات کو میرے گھر مین سے مال لے لیا۔ لینے والے نے ہارون رشید کی مجلس مین مال کے لینے کا اقرار کیا۔ سب فقیہون کا اس امر پر اتفاق ہوا۔ کہ اس کا ہاتھ کاٹنا چاہیے۔ ابو یوسف نے کہا۔ اس کا ہاتھ کاٹنا نہین چاہیے فقیہون نے کہا کیون نہین کاٹنا چاہیے۔ ابو یوسف نے کہا۔ اس کا ہاتھ اس سبب نہین کاٹنا چاہیے۔ کہ اس نے مال کے لینے کا اقرار کیا ہی۔ اور مال کا لے لینا ہاتھ کاٹنے کا سبب نہین ہی۔ ہاتھ کاٹنے کے لیے چوری کرنے کا اقرار ضرور ہی۔ سب فقیہون نے ابو یوسف کے قول کی تصدیق کی۔ اور مال کے لینے والے سے پوچھا۔ کہ تو نے مال چرایا لینے والے نے کہا۔ ہان۔ سب فقیہون کا اس امر پر اتفاق ہوا۔ کہ اس نے چوری کرنے کا بھی اقرار کر لیا۔ اس کا ہاتھ کاٹنا چاہیے۔ ابو یوسف نے کہا۔ گو اس نے چوری کرنے کا اقرار کر لیا۔ اس کا ہاتھ اس سبب کاٹنا نہین چاہیے۔ کہ لینے کے اقرار کرنے سے اس کے اوپر ضمان واجب ہوگئی۔ ضمان کے واجب ہو جانے کے بعد جو اس نے چوری کرنے کا اقرار کیا۔ تو یہ اس اقرار کرنے سے اپنے اوپر سے ضمان ساقط کرنا چاہتا ہے۔ لہذا اس کا یہ اقرار قابل سماعت اور قابل اعتبار نہین ہی۔ ابو یوسف کے اس قول سے سب فقیہ متحیر اور متعجب ہوئے۔ (ب) شعبی نے کہا۔ کہ مین حجاج کے پاس تھا۔ کہ لوگ خراسان کے فقیہ یحییٰ بن یعمر کو بلخ سے مقید کر کے لائے حجاج نے اُس سے کہا۔ تو یہ کہتا ہے۔ کہ حسنؓ اور حسینؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت مین سے ہین۔ اُس نے کہا۔ ہان۔ حجاج نے کہا۔ تو اس پر قرآن شریف سے واضح دلیل بیان کر۔ ورنہ مین تیرے ٹکڑے ٹکڑے کروالون گا۔ اُس نے کہا۔ ای حجاج۔ مین اس پر قرآن شریف سے واضح دلیل پیش کرتا ہون شعبی نے کہا۔ مجھے خراسانی فقیہ کی اس جرأت اور دلیری سے تعجب اور تحیر ہوا کہ اُس نے حجاج کو۔ اے حجاج کہا۔ حجاج نے اُس سے یہ کہا۔ یہ آیت پیش نہ کرنا۔ نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ (ہم اپنے بیٹون کو بلالین۔ اور تم اپنے بیٹون کو) یحییٰ بن یعمر نے کہا۔ مین اس آیت کو پیش نہین کرون گا۔ مین قرآن شریف سے واضح دلیل پیش کرون گا۔ اور وہ یہ آیت ہے۔ وَنُوْحًا ھَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّیَّتِہٖ دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ تا قول عزوجل وَزَکَرِیَّا وَیَحْیٰی وَعِیْسٰی (یعنی ہم نے پہلے نوح کو ہدایت کی۔ اور نوح کی ذریت مین سے داؤد۔ اور سلیمان اور زکریا اور یحییٰ اور عیسےٰ کو) اگر بیٹی کی اولاد ذریت نہین ہے۔ صرف بیٹے ہی کی اولاد ذریت ہے۔ تو عیسےٰ علیہ السلام کا باپ کون تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے عیسےٰ علیہ السلام کو نوح علیہ السلام کی ذریت مین داخل کیا۔ یعنے جس طرح عیسےٰ علیہ السلام اپنی مان مریم علیہا السلام کے واسطے نوح علیہ السلام کی ذریت مین داخل ہین۔ اسی طرح حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اپنی مان فاطمہ رضی اللہ عنہا کے

علم کی فضیلت کے متعلق بہت سی حکایتین ہین

واسطے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت مین داخل ہین۔ حجاج نے یہ آیت سُنکر سر جھکالیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد سر اُٹھاکر یہ کہا۔ کہ مین اس آیت سے ایسا بیخبر تھا۔ گویا مین نے قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی ہی نہین تھی۔ انہین قید سے رہا کرو۔ اور اسقدر مال دو (ج) امام ابوحنیفہؒ کے پاس مدنیے والون کا ایک گروہ۔ اس غرض سے آیا کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے مین اُن سے بحث اور مناظرہ کرے۔ اور اُنہین ساکت اور لاجواب کرکے اُن پر طعن اور تشنیع کرے۔ امام ابوحنیفہؒ نے اُن سے کہا۔ کہ مین اتنے لوگون سے بحث اور مناظرہ نہین کرسکتا۔ تم مین سے جو شخص سب سے بڑا عالم ہے۔ تم بحث اور مناظرہ اُسکے تفویض کردو۔ کہ مین اُس سے بحث اور مناظرہ کرلون۔ اُنھون نے ایک شخص کیطرف اشارہ کیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا۔ یہ تم مین سے سب سے بڑا عالم ہے۔ اُنھون نے کہا۔ ہان۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا۔ اس سے بحث اور مناظرہ کرنا ایسا ہی ہے۔ جیسا تم سب سے بحث اور مناظرہ کیا۔ اُنھون نے کہا۔ ہان۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا۔ اس کو ساکت اور لاجواب کردینا ایسا ہی ہے۔ جیسا تم سب کو ساکت اور لاجواب کردیا۔ اُنھون نے کہا۔ ہان۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا۔ اگر مین نے اس سے مناظرہ کیا۔ اور اسے حجت اور دلیل سے ساکت اور ملزم اور لاجواب کردیا۔ تو یہ بعینہ ایسا ہی ہے۔ کہ مین نے تم سب سے مناظرہ کیا۔ اور تم سب کو ساکت اور ملزم اور لاجواب کردیا۔ اُنھون نے کہا۔ ہان۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا۔ یہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ کہ مین صرف اس ایک شخص کو ساکت اور ملزم اور لاجواب کرون۔ اور صرف اس ایک شخص کا ساکت اور ملزم اور لاجواب ہوجانا تم سب کا ساکت اور ملزم اور لاجواب ہوجانا ہو۔ اُنھون نے کہا یہ اس سبب سے ہے۔ کہ ہم نے اسے اپنا امام اور پیشوا بنالیا ہے۔ لہٰذا اس کا قول ہمارا ہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا جب نماز مین ہم نے کسی کو اپنا امام اور پیشوا بنالیا۔ تو اُسکی قرات ہماری ہی قرات ہے۔ اور وہ ہم سب کا قائم مقام ہے۔ اُن سب لوگون نے ملزم اور لاجواب ہوجانے کا اقرار کیا۔ (د) فرزدق نے کسی کی ہجو مین یہ شعر کہا ؎ لَقَدْ ضَاعَ شِعْرِیْ عَلٰی بَابِکُمْ ✦ کَمَا ضَاعَ دُرٌّ عَلٰی خَالِصَہ (میرا شعر تمہارے دروازے پر اس طرح ضائع ہوا ✦ جس طرح خالصہ پر موتی ضائع ہوئی) خالصہ سلیمان بن عبدالملک کی معشوقہ تھی۔ اور وہ ظریف اور باادب تھی۔ اور سلیمان بن عبدالملک کی ہیبت سب مروانیون کی ہیبت سے زیادہ تھی جب خالصہ نے یہ شعر سُنا۔ تو اُسے بہت ناگوار اور شاق معلوم ہوا۔ اُس نے سلیمان کے پاس آکر فرزدق کی شکایت کی۔ سلیمان نے اُسی وقت یہ حکم دیا۔ کہ فرزدق کو مقید کرکے حاضر کرو۔ جب فرزدق حاضر ہوا۔ اور سلیمان کی ہیبت کی شدت سے اُس مین صرف اسی قدر جان باقی تھی۔ کہ وہ کھڑا ہوسکتا تھا۔ تو سلیمان بن عبدالملک نے اُس سے یہ کہا۔ یہ شعر تونے ہی کہا ہے ؎ لَقَدْ ضَاعَ شِعْرِیْ عَلٰی بَابِکُمْ ✦ کَمَا ضَاعَ دُرٌّ عَلٰی خَالِصَہ (میرا شعر تمہارے دروازہ پر اس طرح ضائع ہوا ✦ جس طرح خالصہ پر موتی ضائع ہوئے) فرزدق نے کہا۔ مین نے یہ شعر اس طرح نہین کہا تھا۔ جس شخص نے مجھے مصیبت مین مبتلا کرنا چاہا۔ اُس نے میرا شعر بدلدیا۔ مین نے تو یہ شعر اس طرح کہا تھا ؎ لَقَدْ ضَاعَ شِعْرِیْ عَلٰی بَابِکُمْ ✦ کَمَا ضَاءَ دُرٌّ عَلٰی خَالِصَہ (میرا شعر تمہارے دروازے پر اس طرح روشن ہوا ✦ جس طرح خالصہ پر موتی روشن ہوئی) خالصہ پردے کے پیچھے کھڑی ہوئی سُن رہی تھی۔ یہ سُنتے ہی اُس کا غم بالکل زائل ہوگیا۔ اور بے اختیار ہوکر پردے سے باہر نکل آئی۔ دس لاکھ درہم سے زیادہ کا زیور جو پہنے ہوئے تھی۔ وہ فرزدق کو دیدیا۔ جب فرزدق سلیمان بن عبدالملک کے پاس سے چلا گیا۔ تو سلیمان بن عبدالملک نے اپنا دربان اُسکے پیچھے دوڑایا۔ اور فرزدق سے وہ زیور ایک لاکھ درہم کو خریدکر پھر خالصہ کو دیدیا (ھ) منصور نے ایک دن ابوحنیفہؒ کو بلایا۔ ربیع نے کہا (اور اُسے ابوحنیفہ سے عداوت تھی) اے امیرالمومنین یہ ابوحنیفہ تیرے دادا کا مخالف ہے۔ تیرا دادا تو یہ کہتا ہے۔ کہ استثنائے منفصل جائز ہے اور ابوحنیفہ اس کا انکار کرتا ہے۔ ابوحنیفہؒ نے کہا۔ یہ ربیع یہ کہتا ہے۔ کہ آپ سے جو لوگون نے بیعت کی ہے وہ بیعت صحیح نہین ہے۔ ربیع نے کہا مین یہ کس طرح کہتا ہون۔ ابوحنیفہؒ نے کہا۔ لوگ آپکے سامنے آپ سے بیعت کرلیتے ہین۔ پھر اپنے گھر جاکر استثنا کرلیتے ہین۔ اور اُن کی بیعت باطل ہوجاتی ہے۔ منصور ہنس کر یہ کہنے لگا۔ اے ربیع تو ابوحنیفہؒ سے بچارہ جب ربیع اور ابوحنیفہؒ دونون منصور کے پاس سے نکلے۔ تو ربیع نے کہا۔ اے ابوحنیفہ تو نے میرے قتل کرانیکی سعی اور کوشش کی۔ ابوحنیفہ نے کہا۔ ابتدا تیری ہی جانب سے ہے۔ پہلے تو نے ہی میرے قتل کرانیکی کوشش کی۔ مین نے تو اپنے اوپر سے قتل کو دفع کیا ہے (و) کسی مسلمان نے ایک ذمی کو قصداً قتل کرڈالا۔ ابویوسف نے اُسکے بدلے مین اُس مسلمان کے قتل کرنیکا حکم دیا۔ زبیدہ کو جب یہ خبر پہنچی۔ تو اُس نے ابویوسف کو یہ کہلا بھیجا۔ کہ تجھے مسلمان کے قتل کرنے سے بچنا چاہیئے۔ اور وہ مسلمان کی بہت ہی طرفدار تھی۔ جب ابویوسف اور تمام فقہا آگئے۔ اور ذمی کے ولی اور اُس مسلمان کے ولی حاضر کیے گئے۔ تو ہارون رشید نے ابویوسف سے کہا۔ کہ اس مسلمان کے قتل کرنے کا حکم دو۔ ابویوسف نے کہا اے امیرالمومنین میرا مذہب یہی ہے۔ کہ ذمی کے بدلے مسلمان قتل کیا جائے۔ مگر جب تک عادل گواہون کی گواہی سے یہ امر ثابت نہ ہوجائیگا۔ کہ جس دن اس ذمی کو اس مسلمان نے

قتل کیا ہے۔ اُس ذمی نے جزیہ ادا کر دیا۔ تو وہ مسلمان اسوقت تک مین اس مسلمان کے قتل کرنیکا حکم دونگا۔ اُس ذمی کو ولی اس امر کو عادل گواہون کی گواہی سے ثابت کر سکے لہذا اُس کا خون باطل اور رایگان ہوا۔ اور وہ
مسلمان قتل نہین کیا گیا (ز) غضبان نے حجاج کے دشمن عبدالرحمن بن محمد بن اشعث سے یہ کہا۔ کہ اس سے پہلے کہ حجاج تجھے شام کو قتل کرے تو علی الصباح ہی حجاج کو قتل کر دے۔ اور اسکے بعد غضبان حجاج کے پاس گیا اور اُس سے جا کر کہا
السلام علیک کا کیا جواب ہے۔ اُس نے کہا۔ وعلیکم السلام (یعنی تمھین ہر مصیبت اور بلا سے امن اور سلامت ہے) پھر حجاج اس بات کو سمجھا۔ اور یہ کہا۔ ای غضبان اللہ تجھے ہلاک اور برباد کرے۔ تو نے
اپنے لئے ایسی امان لے لی۔ کہ وہ تجھے ہر مصیبت سے محفوظ رکھیگی۔ بخدا اگر پاس سخن اور کرم نہ ہوتا۔ تو اس ساعت کے بعد تجھے ٹھنڈا پانی پینا نصیب نہ ہوتا یعنی مین تجھے
اسی وقت ہلاک کر ڈالتا۔ غور کرنا چاہیے۔ کہ علم سے ان صورتون مین کیسا فائدہ ہوا۔ علم اور اُس شخص کی خوبی اللہ ہی کے لئے ہے۔ جس نے علم کو اپنا لباس بنایا۔ اور جہل اور
اُس شخص کیلئے خرابی اور ہلاکی ہے۔ جو جہل اور نادانی کے جنگلون مین ہلاک ہوا۔ (ح) عبدالملک بن مروان نے کسی شاعر کا یہ شعر سنا ہ وَمِنَّا سُوَيْدٌ وَالْبَطِيْنُ وَقَعْنَبٌ +
وَمِنَّا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ شَبِيْبٌ (سوید اور بطین اور قعنب ہم مین ہی سے ہین + اور امیرالمؤمنین شبیب بھی ہم مین ہی سے ہے) عبدالملک بن مروان نے اس شعر کے سُنتے ہی اس
شاعر کے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ وہ شاعر اُسی وقت حاضر کیا گیا۔ عبدالملک بن مروان نے۔ اُس سے کہا۔ یہ تو نے ہی کہا ہے۔ وَمِنَّا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ شَبِيْبٌ (اور امیرالمومنین شبیب
بھی ہم ہی مین سے ہے) (عبدالملک بن مروان اُس شاعر پر اس سبب سے غضبناک ہوا۔ کہ اُس نے شبیب کو اس شعر مین امیرالمومنین کہا) اُس شاعر نے یہ جواب دیا۔ کہ مین نے تو وَمِنَّا
اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ شَبِيْبٌ۔ رے کے زبر کے ساتھ کہا ہے۔ مین نے اے امیرالمؤمنین اس شعر مین تجھے پکارا ہے۔ اور تجھ سے مدد طلب کی ہے۔ اور میری غرض یہ ہے۔ ای امیرالمؤمنین
شبیب بھی ہم ہی مین سے ہے۔ عبدالملک بہت خوش ہوا۔ اور اُس شاعر نے ایک ادنی صنعت کے سبب سے جو اپنے علم کے سبب سے بنائی۔ ہلاک ہونے سے نجات پائی۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اُس نے
صرف امیرالمؤمنین کی رے کے پیش کو زبر سے بدل دیا (ط) ابو مسلم نے سلیمان بن کثیر سے کہا۔ مجھے یہ معلوم ہو گیا ہے۔ کہ تو ایک مجلس مین تھا۔ اور میرا ذکر تیرے سامنے آیا اور
تو نے یہ کہا۔ ای اللہ اس کا چہرہ سیاہ کر۔ اور اسکی گردن کاٹ۔ اور اس کا خون مجھے پلا۔ سلیمان بن کثیر نے کہا۔ ہان مین نے یہ کہا ہے۔ لیکن اُسوقت کہا ہے۔ جسوقت فلان انگورستان
مین مین نے کچا انگور دیکھا۔ یعنی مین نے کچے انگور کی نسبت یہ کہا ہے۔ کہ اس کا چہرہ سیاہ کر یعنی یہ پک جائے۔ اور اِسے کاٹ کر اس کا شیرہ مجھے پلا دے۔ ابو مسلم کو سلیمان بن کثیر کا
یہ قول بہت پسند آیا۔ اور اُس کا قصور معاف کر دیا۔ (ی) ایک شخص نے امام ابوحنیفہؒ سے کہا۔ کہ مین نے یہ قسم کھائی ہے۔ کہ جب تک میری بی بی مجھ سے کلام نہین کریگی مین اُس سے
کلام نہین کرونگا۔ اور میری بی بی نے یہ قسم کھائی ہے۔ کہ جب تک میرا شوہر مجھ سے کلام نہین کریگا مین اُس سے کلام نہین کرونگی۔ اگر شوہر کے کلام کئے بغیر مین اُس سے کلام کرون تو جو کچھ
میری ملک ہے۔ وہ سب کا سب صدقہ ہے۔ تمام فقیہ اس مسئلے مین متحیر ہین۔ اور سفیان نے اس مسئلے کا یہ جواب دیا ہے۔ کہ دونون مین سے جو پہلے کلام کریگا۔ اُس کی قسم ٹوٹ جائیگی
امام ابوحنیفہؒ نے ارشاد فرمایا۔ جا اپنی بی بی سے کلام کر۔ نہ تیری قسم ٹوٹیگی۔ نہ تیری بی بی کی۔ وہ شخص سفیان کے پاس گیا۔ اور امام ابوحنیفہؒ نے اس مسئلے کا جو کچھ جواب دیا تھا سفیان
کو اُسکی خبر دی۔ سفیان غضبناک ہو کر امام ابوحنیفہؒ کے پاس گئے۔ اور اُن سے جا کر یہ کہا۔ تم حرام شرمگاہون کو حلال کئے دیتے ہو۔ امام ابوحنیفہؒ نے ارشاد فرمایا۔ بات کیا ہے
سفیان نے لوگون سے کہا۔ وہی مسئلہ ابوحنیفہؒ سے پھر پوچھو۔ اُن لوگون نے وہ مسئلہ پھر پوچھا۔ امام ابوحنیفہؒ نے اُس مسئلے کا پھر وہی جواب دیا۔ سفیان نے کہا۔ آپ یہ جواب کہان سے
دیتے ہین۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا۔ شوہر کے قسم کھانے کے بعد جب بی بی نے شوہر کی طرف خطاب کر کے قسم کھائی تو اُس نے اپنے شوہر سے کلام کیا۔ جب بی بی نے شوہر سے کلام کر لیا
تو شوہر کی قسم پوری ہو گئی۔ اب شوہر اگر بی بی سے کلام کرے۔ تو نہ شوہر کی قسم ٹوٹے گی اور نہ بی بی کی۔ شوہر کی قسم اس سبب سے نہین ٹوٹے گی۔ کہ اُس نے بی بی کے کلام کرنے کے بعد بی بی
سے کلام کیا ہے۔ بی بی کا کلام بی بی کی قسم ہے۔ اور بی بی کی قسم کا نہ ٹوٹنا ظاہر ہے۔ کیونکہ پہلے شوہر نے اُس سے کلام کر لیا۔ جواب کی تقریر سُنکر سفیان نے امام ابوحنیفہ سے یہ کہا۔ آپ کو
علم مین سے وہ وہ چیزین منکشف ہو جاتی ہین۔ جن سے ہم سب کے سب غافل رہتے ہین (یا) ایک شخص کے گھر مین چور گھس آئے۔ اور اُس کا اسباب لے لیا۔ اور اُس سے یہ قسم لی۔ اگر مین کسی کو
بتاؤن تو میری بیوی پر تین طلاقین ہین۔ وہ شخص صبح کیوقت چورون کو اسباب بیچتے ہوئے دیکھتا تھا۔ اور قسم کھا لینے کے سبب سے کچھ نہین کہہ سکتا تھا۔ اُس نے اس باب مین امام
ابوحنیفہؒ سے آکے مشورہ کیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے ارشاد فرمایا۔ اپنی مسجد کے امام اور اپنے محلے والون کو بلا لا۔ وہ سب کو بلا لایا۔ امام ابوحنیفہؒ نے اُن سے کہا۔ تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ اس کا
اسباب اسے پھر عنایت کرے۔ اُنھون نے کہا۔ ہان۔ امام ابوحنیفہؒ نے ارشاد فرمایا۔ تم سب چورون کو اکٹھا کر کے ایک مکان مین داخل کرو پھر اُن مین سے ایک ایک چور نکالو اور اس سے

یہ پوچھو۔ تیرا چور یہ ہے۔ اگر وہ اس کا چور نہ ہو۔ تو اسی یہ کہنا چاہیئے کہ یہ میرا چور نہین ہے۔ اور اگر اس کا چور ہو تو اسے خاموش ہو جانا چاہیئے جس شخص کی نسبت یہ خاموش ہو جائے
اُسے پکڑ لینا چاہیے۔ امام ابوحنیفہؒ کے ارشاد کے موافق اُنھون نے عمل کیا۔ اُس کا جو مال چوری ہوا تھا وہ سب کا سب اللہ نے پھر اُسے عنایت کیا۔ (یب) ایک جوان ابوحنیفہؒ کا ہمسایہ
تھا۔ وہ ہمیشہ ابوحنیفہؒ کی مجلس مین آتا تھا۔ اُس نے ایک دن ابوحنیفہؒ سے یہ کہا مین فلان شخص کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتا ہون اور مین اُسکے پاس نسبت کا پیام بھی بھیج چکا ہون۔ مگر
اُسکے ولی میری طاقت سے زیادہ مجھ سے مہر مانگتے ہین۔ ابوحنیفہؒ نے کہا۔ تو نکاح کی تدبیر کر۔ اور مہر کیلئے قرض لے۔ اور اُس سے ہم بستر ہو۔ اُسکے بعد اللہ تعالیٰ تیری مشکل سہل اور
آسان کر دیگا۔ پھر ابوحنیفہؒ نے بقدر مہر کے اُسے خود قرض دیا۔ اور ہم بستر ہو جانے کے بعد پھر اُس سے یہ کہا۔ کہ تو یہ ظاہر کر۔ کہ میرا دور کے سفر کا ارادہ ہے۔ اور مین اپنی ساتھ اپنی
بی بی کو بھی لیجاؤن گا۔ اُس نے یہی ظاہر کیا۔ اُس کی بی بی کے ولیون کو یہ بات نہایت شاق اور دشوار معلوم ہوئی۔ وہ ابوحنیفہؒ کے پاس اُس کی شکایت کرتے ہوئے آئے اور
فتویٰ پوچھنے لگے۔ ابوحنیفہؒ نے اُن سے کہا۔ وہ اپنی بی بی کو اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے۔ اُنھون نے کہا کوئی ایسی تدبیر بھی ہے۔ کہ وہ اس سے باز آئے۔ ابوحنیفہؒ نے کہا تدبیر
صرف یہی ہے۔ کہ جو کچھ تم نے مہر مین اُس سے لیا ہے۔ وہ واپس دیکر اُسے راضی کر لو۔ اُنھون نے اس بات کو منظور کر لیا۔ ابوحنیفہؒ نے شوہر سے یہ ذکر کیا۔ شوہر نے کہا مین مہر سے
زیادہ لینا چاہتا ہون۔ ابوحنیفہؒ نے اُس سے کہا۔ یا تو تو اسی قدر پر راضی ہوجا۔ ورنہ وہ کسی شخص کے لیے دین کا اقرار کر لیگی۔ اور دین کا اقرار کر لینے کے بعد جب تک وہ دین
ادا نہین کر لیگی۔ اُسوقت تک تو اُسے اپنے ساتھ سفر مین نہین لیجا سکتا۔ اُس نے کہا۔ سبحان اللہ۔ ایسا نہ ہو۔ کہ اُنہین اسکی خبر ہو جائے۔ مین اُن سے مہر کے سوا اَور
کچھ نہین لیتا۔ وہ صرف مہر ہی کے لینے پر راضی ہو گیا۔ اور ابوحنیفہؒ کے علم کی برکت سے شوہر اور بی بی دونون کو کشایش اور آسانی حاصل ہوئی۔ (یج) لیث بن سعد کہتا ہے
ایک شخص نے ابوحنیفہؒ سے کہا۔ میرا بیٹا نیک سیرت نہین ہے۔ مین اُسکے لیٔ بیش بہا لونڈی خرید دیتا ہون۔ وہ اُسے آزاد کر دیتا ہے۔ مین بہت سا مہر دیکر جس عورت سے اُس کا نکاح کر دیتا ہون
وہ اُسے طلاق دیدیتا ہے۔ ابوحنیفہؒ نے اُس سے کہا۔ تو اُسے اپنی ساتھ بردہ فروشون کے بازار مین لیجا جس لونڈی پر اُس کی نگاہ پڑے۔ تو اُسے اپنے لیٔ خرید لے۔ اِسکے بعد پھر اُس سے اُس کا
نکاح کر دے۔ اگر وہ اُسے طلاق دیدیگا۔ تو وہ تیری لونڈی ہے۔ اگر وہ اُسے آزاد کر دیگا۔ تو اُسکے آزاد کرنے سے وہ آزاد نہ ہوگی۔ کیونکہ وہ تیری ملک ہے۔ اُسکی ملک نہین ہے۔ لیث نے
کہا۔ بخدا مجھے جسقدر ابوحنیفہ کی حاضر جوابی پسند آئی۔ اسقدر جواب پسند نہین آیا (ید) کسی شخص نے ابوحنیفہؒ سے مسئلہ پوچھا۔ کہ ایک شخص نے یہ قسم کھائی ہے۔ کہ مین رمضان کے مہینے مین
اپنی بی بی سے دن مین صحبت کرون گا۔ اور اس کا جواب کسی کی سمجھ مین نہین آتا۔ ابوحنیفہؒ نے کہا۔ وہ اپنی بی بی کے ساتھ سفر کرے۔ اور رمضان کے مہینہ مین دن مین اپنی
بی بی سے صحبت کرے (یہ) حجاج کے پاس ایک شخص نے آکر یہ کہا۔ کسی نے میری چار ہزار درہم چرا لیے۔ حجاج نے کہا تیرا کس پر گمان ہے۔ اُس نے کہا میرا گمان کسی پر نہین ہے۔
حجاج نے کہا۔ یہ چوری شاید تیری بی بی کی سازش سے ہوئی ہے اُس نے کہا۔ سبحان اللہ میری بی بی ایسی نہین ہے حجاج نے اپنی عطر ساز سے کہا۔ میرے لیے وہ تیز خوشبو بنا دے جو بے نظیر ہے
اُس نے بنا دی پھر حجاج نے اُس بڈھے آدمی کو بلا کر یہ کہا۔ اس شیشی مین سے صرف تو ہی خوشبو لگانا۔ اس مین سے کسی اور کے خوشبو نہ لگانا۔ پھر حجاج نے اپنی چوبدارون کو وہ خوشبو دکھا کر
یہ کہا۔ تم تمام مسجدون کے دروازون پر بیٹھ جاؤ۔ اور جس شخص مین سے یہ خوشبو آتی ہو۔ اُسے پکڑ لاؤ۔ چوبدارون کو ایک ایسی شخص مین سے وہ خوشبو آئی جسکے بال کان کی لو تک تھے۔ وہ اُسے
پکڑ لائے۔ حجاج نے اُس سے کہا۔ یہ خوشبو تیری پاس کہان سے آئی۔ اُس نے کہا۔ مین نے خریدی ہے۔ حجاج نے کہا مجھ سے سچ سچ کہدے۔ ورنہ مین تجھے قتل کر ڈالون گا۔ اُس نے حجاج سے
سچ سچ کہدیا۔ حجاج نے اُس بڈھے آدمی کو بلا کر یہ کہا۔ تیری چار ہزار درہم اس شخص نے لیے ہین۔ تو اپنی بی بی کو تنبیہ کر۔ اور اچھی طرح سے اُسے ادب دے۔ پھر اُس شخص سے چار ہزار درہم لیکر اُس
بڈھے آدمی کو دیدیے (یو) ایک دن ہارون رشید نے ابو یوسف سے کہا۔ جعفر بن عیسیٰ کے پاس ایک لونڈی ہے۔ مجھے اُس سے بے انتہا محبت ہے۔ اور جعفر بن عیسیٰ کو بھی میری محبت کی
خبر ہو گئی۔ اور اُس نے یہ قسم کھالی۔ کہ مین اس لونڈی کو نہ بیچون گا۔ نہ ہبہ کرونگا۔ نہ آزاد کرون گا۔ اور اب وہ یہ چاہتا ہے۔ کہ وہ اُسے بیچدے۔ یا ہبہ کر دے۔ اور اُسکی قسم بھی نہ ٹوٹے۔ ابو یوسف نے
کہا آدھی ہبہ کر دے۔ آدھی بیچدے۔ اسکی قسم نہین ٹوٹیگی۔ کیونکہ اُس نے لونڈی کے نہ بیچنے اور ہبہ کرنے کی قسم کھائی ہے۔ اور اس صورت مین اُس نے نہ لونڈی کو بیچا نہ ہبہ کیا۔ بلکہ لونڈی کا نصف بیچا
اور نصف ہبہ کیا۔ (یز) محمد بن حسن نے کہا مین رات کو سوتا تھا۔ کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا مین نے کہا دیکھو کون ہے۔ کہا۔ خلیفہ کا قاصد آپ کو بلاتا ہے۔ مجھے اپنی جان کا خوف ہوا۔ اور اسی وقت
اُٹھکر خلیفہ کے پاس کو چلا۔ جب خلیفہ کے پاس پہنچا۔ تو خلیفہ نے کہا مین نے صرف اس مسئلے کے لئے آپ کو بلایا ہے۔ کہ مین نے اُم محمدؒ یعنے زبیدہ سے یہ کہا۔ کہ مین عادل اور منصف امام ہون۔ اور عادل اور

منصف امام جنت مین جائیگا۔ زبیدہ نے مجھسے یہ کہا۔ تو ظالم اور گنہگار رہی۔ اور باوجود ظالم اور گنہگار ہونیکے تونے اپنے لیے جنت کی شہادت دی۔ تونے اللہ پر افترا کیا۔ اور جھوٹ بولا لہذا تو کافر ہوگیا۔ اور مین تجھپر حرام ہوگئی۔ مین نے خلیفہ سے کہا۔ ای امیر المومنین جب تجھسے کوئی گناہ ہوتا ہی۔ تو گناہ کرنیکی حالت مین۔ یا گناہ کرنیکے بعد تو اللہ سی ڈرتا ہے خلیفہ نے کہا۔ ہان۔ خدا کی قسم مین اللہ سے بہت ڈرتا ہون۔ مین نے کہا مین آپ کیلیئے صرف ایک ہی جنت نہین۔ بلکہ دو جنتون کی شہادت دیتا ہون۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ (جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا۔ اُسکے لیے دو جنتین ہین) خلیفہ نے میری اور بہت مہربانی کی اور مجھے واپس آنیکا حکم دیا۔ جب مین اپنے گھر واپس آیا۔ تو میرے آنے سے پہلے ہی۔ اشرفیون کے توڑے آگئے تھے۔ (یح) ایک رات ابو یوسف سے ہارون رشید خلیفہ کے قاصد نے آکر یہ کہا کہ خلیفہ آپ کو جلد بلاتا ہی۔ ابو یوسف کو اپنی جان کا خوف ہوا۔ اُسی وقت کپڑے پہنے۔ اور ڈرتے ہوئے۔ خلیفہ کے مکان کو چلے۔ جب ابو یوسف خلیفہ کے پاس پہونچ گئے تو اُنھون نے خلیفہ کو سلام کیا۔ خلیفہ نے سلام کا جواب دیا۔ اور اُنہین اپنے پاس بٹھالیا۔ اسوقت ابو یوسف کے دل کو تسکین ہوئی۔ اور اُن کا خوف زائل ہوگیا۔ ہارون رشید نے کہا۔ محل مین سے ہمارا زیور جاتا رہا ہی۔ اور خاص محل کی لونڈیون مین سی ایک لونڈی پر میرا گمان ہوا۔ اور اُس لونڈی کی طرف خطاب کر کے مین نے یہ قسم کھالی۔ تو مجھ سے سچ سچ کہدے۔ ورنہ مین تجھے قتل کر ڈالونگا۔ اور اس قسم کے کھالینے سے مجھے اب ندامت ہی۔ (ہارون رشید کو اس قسم کے کھانے سی ندامت اس سبب سے تھی۔ کہ اگر اس لونڈی نے سچ سچ نکہا۔ تو یہ قتل کی جائیگی۔ اور ہارون رشید اُسکا قتل کرنا نہین چاہتا تھا۔) آپ اس قسم مین میرے لیے کوئی راہ نکالیے۔ ابو یوسف نے کہا مجھے اُس لونڈی کے پاس جانیکی اجازت دیجیے۔ ہارون رشید نے اجازت دیدی۔ ابو یوسف نے جب اُس لونڈی کو دیکھا۔ تو گویا ایک مہ پارہ تھی۔ ابو یوسف نے مجلس مین سی اُس لونڈی کے سوا اور سب کو ہٹا دیا۔ پھر خلوت ہوجانے کے بعد اُس لونڈی سے یہ کہا۔ تیرے پاس زیور ہے۔ لونڈی نے کہا۔ اللہ کی قسم میرے پاس وہ زیور نہین ہے۔ ابو یوسف نے کہا۔ جو کچھ مین تجھے بتاتا ہون۔ تو اُسی یاد رکھ تو خلیفہ سی نہ اُس سی زیادہ کہنا۔ نہ کم۔ جسوقت خلیفہ تجھے بلا کر یہ کہے۔ تونے وہ زیور چرایا ہی۔ تو۔ تو یہ کہنا۔ ہان چرایا ہی۔ جب خلیفہ تجھسے یہ کہے۔ تو اُس زیور کو لا۔ تو اُسوقت تو یہ کہنا۔ مین نے تو وہ زیور نہین چرایا ہی۔ پھر ابو یوسف ہارون رشید کی مجلس مین آئے اور اُس لونڈی کی حاضر کرنے کا حکم دیا۔ وہ لونڈی حاضر ہوئی۔ ابو یوسف نے خلیفہ سے کہا۔ آپ اس لونڈی سی زیور کو پوچھیے خلیفہ نے اُس لونڈی سی کہا۔ تونے وہ زیور چرایا ہی۔ لونڈی نے کہا۔ ہان چرایا ہی۔ خلیفہ نے لونڈی سی کہا۔ تو زیور کو لا۔ لونڈی نے کہا۔ اللہ کی قسم مین نے وہ زیور نہین چرایا ہے ابو یوسف نے کہا۔ ای امیر المومنین یہ لونڈی اقرار یا انکار مین سچی ہی۔ آپ نے یہی قسم کھالی تھی۔ کہ تو مجھسے سچ سچ کہدے۔ ورنہ مین تجھے قتل کر ڈالونگا۔ اس نے پہلے چوری کا اقرار کیا پھر انکار اور اقرار اور انکار ان دونون مین سی ایک ضرور بالضرور سچ ہے۔ لہذا اس نے آپ سی سچ کہدیا۔ اور آپ کی قسم پوری ہوگئی۔ اسوقت ہارون رشید کا غضب زائل ہوا۔ اور ہارون رشید نے یہ حکم دیا۔ کہ ایک لاکھ درہم ابو یوسف کے گھر پہنچا دیے جائین۔ خدام نے کہا خزانچی حاضر نہین ہین۔ اگر حکم ہو۔ تو کل پہنچا دیے جائینگے۔ خلیفہ نے کہا۔ قاضی نے آجکی رات ہمین مصیبت سے آزاد کیا۔ ہماری رات کس مصیبت سے کٹتی۔ قاضی کا صلہ کل پر نہین رکھنا چاہیے۔ اِسی وقت پہنچانا چاہیے۔ اُسی وقت دس توڑے ابو یوسف کے ساتھ اُن کے گھر تک پہنچا دئے گئے۔ (یط) بشر مریسی نے شافعیؒ سے کہا۔ آپ اجماع کا کس طرح دعوی کرتے ہین۔ حالانکہ ایک چیز پر بھی تمام مشرق اور مغرب والون کا متفق اور مجتمع ہوجانا معلوم نہین ہوسکتا۔ بشر مریسی اور شافعیؒ کا یہ مناظرہ ہارون رشید خلیفہ کے سامنے ہوا۔ شافعیؒ نے ہارون رشید کیطرف اشارہ کر کے یہ کہا۔ یہ شخص جو بیٹھا ہوا ہے۔ اس کی خلافت پر تمام مشرق اور مغرب والون کا اتفاق اور اجماع ہی۔ یا نہین۔ بشر مریسی کو ڈر کے مارے اجماع کا اقرار کرنا پڑا۔ اور بند ہوگیا۔ (ک) ایک اعرابی (یعنی ملک عرب کے جنگل کے رہنے والے) نے حسین بن علی کے پاس آکر اُنہین سلام کیا۔ اور اُن سے اپنی حاجت طلب کی۔ اور یہ کہا۔ مین نے آپ کے نانا کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے جب تمہین اپنی کوئی حاجت مانگنی ہو۔ تو چار آدمیون مین سے کسی ایک آدمی سے مانگنی چاہیے۔ یا کسی شریف عربی سے۔ یا کسی کریم سے۔ یا کسی قرآن کے جاننے والے سی۔ یا کسی ایسے شخص سے جسکا چہرہ صبیح ہو۔ یعنی کسی خوبرو سے۔ آپ سی زیادہ شریف کون ہی۔ آپ کے نانا کے سبب سے تمام عرب کو شرافت حاصل ہوئی۔ اور کرم آپکا شیوہ اور طریقہ ہی ہی۔ اور قرآن آپ ہی کے گھرون مین نازل ہوا ہی۔ رہی صباحت اور خوبروئی۔ سو مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہی جب تم مجھے دیکھنا چاہو۔ تو حسن اور حسین کو دیکھہ لو یعنی میری اور حسن اور حسین کی شکل بعینہ ایک ہے۔ امام حسینؓ نے ارشاد فرمایا۔ تمہاری کیا حاجت ہے۔ اُس اعرابی نے اپنی حاجت

زمین پر لکھدی۔ امام حسینؓ نے ارشاد فرمایا میں نے اپنے باپ علیؓ کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے قِیمَةُ کُلِّ امْرِئٍ مَا یُحْسِنُهُ (ہر ایک شخص جسقدر جانتا ہو اُسیقدر اُسکی قیمت ہے) اور میں نے اپنے نانا کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے المعروف بِقَدْرِ الْمَعْرِفَةِ (انسان کو جسقدر علم و معرفت ہے اُسیقدر اُسکے ساتھ نیکی کرنی چاہئے) میں آپ سے تین باتیں پُوچھتا ہوں اگر آپنے اُن میں سے ایک بات کا جواب اچھا دیا تو جو کچھ میرے پاس ہے میں آپ کو اُس میں سے تہائی دونگا۔ اگر آپنے دو باتوں کا جواب اچھا دیا تو جو کچھ میرے پاس ہے میں آپ کو اُس میں سے دو تہائی دونگا۔ اگر آپنے تینوں باتوں کا جواب اچھا دیا تو جو کچھ میرے پاس ہے میں آپ کو وہ سب دیدونگا۔ اور میرے پاس عراق سے اسی وقت ایک تھیلی سر بمہر آئی ہے۔ اعرابی نے کہا پوچھئے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (انسان نہ اللہ کی مدد کے بغیر جہل اور نادانی اور گناہ سے بچ سکتا ہے۔ اور نہ اللہ کی مدد کے بغیر اُسے علم و عبادت کی قوت ہوسکتی ہے) امام حسینؓ نے ارشاد فرمایا "سب سے بہتر اور افضل عمل کونسا ہے" اعرابی نے کہا "اللہ پر ایمان لانا" امام حسینؓ نے ارشاد فرمایا "ہلاکی سے رہائی اور نجات پانیکا کیا طریق ہے" اعرابی نے کہا "اللہ پر اعتماد اور بھروسا کرنا" امام حسینؓ نے ارشاد فرمایا "انسان کی زینت اور آرائش کیا چیز ہے؟" اعرابی نے کہا عِلْمٌ مَعَهٗ حِلْمٌ (یعنے انسان کی آرایش و زینت وہ علم ہے جسکے ساتھ حلم اور بُردباری ہو) امام حسینؓ نے ارشاد فرمایا "اگر انسان میں یہ نہو تو پھر اسکے بعد انسان کی کیا زینت ہے" اعرابی نے کہا "مَالٌ مَعَهٗ کَرَمٌ (یعنی اسکے بعد انسان کی زینت و زیبایش وہ مال ہے جسکے ساتھ کرم اور بخشش ہو)" امام حسینؓ نے ارشاد فرمایا "اگر انسان میں یہ بھی نہو تو پھر اسکے بعد انسان کی زینت کیا ہے؟" اعرابی نے کہا "فَقْرٌ مَعَهٗ صَبْرٌ (اسکے بعد انسان کی زینت وہ فقر ہے جس کے ساتھ صبر ہو)" امام حسینؓ نے ارشاد فرمایا "اگر انسان میں یہ بھی نہ ہو تو پھر اسکے بعد انسان کی کیا زینت ہے؟" اعرابی نے کہا "پھر اسکے بعد انسان کی زینت وہ بجلی ہے جو آسمان سے آئے اور اُسے جلادے یعنی اس کے بعد انسان کی زینت اور عیب پوش موت ہے" امام حسینؓ یہ سُنکر ہنسنے لگے اور وہ تھیلی جو عراق سے آئی تھی اُسکے پاس پھینکدی

علم کی فضیلت عقلی دلائل

(علم کی فضیلت کے عقلی دلائل)

جاننا چاہیئے کہ یہ امر ظاہر اور بدیہی ہے اور ہر ایک عاقل اسے جانتا ہے کہ علم کمال ہے اور جہل نقصان اور اسی سبب سے اگر کوئی شخص کسی عالم کو جاہل کہے تو اُسے یہ کہنا بُرا معلوم ہوتا ہے اگرچہ وہ یہ جانتا ہے کہ اس کہنے والے کا یہ قول جھوٹا ہے۔ اور اگر کوئی شخص کسی جاہل کو عالم کہے تو وہ اس سے خوش ہوتا ہے اگرچہ وہ یہ جانتا ہے کہ اس کہنے والے کا یہ قول جھوٹا ہے۔ اور یہ اس کی دلیل ہے کہ علم خود بذاتہٖ شریف اور محبوب اور مطلوب ہے علم اس سبب سے محبوب و مطلوب نہیں ہے کہ اُس سے کوئی اور چیز جو بذاتہٖ شریف و محبوب و مطلوب ہے حاصل ہوتی ہے۔ اور جہل بذاتہٖ نقصان ہے اور جہل سے لوگوں کو اس سبب سے نفرت نہیں ہے کہ اُس سے کوئی اَور چیز جو بذاتہٖ نقصان اور قبیح ہے حاصل ہوتی ہے اور ایک عقلی دلیل یہ بھی ہے کہ علم جہاں پایا جاتا ہے وہاں علم والے کی حرمت اور عزت اور تعظیم ہوتی ہے یہاں تک کہ جسوقت جانور انسان کو دیکھتا ہے اُسے دیکھکر ہیبت زدہ ہوتا ہے اگرچہ وہ انسان سے بہت ہی قوی ہو۔ اسیطرح چرواہوں کا گروہ جب اپنی جنس میں سے اُس شخص کو دیکھتا ہے جو اُنکے کام میں بڑا عاقل اور صاحب فضل ہے تو وہ اُسکی اطاعت اور انقیاد کرتا ہے۔ علماء اگر تعصب و عناد نہ کریں تو وہ طبیعت اور جبلت کے اعتبار سے اُن لوگوں کے سردار اور رئیس ہیں جو اُن سے علم میں کم ہیں اسیطرح جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے دشمنی اور عناد رکھتے تھے اُن میں سے بہت سے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادے سے آئے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب اُنکی نگاہ پڑی تو نگاہ پڑتے ہی اللہ تعالیٰ نے اُنکے دلوں میں ہیبت اور رعب ڈالدیا اور ہیبت زدہ ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع اور فرمانبردار ہوگئے اور اسی سبب سے کسی شاعر نے کہا ہے ؎ لَوْ لَمْ تَکُنْ فِیْهِ اٰیَاتٌ مُّبَیِّنَةٌ ✣ کَانَتْ بَدِیْهَتُهٗ تُنْبِیْكَ عَنْ خَبَرٍ ✣ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم میں آفتاب سے زیادہ ظاہر اور روشن معجزے نہوتے تو آپکی صورت پر نگاہ کا پڑ جانا ہی تجھے حقیقت حال بتا دیتا ایک عقلی دلیل یہ بھی ہے کہ اس میں کسیطرح کا شک نہیں کہ انسان باقی اور سب حیوانات سے افضل ہے اور انسان کی یہ فضیلت انسان کے قوی ہونیکے سبب سے نہیں ہے کیونکہ بہت سے حیوانات قوت میں انسان کی برابر ہیں یا انسان سے زیادہ تو معلوم ہوا کہ انسان کی یہ فضیلت صرف اِس سبب سے ہے کہ انسان ایک نورانی مزیت اور ایک ایسے ربانی لطیفے کے ساتھ مخصوص ہے کہ جس کے سبب سے وہ چیزوں کی حقیقتوں کو جاننے کے قابل اور اللہ کی عبادت میں مشغول رہنے کے لائق ہوگیا جیسا خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ (میں نے جن اور آدمی صرف عبادت ہی کے لیئے پیدا کیئے ہیں) ایک عقلی دلیل یہ بھی ہے کہ جاہل گویا ایسے سخت اندھیرے میں ہے کہ اُسے کچھ دکھائی نہیں دیتا اور عالم گویا عالم غیب کے اطراف میں اُڑتا پھرتا ہے اور معقولات کے دریاؤں میں تیرتا پھرتا ہے اور موجود اور معدوم

اور واجب و ممکن و محال سب کا مشاہدہ اور مطالعہ کرتا ہے جس کا وجود یعنی ہونا ضروری ہے اُسے واجب کہتے ہیں اور جس کا عدم یعنی نہ ہونا ضروری ہے اُسے محال اور جس کا نہ وجود ضروری ہے نہ عدم
اُسے ممکن) اور یہ پہچانتا ہے کہ ممکن کی دو قسمیں ہیں جوہر اور عرض (جو ممکن محل کا محتاج ہے اُسے عرض کہتے ہیں۔ اور جو محل کا محتاج نہیں ہے اُسے جوہر) اور جوہر کی دو قسمیں ہیں بسیط اور مرکب
(بسیط مرکب کا مقابل ہے یعنی جو مرکب نہیں ہے اُسے بسیط کہتے ہیں) اور ان میں سے ہر ایک کو اُنکے اقسام اور اقسام کے اقسام اور ان کے اجزا اور اجزا کے اجزا کیطرف تقسیم کرتا ہے یعنی
ان سب جو مرکب کے سوا ہیں انہیں اقسام اور اقسام کے اقسام کے کیطرف تقسیم کرتا ہے اور مرکب کو اجزا اور اجزا کے اجزا کیطرف اور مرکب جس جز میں اور مرکبات کا شریک ہے اُسے بھی پہچانتا
ہے اور مرکب کو جس جز کے سبب اور مرکبات سے امتیاز ہے اُسے بھی اور ہر ایک چیز کے اثر اور مؤثر اور معلول اور علت اور لازم اور ملزوم اور کلی اور جزئی اور واحد اور کثیر کو پہچانتا ہے یہاں تک کہ اسکی عقل
اس کتاب کی مثل ہو جاتی ہے جس میں تمام معلومات اور تمام معلومات کے تمام اقسام بالتفصیل لکھے ہوئے ہیں اس وجہ سے زیادہ اور کونسی سعادت ہے انسان کا نفس پہلے جاہل اور
نادان ہوتا ہے اور اُس میں علم کی استعداد ہوتی ہے پھر وہ عالم ہو جاتا ہے عالم ہو جانیکے بعد وہ عالم ارواح میں سورج کی مثل ہو جاتا ہے اور باقی اور تمام انسانوں کے نفسوں کے لیے ہمیشہ کی زندگی کا
سبب بن جاتا ہے پہلے وہ خود کامل ہوا پھر اور انسانوں کے نفسوں کا مکمل یعنی کامل کرنیوالا بنا اور اللہ کے بندوں اور اللہ کے درمیان واسطہ ہو جاتا ہے اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا
ہے یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ (اللہ فرشتوں کو اپنے حکم سے علم اور قرآن کے ساتھ نازل کرتا ہے) قرآن کے مفسروں نے اس آیت میں روح کی تفسیر علم اور قرآن کے ساتھ کی ہے
اور جسطرح بدن روح کے بغیر مردہ اور نکما ہوتا ہے اسیطرح روح علم کے بغیر مردہ اور نکمی ہوتی ہے اسکی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ قول وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ہے (اسیطرح ہم نے اپنے
حکم سے علم اور قرآن تیری طرف بھیجا) علم روح کی روح اور نور کا نور اور خلاصے کا خلاصہ ہے اور اس سعادت کے خاصوں میں سے ایک خاصہ یہ ہے کہ یہ سعادت باقی رہتی ہے اور یہ سعادت فنا اور
تغیر سے محفوظ اور بے خوف و خطر ہے کیونکہ جو تصور کلی ہیں اُن میں زوال اور تغیر نہیں ہوتا جب یہ سعادت فی ذاتہ نہایت اعلیٰ درجے کی ہے اور ہمیشہ باقی رہتی ہے تو یہ سعادت تمام سعادتوں
سے بہت بڑی ہے اور انبیاء علیہم السلام صرف حق کی طرف بلانے ہی کے لئے بھیجے گئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ (اپنے پروردگار کی
راہ کی طرف حکمت یعنی حق کے ساتھ بلا) نیز ارشاد فرمایا ہے قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (اے محمد اُن سے یہ کہہ یہ میری ہی راہ ہے میں خلق
کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور میرے تابعدار بصیر اور دانا ہیں) اسکے بعد پھر تو اس قصہ کو ابتدا سے سن اللہ تعالیٰ نے جب ارشاد فرمایا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِيْفَةً
(میں زمین میں خلیفہ کرنے والا ہوں) اور فرشتوں نے یہ کہا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا (تو زمین میں ایسے لوگوں کو پیدا کرتا ہے جو زمین میں فساد کرینگے) تو اللہ تعالیٰ نے
یہ ارشاد فرمایا اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (جو تم نہیں جانتے ہو میں جانتا ہوں) اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھی یہی جواب دیا کہ میں عالم ہوں۔ میں ہر چیز جانتا ہوں اور جلال
اور بزرگی کی باقی اور صفتوں (یعنی قدرت اور ارادہ اور سننا اور دیکھنا اور موجود ہونا اور قدیم ہونا اور مکان اور سمت سے مستغنی اور پاک ہونا) میں سے کسی صفت کے ساتھ
فرشتوں کو جواب نہیں دیا صرف علم ہی کی صفت کے ساتھ انہیں جواب دیا۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ بزرگی اور کمال کی اگرچہ تمام صفتیں نہایت شریف ہیں مگر علم
کی صفت باقی اور تمام صفتوں سے اشرف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کا فضل علم ہی کے ساتھ ظاہر کیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ علم باقی اور تمام صفتوں سے
اشرف ہے اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کا علم فرشتوں پر ظاہر کیا تو آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرایا اور آدم علیہ السلام کو عالم اسفل کا خلیفہ بنایا اس سے بھی
یہی معلوم ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام علم ہی کے سبب سے اس درجے کے مستحق ہوئے۔ فرشتوں نے تسبیح و تقدیس کرنیکے ساتھ فخر کیا اور تسبیح و تقدیس کرنیکے ساتھ فخر اسیوقت ہو سکتا
ہے کہ تسبیح و تقدیس کا کرنا علم کے ساتھ ہو۔ اگر تقدیس و تسبیح ہو اور پاک اور مقدس ہونیکا علم نہ ہو تو یہ تسبیح و تقدیس کرنا نفاق ہے اور نفاق سب چیزوں سے بدتر ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے
اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقے میں رہینگے) یا تسبیح اور تقدیس تقلید کے ساتھ ہے جو قبیح اور مذموم ہے تو یہ بات ثابت ہو گئی
کہ فرشتوں کی تسبیح اور تقدیس علم ہی کی وجہ سے فخر کی موجب ہوئی۔ آدم علیہ السلام پر معصیت اور گناہ کا اطلاق صرف اسی سبب سے ہوا کہ اُن سے صرف ایک اجتہادی مسئلہ میں غلطی اور خطا
ہو گئی اسکا بیان عنقریب آتا ہے اور آدم علیہ السلام جس مصیبت میں مبتلا ہوئے اُسی تھوڑی سی خطا کے سبب سے مبتلا ہوئے اور جس چیز میں خوف و خطر سب چیزوں سے زیادہ ہے وہ چیز سب
چیزوں سے اشرف و اعلیٰ ہے۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوا کہ علم کی شان کی جلالت اور بزرگی بے انتہا ہے۔ جب آدم علیہ السلام نے علم کی جلالت اور بزرگی کی برکت ہی کے سبب سے توبہ کی

[illegible]

[illegible]

اور اللہ کیطرف رجوع ہوئے اور صبر اور تکبر چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں سے اُنھیں اجتبا اور برگزیدگی کا خلعت ملا ابراہیم علیہ السلام کے حال کو دیکھنا چاہیئے کہ ابتدا میں علم کی طلب میں کیسے مشغول ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأٰى كَوْكَبًا (جب رات ہوئی تو ابراہیم نے تارا دیکھا) پھر ابراہیم تارے سے چاند کی طرف اور چاند سے سورج کیطرف منتقل ہوا اور ابراہیم کا ذہن فکر کے ساتھ ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف برابر منتقل ہوتا رہا یہانتک کہ وہ ظاہر دلیل اور روشن برہان کے ساتھ مقصود تک پہنچ گیا اور اُسنے شرک سے منہ پھیر کر یہ کہا اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (جس نے تمام آسمان اور زمین پیدا کی ہیں میں نے اپنا چہرہ اُسی کیطرف پھیر لیا) جب ابراہیم علیہ السلام اس درجے تک پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپکی بے انتہا مدح اور کمال تعظیم کی کبھی یہ ارشاد فرمایا وَكَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (ہم ابراہیم کو اسیطرح آسمانوں اور زمین کی بادشاہت دکھلاتے ہیں) اور کبھی یہ وَتِلْكَ حُجَّتُنَاۤ اٰتَیْنٰهَاۤ اِبْرٰهِیْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ (ہم نے ابراہیم کو اسکی قوم کے مقابل یہ دلیل و حجت عطا کی۔ اور ہم جسکے درجے چاہتے ہیں بلند کر دیتے ہیں) ابراہیم علیہ السلام مبدأ کی معرفت سے فارغ ہو جانے کے بعد معاد کی معرفت میں مشغول ہوئے اور یہ ارشاد فرمایا وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى (جس وقت ابراہیم نے یہ کہا اے پروردگار تو مُردے کس طرح زندہ کرتا ہے مجھے دکھلا دے) ابراہیم علیہ السلام جب علم کے حاصل کرنیسے فارغ ہو گئے تو پھر تعلیم اور مناظرہ کرنے میں مشغول ہوئے کبھی اپنے باپ سے مناظرہ کیا اور یہ ارشاد کیا لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ (تو ان بتوں کی عبادت اور پرستش کیوں کرتا ہے جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں) کبھی اپنی قوم سے مناظرہ کیا اور یہ ارشاد فرمایا مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ (جن صورتوں کی تم عبادت کر رہے ہو یہ کیا ہیں؟) کبھی اپنے زمانے کے بادشاہ سے مناظرہ کیا جیسا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهِیْمَ فِیْ رَبِّهٖۤ (اے محمدؐ کیا تو نے اُس شخص کو نہیں دیکھا جس نے رب کے باب میں ابراہیم سے بحث اور مناظرہ کیا) اور صالح اور ہود اور شعیب کا حال دیکھنا چاہیئے کہ وہ ابتدا میں علم کے حاصل کرنے میں مشغول رہے اور پھر آخر میں تعلیم کرنے کی طرف مصروف ہوئے اور خلق کو دلائل میں غور و فکر کرنے کیطرف ہدایت کرتے رہے اور موسیٰ علیہ السلام کا فرعون اور فرعون کے لشکر کے ساتھ یہی حال رہا پہلے موسیٰ علیہ السلام علم کے حاصل کرنے میں مشغول رہے پھر تعلیم اور ہدایت میں اور ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دیکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے علم کے عطا کرنیکے ساتھ اُنپر کس طرح بار بار احسان جتایا ارشاد فرمایا وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ وَوَجَدَكَ عَآىِٕلًا فَاَغْنٰى (اللہ نے تجھے گمراہ پایا پھر ہدایت کی۔ اللہ نے تجھے محتاج اور تنگدست پایا پھر تونگر کر دیا) اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں پہلے علم کے عطا کرنے کے ساتھ احسان جتایا پھر مال کے عطا کرنے کے ساتھ اور ارشاد فرمایا ہے مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ (نہ تو کتاب سے واقف تھا اور نہ ایمان سے) اور ارشاد فرمایا ہے مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَاۤ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا (ان غیب کی خبروں کو اِس سے پہلے نہ تو جانتا تھا اور نہ تیری قوم) اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے یہی وحی نازل کی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ (اپنے پروردگار کا نام لیکر پڑھ) اسکے بعد یہ ارشاد فرمایا وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (جو تو نہیں جانتا تھا اللہ تعالیٰ نے تجھے وہ سکھلا دیا) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ یہی دعا مانگا کرتے تھے اَرِنَا الْاَشْیَآءَ كَمَا هِیَ (چیزیں فی الحقیقت جیسی ہیں اے میرے پروردگار تو مجھے انھیں اسیطرح دکھلا دے) جو نقلی اور عقلی دلیلیں ہم نے بیان کی ہیں اگر کسی شخص کو علم کی فضیلت اُن سے بھی ظاہر نہ ہو تو اُسے کوئی چیز نہیں معلوم ہو سکتی اور علم کی فضیلت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں علم کو شریف ناموں کے ساتھ موسوم کیا ہے اُن میں سے ایک نام حیات (یعنی زندگی) ہے ارشاد فرمایا ہے اَوَمَنْ كَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ (جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اُسے زندہ کر دیا یعنی جو شخص جاہل اور نادان تھا پھر ہم نے اُسے عالم اور دانا کر دیا) اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے علم کو حیات ارشاد فرمایا۔ اور (دوسرا) روح ارشاد فرمایا ہے وَكَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (اسیطرح ہم نے اپنے حکم سے تیرے پاس علم بھیجا) اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے علم کو روح ارشاد فرمایا اور تیسرا (نور) ہے ارشاد فرمایا ہے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اللہ آسمانوں اور زمین کا جاننے والا ہے) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے علم کو نور ارشاد فرمایا اور ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کی صفت میں یہ ارشاد فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَیْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (اللہ نے تم میں سے طالوت کو برگزیدہ کیا اور اُسے علم اور بدن میں زیادہ کشایش دی) اللہ تعالیٰ نے جو اس آیت میں علم کا ذکر جسم کے ذکر سے پہلے کیا اس سے یہ معلوم ہوا کہ علم جسم سے اشرف اور افضل ہے اور اس میں کسیطرح کا شک نہیں ہے کہ تمام مالی نعمتوں سے بدن کی سعادت مقصود ہے یعنی تمام مالی نعمتیں بدن کی سعادت کے وسیلے اور ذریعے ہیں اور بدن کی سعادت مقصود ہے اور یہ ظاہر ہے کہ مقصود وسیلوں و ذریعوں سے اشرف اور افضل ہوتا ہے تو بدن

کی سعادت تمام مالی نعمتوں سے اشرف اور افضل ہوئی اور جب علمی سعادت بدنی سعادت سے اشرف و افضل ہے۔ اور بدنی سعادت مالی سعادت سے تو علمی سعادت مالی سعادت سے اشرف اور افضل ہوئی یوسف علیہ السلام نے شاہ مصر سے یہ کہا اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ (مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دے میں حفاظت کرنیوالا اور جاننے والا ہوں) اور یہ نہیں کہا إِنِّي حَسِيبٌ نَسِيبٌ فَصِيحٌ مَلِيحٌ (میرا حسب نسب اچھا ہے میری زبان فصیح اور میرا چہرہ ملیح ہے) اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ حسب و نسب اور زبان کی فصاحت اور چہرہ کی ملاحت ان سب سے علم اشرف و افضل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے اَلْمَرْءُ بِأَصْغَرَيْهِ قَلْبِهِ وَلِسَانِهِ إِنْ تَكَلَّمَ تَكَلَّمَ بِلِسَانِهِ وَإِنْ قَاتَلَ قَاتَلَ بِجَنَانِهِ (انسان کی انسانیت انسان کی دو چھوٹی چیزوں یعنی دل اور زبان کے ساتھ ہے انسان اگر کلام کرتا ہے تو زبان کے ساتھ کرتا ہے اگر قتال کرتا ہے تو دل کے ساتھ کرتا ہے) کسی شاعر نے کہا ہے ؎ لِسَانُ الْفَتَى نِصْفٌ وَنِصْفٌ فُؤَادُهُ ✣ فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا صُورَةُ اللَّحْمِ وَالدَّمِ ✣ انسان کی آدھی انسانیت انسان کی زبان ہے اور آدھی انسان کا دل۔ زبان اور دل کے علاوہ گوشت اور خون کی صورت کے سوا اور کچھ نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے جہل اور نادانی کے عذاب کو آگ کے عذاب سے پہلے بیان کیا اور یہ ارشاد فرمایا كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ (نہیں نہیں بیشک وہ اس دن اپنے پروردگار سے محجوب یعنی جاہل اور بے علم ہیں بیشک وہ جہنم میں داخل ہونے والے ہیں) بعضے عالموں نے کہا ہے تمام علموں کے کل تین مطلع ہیں۔ فکر کرنیوالا دل۔ بیان کرنیوالی زبان۔ دلوں پر معانی کی تصویر کھینچنے والا بیان۔ ہر ایک علم کا طلوع اور ظہور ان ہی تین مطلعوں میں سے کسی ایک سے ہوتا ہے۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے علم کا عین عُلُوّ سے ماخوذ ہے اور لام لطف سے اور میم مروت سے بعضے عالموں نے کہا ہے کل گیارہ علم ہیں علم توحید تمام دینوں کے لئے ہے اور علم سر شیطان کے دفع کرنیکے لئے اور علم معاشرت بھائیوں کے لئے اور علم شریعت دین کے ارکان کے لئے اور علم نجوم وقتوں کے لئے اور علم مبارزت (یعنی مقابلہ) شہسواروں کے لئے اور علم سیاست بادشاہ کے لئے اور علم رویا خواب کی تعبیر کے لئے اور علم فراست برہان اور دلیل کے لئے علم طب بدنوں کے لئے اور علم حقیقت رحمان کے لئے اور بعضے علماء نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل کیا) میں علم کو پانی کے ساتھ تشبیہ دی۔ یعنی علم جو پانی کی مثل ہے اللہ تعالیٰ نے اُسے آسمان سے نازل کیا۔ اور پانی کی چار قسمیں ہیں مینہ کا پانی اور رَو کا پانی۔ اور نالے کا پانی اور چشمے کا پانی۔ اسیطرح علم کی بھی چار قسمیں ہیں علم توحید چشمے کے پانی کی مثل ہے جسطرح چشمے کے پانی کو حرکت اور جنبش دینی نہیں چاہیئے تاکہ وہ مکدر اور گدلا نہو جائے اسیطرح اللہ تعالیٰ کی کیفیت کی تحقیق اور تنقیح نہیں کرنی چاہیئے تاکہ بندہ کافر نہو جائے اور علم فقہ نالی کے پانی کی مثل ہے جس طرح نالی کا پانی کھودنے سے زیادہ ہوتا ہے اسیطرح علم فقہ استنباط سے زیادہ ہوتا ہے اور علم زہد مینہ کے پانی کی مثل ہے جسطرح مینہ کا پانی آسمان سے صاف نازل ہوتا ہے اور ہوا کے غبار کے سبب سے مکدر اور گدلا ہو جاتا ہے اسیطرح علم زہد صاف ہے اور طمع کے سبب سے مکدر اور گدلا ہو جاتا ہے۔ اور علم بدعت رَو کے پانی کی مثل ہے جس طرح رَو کا پانی زندوں کو مردہ اور خلق کو ہلاک اور برباد کر دیتا ہے اسیطرح بدعتیں زندوں کو مردہ اور خلق کو ہلاک اور برباد کر دیتی ہیں۔ واللہ اعلم ✣

تَمَّ الْجِلْدُ الْأَوَّلُ وَيَتْلُوهُ الثَّانِي إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

۳۱ ۸/۶